قومی نصاب ۲۰۲۲-۲۳ء کے مطابق

مطالعۂ پاکستان

برائے جماعت دہم

سپلیمنٹری ریڈنگ میٹریل

نیشنل بک فاؤنڈیشن
بطور
وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ، اسلام آباد

© 2025 نیشنل بک فاؤنڈیشن بطور وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ

اس اشاعت کے تمام حقوق محفوظ ہیں۔ اس اشاعت کا کوئی بھی حصہ بغیر نیشنل بک فاؤنڈیشن کی تحریری اجازت کے کسی بھی شکل یا طریقے سے، خواہ وہ الیکٹرانک، میکانیکی، فوٹو کاپی، ریکارڈنگ، یا کوئی اور طریقہ ہو، دوبارہ تخلیق، ذخیرہ یا منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ غیر مجاز استعمال، نقل، یا تقسیم سختی سے ممنوع ہے اور قانونی کارروائی کا سبب بن سکتی ہے

سپلیمنٹری ریڈنگ میٹریل

مطالعہ پاکستان برائے جماعت دہم

(قومی نصاب 23-2022 کے مطابق)

مصنفین

طاہر محمود (منتظم مصنف)

سہیل بن عزیز، حفصہ اختر (شریک مصنفین)

مترجم: سہیل بن عزیز، طاہر محمود

معاونین: احمد نواز (ڈیزائنر)

نگران درسی کتب نیشنل بک فاؤنڈیشن

ڈاکٹر کامران جہانگیر، مینیجنگ ڈائریکٹر، نیشنل بک فاؤنڈیشن

انچارج درسی کتب نیشنل بک فاؤنڈیشن

منصور احمد، اسسٹنٹ ڈائریکٹر

TEST EDITION

یہ کتاب پاکستان میں پرنٹ کی گئی ہے

اشاعت اول، طباعت اول: مارچ 2025 صفحات: 142 تعداد: 85,500

قیمت: -230 روپے، کوڈ: STU-522، آئی ایس بی این: 978-969-37-1788-4

طابع: پی آئی پرنٹرز، لاہور

نیشنل بک فاؤنڈیشن کی دیگر اشاعتوں کے بارے میں مزید معلومات کے لیے رابطہ کیجئے، ویب سائٹ www.nbf.org.pk ملاحظہ کریں۔

آپ ہمیں 051 9261125 نمبر پر فون یا ای میل books@nbf.org.pk کے ذریعے بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

اس کتاب کے بارے میں اپنی رائے دینے کے لیے nbftextbooks@gmail.com یا textbooks@snc.gov.pk پر ای میل بھیجیے۔

نوٹ: اس کتاب میں شامل تمام تصاویر، آرٹ ورک، نقشہ جات وغیرہ صرف تعلیمی اور تشہیری مقاصد کے لیے ہیں، جو عوامی مفاد کے لیے فائدے مند ہیں۔

اس درسی کتاب میں استعمال ہونے والے پاکستان کے منظور شدہ نقشے پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ کی ویب سائٹ

https://pctb.punjab.gov.pk/node/184

اور قومی نصاب کونسل کی ویب سائٹ

https://ncc.gov.pk/Detail/YjJmOGRlMzQtYjE4MS00ZDE1LWExNWItYmE2NzIyYTY4MDk1

سے لیے گئے ہیں۔

پیش لفظ

مطالعہ پاکستان کی دسویں جماعت کی کتاب قومی نصاب ۲۰۲۲-۲۰۲۳ کے مطابق نیشنل بک فاؤنڈیشن (NBF) کے زیر اہتمام تیار کی گئی ہے۔ اس کتاب کا مقصد طلبہ میں منطقی سوچ کو فروغ دے کر ان کی سیکھنے کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا اور گذشتہ جماعتوں کے حاصل کردہ علم کی بنیاد پر تدریجی طور پر اعلیٰ سطح کی سوچ کو فروغ دینا ہے۔ تجرباتی مہارت پر زور دینے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ جو تصورات اور طریقے متعارف کرائے گئے ہیں ان کا حقیقی زندگی سے تعلق پیدا کیا جائے۔ اس طریقہ کار کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ کے سیکھنے کی رفتار میں اضافہ کرتے ہوئے انھیں روزمرہ کے مسائل حل کرنے کے قابل بنایا جائے اور وہ ان تصورات کی بنیاد کو مکمل طور پر سمجھ لیں جو اگلی جماعتوں میں مددگار ثابت ہوں گے۔

ماہر اور تجربہ کار مصنفین کی کوششوں کے بعد اس کتاب کے جائزے کا اہتمام کیا گیا اور پیشہ ورانہ ماہرین تعلیم کی جانب سے تفصیلی جائزے کے بعد اس کتاب کو حتمی ترتیب دی گئی۔ کوشش کی گئی ہے کہ مواد کو طلبہ کے لیے آسان اور دلچسپ انداز میں پیش کیا جائے تاکہ وہ مفاہیم کو بہتر طریقے سے سمجھ سکیں۔

نیشنل بک فاؤنڈیشن کا ادارہ ہمیشہ اپنی کتابوں کے معیار میں بہتری لانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کتاب میں ایک بہتر ڈیزائن، تصاویر اور حقیقی زندگی سے متعلق دلچسپ سرگرمیاں شامل کی گئی ہیں تاکہ اسے نوجوان طلبہ کے لیے پرکشش بنایا جاسکے۔ تاہم بہتری کی گنجائش ہمیشہ رہتی ہے اور طلبہ، اساتذہ اور دیگر ماہرین کی تجاویز اور آرا کا خیر مقدم کیا جاتا ہے تاکہ اس کتاب کے آئندہ ایڈیشنز کو مزید بہتر بنایا جاسکے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دے اور ہماری مدد فرمائے (آمین)۔

ڈاکٹر کامران جہانگیر

مینجنگ ڈائریکٹر

مطالعہ پاکستان کی اہمیت

مطالعہ پاکستان کا مضمون طلبہ کو پاکستان کی ثقافت، تاریخ، جغرافیہ، حکمرانی، اور عالمی حیثیت کے بارے میں گہری تفہیم حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے جس سے انہیں معاشرتی زندگی میں مؤثر طور پر شریک ہونے اور معنی خیز طریقے سے آگے بڑھنے کے لیے ضروری علم فراہم ہوتا ہے۔ یہ ملک و قوم سے محبت اور شناخت کا احساس پیدا کرتا ہے جو طلبہ کو باخبر اور ذمہ دار شہری بننے کے لیے تیار کرتا ہے جو آگے چل کر اپنے ملک کی ترقی میں مثبت کردار ادا کرتے ہیں۔

پاکستان کے معاشرتی اور ثقافتی پہلوؤں کے بارے میں مطالعہ کرتے ہوئے طلبہ ان روایات، زبانوں اور عادات کو سمجھنا سیکھتے ہیں جو ایک قوم کی تشکیل کرتی ہیں۔ تفریح اور کھیلوں کی سرگرمیوں کا جائزہ لے کر طلبہ جسمانی صحت، ٹیم ورک اور نظم وضبط کی اہمیت کو فرد اور قومی ترقی کے پس منظر میں سمجھتے ہیں۔ یہ سمجھنا کہ کھیل کس طرح مختلف افراد اور معاشروں کو یکجا کرتے ہیں اور ملک کو بین الاقوامی سطح پر شناخت فراہم کرتے ہیں۔ کھیل فخر کا احساس پیدا کرتے ہیں اور ذاتی نشوونما کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔

آئین سازی کا مطالعہ طلبہ کو ملک کے قانونی اور حکومتی ڈھانچوں سے آگاہ کرتا ہے جس سے انہیں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے شہری ہونے کے ناطے اپنے حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں علم حاصل ہوتا ہے۔ یہ بنیادی تفہیم فعال شہری شرکت کو فروغ دیتی ہے اور قانون کی حکمرانی اور جمہوریت کے احترام کو پروان چڑھاتی ہے۔

شہریت اور پائیدار معاشرتی ترقی پر زور دیتے ہوئے مطالعہ پاکستان ماحولیات کے تحفظ اور سماجی انصاف کے لیے ذمہ داری کا مضبوط احساس پیدا کرتا ہے جو ملکی مستقبل کی خوشحالی کے لیے پائیداری کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ جب طلبہ اپنی شہری ذمہ داریوں کے بارے میں سیکھتے ہیں تو وہ شہری شرکت اور ذمہ دار رویوں کے ذریعے اپنے کردار کے بارے میں بہتر آگاہی حاصل کرتے ہیں۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی اور دوسرے ممالک کے ساتھ اس کے تعلقات کا مطالعہ طلبہ کو عالمی تعلقات کے متعلق وسیع نقطہ نظر فراہم کرتا ہے۔ یہ انہیں سفارتکاری اور عالمی تعاون کی اہمیت کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے اور انہیں یہ دکھاتا ہے کہ عالمی واقعات کس طرح ملکی پالیسیوں پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ یہ علم آج کی دنیا میں بہت ضروری ہے جو آپس میں جڑی ہوئی ہے جہاں پاکستان کا عالمی تنظیموں میں کردار امن، ترقی اور انسان دوست کوششوں کو فروغ دینے میں اہمیت کا حامل ہے۔

مطالعہ پاکستان صرف ایک مضمون نہیں ہے بلکہ طلبہ کو پاکستان کو بہتر طور پر سمجھنے، اس کے چیلنجز اور عالمی حیثیت کے بارے میں آگاہی فراہم کرنے کے لیے ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس مضمون کا مطالعہ کر کے طلبہ نہ صرف علم حاصل کرتے ہیں بلکہ وہ مہارتیں اور اقدار بھی سیکھتے ہیں جو نہ صرف انہیں باخبر اور ذمہ دار شہری بنانے کے لیے ضروری ہیں بلکہ قومی ترقی اور عالمی کمیونٹی میں اپنا کردار ادا کرنے میں بھی ممدومددگار ثابت ہوتی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

فہرست مضامین

حصہ اوّل: پاکستان کا ثقافتی تنوع

باب اول: پاکستانی معاشرہ اور ثقافت 06

باب دوم: تفریحی سرگرمیاں۔ کھیل 24

حصہ دوم: آئین پاکستان

باب سوم: آئین سازی 39

باب چہارم: شہریت اور پائیدار معاشرت 63

حصہ سوم: پاکستان اور بین الاقوامی امور

باب پنجم: خارجہ پالیسی 90

باب ششم: پاکستان اور بین الاقوامی تنظیمیں 116

حصہ اول: پاکستان کا ثقافتی تنوع

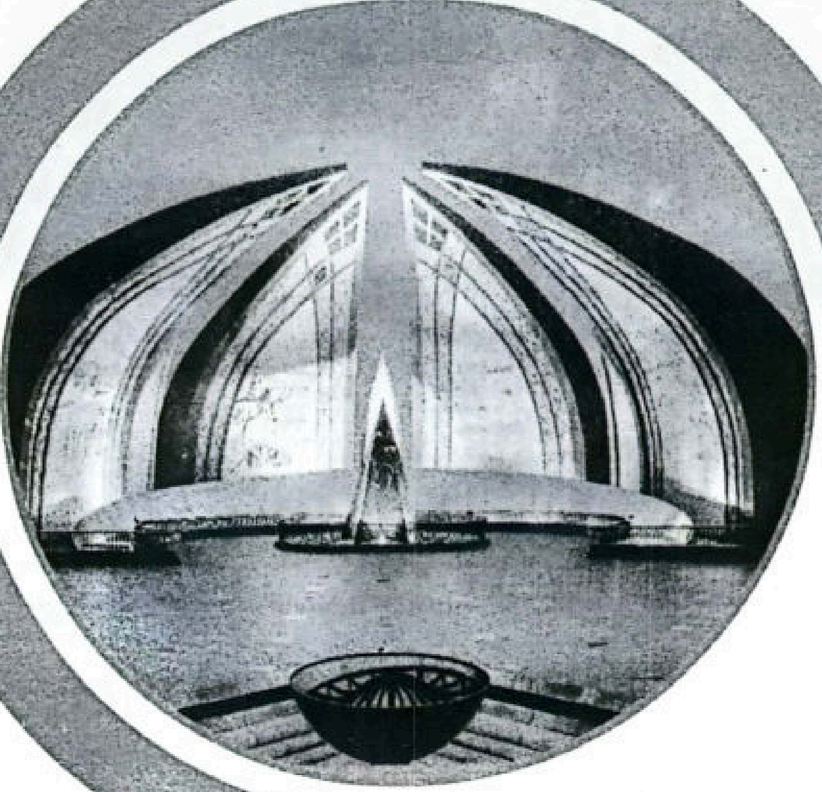

باب اول: پاکستانی معاشرہ اور ثقافت

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- تحقیق کر سکیں کہ مختلف ثقافتی عناصر / اجزاء کس طرح ایک معاشرتی تنوع کی ترویج یا تبدیلی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔
- ملک میں بولی جانے والی مختلف زبانوں اور لہجوں کے قومی اتحاد اور یگانگت پر اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- پاکستان کی ادبی تاریخ میں لوک کہانیوں اور ڈرامے کی ابتداء اور نشو و نما کا تجزیہ کر سکیں۔
- علاقائی ثقافتوں کے حوالے سے قومی یکجہتی کا جائزہ لے سکیں اور پاکستان کی معاشرتی اور ثقافتی حیثیت پر عالمگیریت کے اثرات کا تجزیہ کر سکیں۔
- پاکستانی معاشرتی ترقی کا تجزیہ کر سکیں اور اس کے معاشرتی حرکیات کے مختلف پہلوؤں اور اثرات پر غور کر سکیں جن میں خواتین کا مقام، جاگیر دارانہ نظام اور قبائلیت شامل ہیں۔
- سماجی سطح بندی کی خصوصیات اور کلیدی تصورات کا تجزیہ کر سکیں اور یہ دیکھیں کہ یہ کس طرح افراد اور معاشرے دونوں پر اثر انداز ہوتی ہے اور معاشرتی عدم مساوات کا سبب بنتی ہے۔
- پاکستان کے متنوع خطوں میں قابل ذکر صوفی سلسلوں کے اثرات کا تجزیہ کر سکیں تاکہ ان کی تعلیمات میں مشترکہ اصولوں کو اجاگر کیا جا سکے اور یہ دیکھ سکیں کہ کس طرح یہ سلسلے پاکستانی معاشرتی اور ثقافتی زندگی میں ایک مربوط روحانی عنصر بن گئے ہیں۔

ثقافت

ثقافت خیالات، روایات، اقدار، علامات، زبان اور دیگر عوامل کا ایسا مجموعہ ہے جو ایک گروہ کے افراد کے ذریعے اگلی نسل کو منتقل ہوتا ہے۔ اس میں افراد کے درمیان باہمی تعامل، روابط اور ان کے ماحول کے متعلق تاثرات بھی شامل ہوتے ہیں۔ ثقافت سماجی رویوں کی تشکیل کرتی ہے۔ یہ ایک منفرد شناخت اور سماج میں تعلق کا احساس بھی پیدا کرتی ہے۔ اس میں نہ صرف غیر مادی عوامل جیسے روایات، رسومات اور سماجی روایات بلکہ مادی اشیاء جیسے فنون، عمارتیں اور لباس بھی شامل ہوتے ہیں۔ ثقافتی خصوصیات نسل در نسل منتقل ہوتی ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہو جاتی ہیں تاہم یہ ان خصوصیات کو برقرار رکھتی ہیں جو اس گروہ کی انفرادی خصوصیات کا حصہ ہوتی ہیں۔

پاکستان کا ثقافتی تنوع

پاکستان اپنی مختلف نسلی، لسانی اور مذہبی اکائیوں کے امتزاج سے ثقافتی تنوع کا ایک خوبصورت گلدستہ ہے۔ پنجابی، سندھی، پختون، بلوچ اور بہت سے دیگر نسلی گروہ یہاں رہتے ہیں، جن میں سے ہر ایک منفرد رسم و رواج، لہجوں اور روایات کی عکاسی کرتا ہے۔ پاکستان کا لسانی پس منظر بھی بہت متنوع ہے۔ یہاں کئی زبانیں بولی جاتی ہیں جن میں اردو، پنجابی، سندھی، پشتو اور بلوچی شامل ہیں۔ اگرچہ ہندو، مسیحی، سکھ اور دیگر اقلیتی گروہ بھی ملک کی ثقافت میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں لیکن مذہبی پہلو بیشتر اسلامی ہی ہے۔ مختلف تہواروں، موسیقی، رقص اور کھانوں کے ذریعے منایا جانے والا یہ تنوع ملک بھر میں پائی جانے والی انفرادیت اور مشترکہ شناختوں کی عکاسی کرتا ہے۔ مختلف ثقافتی پہلوؤں کا یہ باہمی تعامل نہ صرف پاکستان کے سماجی ڈھانچے کو مضبوط کرتا ہے بلکہ اس کی متنوع وراثت کے لیے احترام میں بھی اضافہ کرتا ہے۔

نئے افق تلاش کریں

پاکستان لسانی اعتبار سے دنیا کے سب سے زیادہ متنوع ممالک میں سے ایک ہے جہاں 70 سے زیادہ زبانیں اور متعدد بولیاں بولی جاتی ہیں۔ یہ لسانی اعتبار سے ایک شاندار گلدستہ ہے۔ پاکستان کی ہر زبان منفرد روایات، رسم و رواج اور تاریخی پس منظر کی نمائندگی کرتی ہے۔ پاکستان کے مختلف حصوں میں بولی جانے والی زبانوں کے بارے میں مزید معلومات حاصل کریں۔

ثقافت کے اجزاء

کسی معاشرے میں ثقافتی تنوع مختلف ثقافتی اجزاء اور عناصر کے ذریعے تشکیل پاتا ہے جو یا تو ایک بھرپور اور شمولیاتی ماحول کو فروغ دے سکتے ہیں یا معاشرے میں فرق اور تقسیم کا باعث بن سکتے ہیں۔ ایک ہم آہنگ اور متحرک معاشرے کو فروغ دینے کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ یہ عناصر ثقافتی تنوع پر کیسے اثر انداز ہوتے ہیں۔

زبان اور مواصلات

زبان ایک بنیادی ثقافتی جزو ہے جو ثقافتی تنوع پر اثر انداز ہوتی ہے۔ پاکستان جیسے کثیر اللسانی معاشرے جہاں مختلف زبانیں اور بولیاں بولی جاتی ہیں ثقافتی تنوع کو

فروغ دیتے ہیں کیونکہ یہ مختلف لسانی روایات کو محفوظ رکھتے ہیں اور مختلف نسلی گروہوں کے درمیان باہمی احترام اور سمجھ بوجھ کو فروغ دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اردو کے ساتھ ساتھ علاقائی زبانوں جیسے پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، براہوی، سرائیکی، ہندکو وغیرہ کو محفوظ کرنا، ثقافتی ورثے کو محفوظ رکھنے میں مدد دیتا ہے اور گروہ کے اندر ایک دوسرے کو سمجھنے کی صلاحیت میں اضافہ کرتا ہے۔

لسانی اختلافات کو اگر مؤثر طریقے سے نہ سمجھا جائے تو یہ باہمی تعلقات اور یکجہتی میں رکاوٹیں پیدا کر سکتے ہیں۔ اس سے غلط فہمیاں جنم لے سکتی ہیں جس کے نتیجے میں سماجی تقسیم میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ دولسانی یا کثیر اللسانی تعلیم کو فروغ دینا اس تقسیم کے خاتمے اور ثقافتی تبادلے میں اضافہ کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

مذہب اور عقیدہ

مذہب ثقافتی شناختوں کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور معاشرتی ہم آہنگی کے احساس کو فروغ دیتا ہے۔ پاکستان میں اسلام کے ماننے والے اکثریت میں ہیں اور اسلامی اصول سماجی روایات اور اقدار کی رہنمائی کرتے ہیں۔ تاہم مذہبی اقلیتوں جیسے مسیحی، ہندو اور سکھوں کی موجودگی ملک کے ثقافتی تنوع میں اضافہ کرتی ہے۔ مختلف مذاہب کے تہوار، رسومات، اور روایات ثقافتی منظر نامے کو مزید متنوع بناتے ہیں اور شمولیت اور باہمی احترام کو فروغ دیتے ہیں۔ مختلف مذہبی اکائیوں کے درمیان ہم آہنگی اور سمجھ بوجھ کو فروغ دینے کے لیے بین المذاہب مکالمے اور جامع پالیسیاں ضروری ہیں۔

فن اور موسیقی

فن اور موسیقی ثقافتی شناخت اور تنوع کے اظہار کے اہم اجزا ہیں۔ پاکستان کا شاندار ثقافتی ورثہ کلاسیکی موسیقی کی مختلف شکلوں جیسے قوالی اور غزلیں، روایتی رقص جیسے بھنگڑا اور اتنڑ اور متنوع بصری فنون پر مشتمل ہے۔ یہ ثقافتی اظہار ملک کے عظیم ورثے کو خراج تحسین پیش کرتا ہے اور مشترکہ ثقافتی تجربات کے ذریعے لوگوں کو اکٹھا بھی کرتا ہے۔ قومی تہواروں اور ثقافتی تبادلے کو فروغ دینا ان مختلف روایات کو یکجا کرنے میں مدد دے سکتا ہے جس سے ایک بھرپور اور ہم آہنگ قومی شناخت تشکیل پاتی ہے۔

نئے افق تلاش کریں

پاکستان کے کیلاش قبیلے کے لوگ ایک منفرد اور شاندار تہوار چلم جوشی مناتے ہیں۔ یہ تہوار خیبر پختونخوا کے ضلع چترال کی وادیوں میں منایا جاتا ہے جو موسم بہار کی آمد کی نشانی ہے۔ چلم جوشی سردیوں کے اختتام اور نئی زندگی کے آغاز کی علامت ہے۔ موسم سے متعلق ایسے ہی دیگر تہواروں کے بارے میں مزید جانیں۔

تہوار اور تقریبات

تہوار اور تقریبات ثقافت کے اہم جزو ہیں جو لوگوں کو اکٹھا کرتے ہیں۔ جشن بہاراں، بچی میلہ، شندور فیسٹیول، عیدین، میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور

یومِ آزادی جیسے تہوار ملک کے ثقافتی تنوع کو اجاگر کرتے ہیں اور مشترکہ تقریبات کے ذریعے اتحاد کو فروغ دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ، بیساکھی، ہولی، کرسمس اور دیگر اہم مذاہب کے مقدس دن بھی ان مذاہب کے پیروکاروں کی جانب سے منائے جاتے ہیں۔ ملک گیر سطح پر علاقائی تہواروں میں شرکت کو فروغ دینا ثقافتی تفہیم اور یکجہتی میں اضافے کا باعث بن سکتا ہے۔

ادب

ادب ثقافتی تنوع کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے کیونکہ یہ ثقافتی علم کو محفوظ رکھتا اور اگلی نسلوں میں منتقل کرتا ہے۔ پاکستانی قومی اور علاقائی زبانوں کا ادب ملک کے ثقافتی تنوع کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ ادبی میلوں اور کتابی نمائشوں کا بھی ایک اہم کردار ہے جو مختلف ثقافتی بیانیوں کا جشن مناتے ہیں۔ ایک جامع قومی شناخت کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہے کہ ادب ملک کے ثقافتی تنوع کی عکاسی کرے۔

پاکستان کا لسانی تنوّع

پاکستان میں 70 سے زائد زبانیں بولی جاتی ہیں جو اسے ایک لسانی تنوع سے بھرپور قوم بناتی ہیں۔ ہر زبان مختلف نسلی گروہوں سے جڑی ہوئی ہے۔ ان میں اہم زبانیں اردو بطور قومی اور رابطے کی زبان جبکہ پنجابی، سندھی، پشتو اور بلوچی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ، ملک کی ثقافت میں بہت سی علاقائی زبانیں بھی شامل ہیں جیسے سرائیکی، ہندکو، براہوی، شینا، بلتی، کشمیری اور پہاڑی وغیرہ۔ یہ لسانی تنوع پاکستانیوں کو اپنے ثقافتی ورثے اور علاقائی شناختوں کی عکاسی کر کے فخر اور باہمی تعلق کا احساس دلانے میں مدد دیتا ہے۔

پاکستانی کھانے

پکوان اور کھانے ثقافتی تنوع کی عکاسی کا اہم عنصر ہوتے ہیں۔ پاکستانی خوراک کا منظرنامہ مختلف علاقائی کھانوں کے امتزاج سے ترتیب پاتا ہے، جن میں پنجابی، سندھی، بلوچی، پختون، کشمیری، گلگتی اور بلتی پکوان شامل ہیں۔ کھانے کے تہوار اور باہمی تبادلے ثقافتی قدر و قیمت اور تفہیم کو فروغ دیتے ہیں اور ملک کے غذائی ورثے کو اجاگر کرتے ہیں۔ ثقافتی خوراک اور پکوانوں کے تہوار اور جشن منانے سے قومی اتحاد کو فروغ ملتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ ثقافتی تنوع کے احترام میں اضافے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔

زبانوں کے قومی اتحاد اور انضمام پر اثرات

لسانی تنوع پاکستانی ثقافت کی گہرائی کو ظاہر کرتا ہے۔ مختلف زبانوں اور بولیوں کے درمیان تعامل ملک کے سماجی تانے بانے، مواصلات اور ہم آہنگی پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔

ثقافتی ورثہ اور شناخت کا فروغ

زبانیں اور بولیاں ثقافتی ورثے اور شناخت کو محفوظ رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ پاکستان کے ہر لسانی گروہ کی اپنی مخصوص ثقافتی روایات اور رسم و رواج ہیں

جو وہ اپنی زبان کے ذریعے برقرار رکھتے ہیں۔ یہ تحفظ معاشرے کے اراکین میں فخر اور تعلق کا احساس پیدا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، سندھی ادب اور شاعری کی ایک طویل تاریخ ہے جو اب بھی زندہ ہے اور علاقائی شناخت اور ثقافتی تسلسل کو مضبوط کرتی ہے۔

قومی اتحاد کے لیے چیلنجز

لسانی تنوع کبھی کبھار قومی اتحاد کے لیے چیلنجز بھی پیدا کر سکتا ہے۔ زبان کے اختلافات باہمی رابطے میں رکاوٹیں بھی پیدا کر سکتے ہیں جس سے غلط فہمی اور سماجی تقسیم ہو سکتی ہے۔ بعض اوقات لسانی تفریقیں علاقائیت اور نسلی تناؤ کو بڑھا دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر مشرقی پاکستان (جو اب بنگلہ دیش کہلاتا ہے) میں زبان کی تحریک نے لسانی گروہوں اور مرکزی حکومت کی زبان کی پالیسیوں کے درمیان گہرا تناؤ پیدا کر دیا۔ یہ تناؤ 1971 میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اہم عوامل میں سے ایک تھا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

اردو کی ابتداء

مغلیہ دور کے دوران برصغیر میں مختلف لسانی اکائیوں کے درمیان رابطے کی سہولت فراہم کرنے کے لیے اردو نے باہمی رابطے کی زبان کے طور پر ترقی کی۔ یہ زبان عربی، فارسی، ترکی اور مختلف ہندوستانی زبانوں سے مل کر بنی جس کی وجہ سے یہ ایک منفرد اور متنوع زبان بن گئی ہے۔

باہمی رابطے کی زبان کے طور پر اردو کا کردار

اردو کو پاکستان کی قومی زبان کے طور پر اختیار کیا گیا۔ باہمی رابطے کی زبان کے طور پر اردو مختلف لسانی گروہوں کے درمیان رابطے اور سمجھ بوجھ کو فروغ دیتی ہے جس سے قومی اتحاد کو تقویت ملتی ہے۔ یہ حکومتی امور، تعلیم اور میڈیا میں استعمال ہونے والی ایسی زبان ہے جو تعامل اور انضمام کے لیے ایک مشترکہ پلیٹ فارم فراہم کرتی ہے۔ تاہم اردو کے فروغ کے ساتھ ساتھ علاقائی زبانوں کے تحفظ کو یقینی بنانا بھی ضروری ہے تاکہ شمولیت اور لسانی تنوع کا احترام کیا جا سکے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

قومی تعلیمی پالیسی میں دیئے گئے پالیسی اقدامات کے مطابق کلاس اول سے نصاب میں تین زبانوں کو شامل کرنا ضروری قرار دیا گیا تھا: انگریزی، اردو اور ایک علاقائی زبان۔

میڈیا اور مواصلات

قومی میڈیا خصوصاً الیکٹرانک میڈیا پاکستان میں زبان کے استعمال اور انضمام پر نمایاں اثر ڈالتا ہے۔ قومی میڈیا بنیادی طور پر اردو کا استعمال کرتا ہے جو معلومات اور ثقافتی مواد کو وسیع پیمانے پر عوام تک پہنچانے میں مدد دیتا ہے اور ایک متحدہ قومی شناخت کو فروغ دیتا ہے۔ تاہم علاقائی میڈیا کے ذرائع جو مقامی زبانوں میں نشریات کرتے ہیں ثقافتی تنوع کو برقرار رکھنے اور یہ یقینی بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں کہ تمام آوازیں سنی جائیں۔

لوک کہانیاں

لوک کہانیاں ان روایتی عقائد، رسوم و رواج، کہانیوں، گیتوں اور روایات کو کہا جاتا ہے جو ایک کمیونٹی میں نسل در نسل زبانی طور پر منتقل ہوتی ہیں۔ اس میں ثقافت کے اظہار کی بہت سی اقسام شامل ہیں جن میں افسانے، داستانیں، پریوں کی کہانیاں، محاورے اور لوک رقص شامل ہیں جو مجموعی طور پر لوگوں کی اقدار،

تاریخ اور شناخت کی عکاسی کرتے ہیں۔

لوک کہانیاں علم کا ذخیرہ فراہم کرتی ہیں اور تسلسل اور ثقافتی ورثے کا احساس دیتی ہیں۔ ان کہانیوں میں اکثر مافوق الفطرت عناصر شامل ہوتے ہیں اور آفاقی موضوعات جیسے محبت، بہادری، اخلاقیات اور انسانیت کی حالت کو بیان کرتی ہیں جو کمیونٹی کے سماجی اور ثقافتی تانے بانے قائم رکھنے کے لیے بصیرت فراہم کرتی ہیں۔

لوک کہانیوں کی ابتدا اور ارتقاء

پاکستان میں لوک کہانیوں کی جڑیں بہت قدیم ہیں اور یہ اس خطے کی ثقافتی اور تاریخی حقائق کے ساتھ گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ پاکستان کے مختلف نسلی گروہوں کی زبانی روایات صدیوں سے قائم ہیں۔ یہ روایات کہانیوں، افسانوں، داستانوں، محاوروں اور گیتوں کی وسیع اقسام پر مشتمل ہیں جو نسل در نسل منتقل ہوتی رہی ہیں۔ پاکستانی لوک کہانیوں کے ارتقاء پر ہندوستانی، آریائی اور ایرانی افسانوں کا گہرا اثر ہے۔

تاریخی پس منظر

پاکستان میں لوک کہانیاں قدیم تہذیبوں سے شروع ہوئی ہیں جیسے موہنجوداڑو کی تہذیب۔ وقت کے ساتھ ساتھ مختلف ثقافتوں جیسے آریائیوں، فارسیوں، یونانیوں، عربوں، ترکوں اور افغانوں کی آمد نے مقامی لوک کہانیوں پر اثر ڈالا اور مختلف ثقافتی عناصر ان کہانیوں کا حصہ بنتے گئے۔

موضوعات اور کردار

پاکستانی لوک کہانیوں کے عام موضوعات میں محبت، بہادری، وفاداری اور مافوق الفطرت عناصر شامل ہیں جیسے پریاں، جنات، بزرگ اور ہیروز جو معاشرے کی اقدار اور عقائد کی عکاسی کرتے ہیں۔

علاقائی تغیرات

پاکستان کے ہر صوبے کی اپنی منفرد لوک کہانیاں ہیں۔ مثلاً پنجابی لوک کہانیاں محبت اور بہادری کی کہانیوں سے بھری ہوئی ہیں، جیسے ہیر رانجھا اور سوہنی مہینوال کی محبت بھری کہانیاں۔ سندھی لوک کہانیوں میں شاہ عبد اللطیف بھٹائی کی مشہور کہانیاں شامل ہیں جبکہ پشتو لوک کہانیوں میں جنگجوؤں اور سرداروں کی بہادری کی نظمیں شامل ہیں۔ بلوچ لوک کہانیاں عموماً بہادری اور عزت کے موضوعات پر مرکوز ہوتی ہیں۔

پاکستان کی مشہور لوک کہانیاں

پنجاب کی مشہور لوک کہانیوں میں ہیر رانجھا، سوہنی مہینوال اور مرزا صاحباں شامل ہیں۔ سندھ کی مشہور کہانیوں میں سسی پنوں، عمر ماروی اور مومل رانو شامل ہیں۔ خیبر پختونخواہ سے مشہور کہانیاں آدم خان اور درخانئی، یوسف خان اور شیر بانو ہیں جبکہ بلوچستان کی مشہور کہانیوں میں ہانی اور شہ مرید، گوہر اور بیبو شامل ہیں۔ گلگت بلتستان میں شہری بدھت اور نانگا پربت کے پراسرار پہاڑوں اور پریوں کی کہانیاں مشہور ہیں۔ آزاد جموں و کشمیر کی مشہور کہانیوں میں راجہ رسالو اور ہمال اور نگر ائی کی کہانیاں شامل ہیں۔

ڈراما

ڈراما ادب کی ایک اہم صنف ہے جو اداکاروں کے ذریعے اسٹیج یا اسکرین پر پیش کیا جاتا ہے۔ ڈرامے میں مکالمے اور اداکاری کے ذریعے کہانی بیان کی جاتی ہے یا کوئی پیغام پہنچایا جاتا ہے۔ یہ ایک مرتب کردہ بیانیے کے ذریعے تنازعات اور جذبات کی نمائندگی کرتا ہے اور اکثر انسانی تعلقات، سماجی مسائل، اور وجودی سوالات جیسے موضوعات پر مشتمل ہوتا ہے۔ ڈراما غمگین اور مزاحیہ کہانیوں سے لے کر تاریخی اور معاصر ڈراموں پر مشتمل ہو سکتا ہے۔ ہر انداز انسانی تجربات کے متعلق ایک منفرد نکتہ نظر پیش کرتا ہے۔ اپنی متحرک نوعیت کے باعث ڈراما ناظرین کو اپنے حصار میں لے لیتا جذباتی ردعمل پیدا کرتا اور زندگی اور معاشرت کے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔

ڈرامے کا ارتقاء

پاکستان میں ڈرامے کی تاریخ بہت پرانی ہے جو قدیم دور سے سٹریٹ تھیٹر اور لوک پرفارمنس کی روایت سے شروع ہوئی۔ جدید دور میں پاکستانی ڈرامے موضوعات کا احاطہ کرتا ہے جو ملک کے ثقافتی تنوع کی عکاسی کرتے ہیں۔ آج کل پاکستانی ڈراما ایک مقبول تفریحی صنف ہے جس کی کامیابی میں کئی باصلاحیت اداکار اور ہدایت کار اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ڈرامے کی صنعت مسلسل ترقی کر رہی ہے اور اس میں جدت پیدا ہو رہی ہے جو مقامی اور بین الاقوامی سطح پر ناظرین کو محظوظ کرنے کا باعث ہے۔ پاکستان میں ڈرامے کے ارتقا پر مقامی روایات اور غیر ملکی اثرات دونوں کا اثر پڑا ہے۔

ابتدائی اثرات

پاکستان میں ڈرامے کی روایت کو کلاسیکی سنسکرت تھیٹر اور فارسی اور عربی کہانیوں کی روایات سے جوڑا جا سکتا ہے جو مسلم فاتحین کے ذریعے اس خطے میں آئیں۔ مغلیہ دور کے شاہی درباروں میں اکثر ڈرامائی پرفارمنسز ہوتی تھیں جن میں فارسی اور مقامی عناصر کا امتزاج ہوتا تھا۔ برطانوی نوآبادیاتی دور نے برصغیر میں مغربی طرز کے تھیٹر کو متعارف کرایا۔ انگریزی ڈرامے پیش کیے گئے اور مقامی مصنفین نے مغربی ڈرامائی تکنیکوں کو مقامی موضوعات اور بیانیوں کے ساتھ آزمانا شروع کیا۔

1947 کے بعد کی ترقی

1947 کے بعد ڈرامے کی صنعت نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔ 1964 میں پاکستان ٹیلی ویژن (PTV) کے قیام نے ڈرامے کے لیے ایک اہم پلیٹ فارم فراہم کیا۔ مشہور مصنفین جیسے اشفاق احمد، بانو قدسیہ، اے حمید اور انور مقصود ابھرے، جنھوں نے ایسے شاندار ڈرامے تخلیق کیے جو سماجی مسائل، ثقافتی ورثے اور معاصر چیلنجز کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان عظیم مصنفین کے علاوہ، ریڈیو، ٹی وی اور تھیٹر کے لیے شاندار کام تخلیق کرنے والے مصنفین کی ایک طویل فہرست موجود ہے۔

آج کل پاکستانی ڈرامہ اپنے شاندار معیار کے لیے مشہور ہے جس میں ٹیلی ویژن ڈرامے خاص طور پر مقبول ہیں جو اکثر سماجی مسائل جیسے جنسی تفریق،

خاندانی تعلقات اور سیاسی معاملات کو اجاگر کرتے ہیں۔ لاہور اور کراچی جیسے بڑے شہروں کے تھیٹرز بھی اس متحرک ڈرامے کے منظر نامے میں حصہ ڈالتے ہیں جہاں کلاسیکی ڈراموں سے لے کر جدید دور تک کی پرفارمنسز پیش کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف اسٹیج شو اور پرفارمنسز ثقافت کے فروغ کے لیے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

علاقائی ثقافتیں اور قومی اتحاد

پاکستان کا ثقافتی تنوع اس کی تاریخ اور مختلف نسلی اکائیوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ پاکستان کی ہر اہم علاقائی ثقافت، پشتون، بلوچ، پنجابی، سندھی اور دیگر کی اپنی مخصوص روایات، زبانیں اور بولیاں ہیں۔ اگرچہ یہ تغیر ملک میں موجود منفرد شناختوں کو اجاگر کرتے ہیں لیکن جب انہیں سراہا جاتا ہے تو یہ ایک مشترکہ تعلق اور اتحاد کے احساس کو فروغ دیتے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

سبّی میلہ پاکستان کے سب سے قدیم ثقافتی تہواروں میں سے ایک ہے جس کی ابتدا پانچ سو سال قبل ہوئی۔ یہ تہوار ہر سال بلوچستان کے شہر سبّی میں منعقد ہوتا ہے۔ تاریخی طور پر یہ ایک عظیم قبائلی اجتماع ہوتا تھا جہاں قبائلی سردار تنازعات حل کرتے اور باہمی دلچسپی کے معاملات پر بات چیت کرتے تھے۔ آج کے دور میں سبّی میلہ ایک اہم ثقافتی تقریب بن چکا ہے جو بلوچستان کے بھرپور ورثے کا عکاس ہے۔

ثقافتی تہوار اور تقریبات

علاقائی تہواروں جیسے پنجاب میں جشنِ بہاراں، سندھ میں لال شہباز قلندر کا عرس، پشتونوں کا موسم بہار کا تہوار اور بلوچستان میں سبّی میلہ منانا قومی اتحاد کو فروغ دیتا ہے۔ یہ تہوار مختلف علاقوں کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر مشترکہ ثقافتی ورثے کا احساس پیدا کرتے ہیں جس سے باہمی ہم آہنگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

زبان و ادب

اردو کے ساتھ ساتھ علاقائی زبانوں میں ادب اور میڈیا کو فروغ دینا باہمی احترام اور سمجھ بوجھ کو بڑھا سکتا ہے۔ مختلف علاقوں کی ادبی شخصیات جیسے بلھے شاہ، شاہ عبداللطیف بھٹائی، خوشحال خان خٹک، اور مست توکّلی کے متعلق پروگراموں کا انعقاد ملک کے ادبی تنوع کی عکاسی کرتا ہے۔

علاقائی تعاون

علاقائی ثقافتی تبادلوں اور تعاون کو فروغ دینا باہمی خلا کو پُر کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ بین الصوبائی دوروں، طالب علموں کے تبادلے اور مشترکہ ثقافتی منصوبوں کو فروغ دینے والے پروگرام اتحاد اور مشترکہ شناخت کا احساس پیدا کرتے ہیں۔

گلوبلائزیشن اور پاکستانی سماج اور ثقافت پر اثرات

گلوبلائزیشن یا عالمگیریت نے معیشت سے لے کر سماجی روایات تک پاکستانی معاشرت اور ثقافت پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں جس کا اثر زندگی کے کئی پہلوؤں پر پڑا ہے۔ گلوبلائزیشن نے مارکیٹوں کو کھولا ہے جس سے ترقی اور معاشی خوشحالی کو فروغ ملا ہے۔ معیشت نے غیر ملکی سرمایہ کاری، تجارتی امکانات اور

دیگر مارکیٹوں تک آسان رسائی کے باعث ترقی کی ہے۔ عالمی ثقافتی ورثے تک رسائی نے ایک بھرپور ثقافتی منظر نامہ تخلیق کیا ہے اور تنوع کے لیے احترام میں اضافہ کیا ہے۔

عالمی سطح پر قابل رسائی میڈیا، فیشن، موسیقی اور کھانا پکانے کی ثقافت نے ثقافتی افق کو وسیع کیا ہے اور تخلیقی اظہار کو نیا رنگ دیا ہے۔ گلوبلائزیشن نے سماجی تحریکوں کو فروغ دیا ہے جن میں بہتر تعلیم، جنسی مساوات اور انسانی حقوق کا شعور شامل ہیں۔ معلومات تک رسائی اور رابطے نے لوگوں کو اصلاحات اور سماجی انصاف کے لیے آواز اٹھانے کی اجازت دی ہے۔

مزید بر آں مواصلات اور ٹیکنالوجی میں ترقی نے پاکستان کو عالمی کمیونٹی سے جوڑ دیا ہے جس سے معلومات کے تبادلے، تخلیقی صلاحیتوں اور ٹیم ورک کو فروغ ملا ہے۔ سماجی تحریکیں اور ثقافتی مکالمہ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے ذریعے متحرک ہوئے ہیں۔

ان فوائد کے ساتھ ساتھ گلوبلائزیشن کے پاکستانی معاشرت اور ثقافت پر منفی اثرات بھی مرتب ہوئے ہیں۔ گلوبلائزیشن نے معیشت کے لیے مشکلات پیدا کی ہیں جن میں مقامی کاروباروں کے لیے زیادہ مقابلہ، غیر ملکی مصنوعات پر انحصار اور عالمی معاشی تبدیلیوں کے لیے حساسیت شامل ہیں۔ ثقافتی نقطہ نظر سے مقامی روایات اور اقدار پر عالمی ثقافتوں کا غلبہ ہونے کا خطرہ موجود ہے۔ مقامی ثقافتیں ماند پڑ سکتی ہیں اور ثقافتی شناخت ضائع ہو سکتی ہے۔ مغربی صارفین کا طرز زندگی معاشرتی عدم مساوات اور تصادم پیدا کر سکتا ہے۔ مزید بر آں، موجودہ سماجی تفاوتوں میں ڈیجیٹل تقسیم اور ٹیکنالوجی تک غیر مساوی رسائی اضافہ کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ، جھوٹی معلومات (Fake News) کا پھیلاؤ اور سائبر خطرات کے مسائل بھی بڑھ گئے ہیں۔

سماجی حرکیات (Social Stratification) اور پاکستان کی ترقی

پاکستانی معاشرت کی ترقی پر مختلف سماجی حرکیات کا گہرا اثر پڑا ہے جن میں خواتین کا مقام، جاگیرداری اور قبائلی نظام شامل ہیں۔ آیئے ان پر ایک ایک کر کے نظر ڈالتے ہیں۔

پاکستانی معاشرے میں خواتین کا مقام

ثقافتی اور سماجی سیاسی عوامل نے پاکستان میں خواتین کے مقام کو تشکیل دیا ہے۔ تاریخی طور پر روایتی رسوم و رواج سے متاثر ہو کر خواتین کا کردار بیشتر گھریلو کاموں تک محدود رہا۔ سماجی توقعات نے خواتین کے کردار کو ماں اور گھریلو خاتون کے طور پر دیکھا جس سے ان کی نقل و حرکت اور عوامی زندگی میں شرکت محدود ہو گئی۔ دیہی علاقوں میں لڑکیوں کے لیے تعلیمی مواقع بہت کم تھے جس کی وجہ سے خواتین میں ناخواندگی کی شرح زیادہ تھی۔

ان مشکلات کے باوجود خواتین نے اپنے خاندانوں اور معاشروں میں اہم کردار ادا کیا، ثقافتی روایات کو برقرار رکھا اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیا۔ پچھلے چند برسوں میں خواتین کی تعلیم اور ملازمت میں نمایاں ترقی دیکھنے میں آئی ہے۔ لڑکیوں کے لیے تعلیم تک بہتر رسائی کی بدولت خواندگی کی شرح میں اضافہ اور ورک فورس میں ان کی شرکت بڑھ گئی ہے۔ آج خواتین سیاست، تعلیم، صحت کی دیکھ بھال اور کاروبار سبھی میں اپنا کردار ادا کر رہی ہیں۔

خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے حکومت نے خواتین کے تحفظ (قوانین میں ترمیم) ایکٹ 2006 نافذ کیا جو خواتین کے حقوق کا دفاع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کام کی جگہ پر خواتین کی ہراسانی کے خلاف تحفظ ایکٹ 2010 ایک اور کوشش ہے جس کا مقصد خواتین کے کام کرنے کے حالات کو بہتر بنانا ہے۔

ان اقدامات کے باوجود پاکستان میں خواتین اب بھی بڑے چیلنجز کا سامنا کر رہی ہیں جیسے کہ صنفی بنیاد پر تشدد، محدود نقل و حرکت، تعلیم، صحت کی دیکھ بھال اور مالی وسائل تک محدود رسائی۔ خواتین کے لیے مواقع اب بھی بہت حد تک قدیم معاشرتی تصورات پر منحصر ہیں۔

پاکستان میں جاگیرداری

پاکستان میں جاگیرداری کا آغاز نوآبادیاتی دور میں ہوا جب برطانوی حکام نے وفاداروں کو انعام دینے کے لیے بڑے زرعی اراضی کے رقبے بنائے۔ ان زمینوں نے مضبوط زمینداروں کی ایک کلاس تشکیل دی جو دیہی معاشروں پر قابض ہو گئی۔

جاگیرداروں کے پاس اکثر بہت زیادہ سیاسی اور سماجی طاقت ہوتی ہے اس لیے وہ مقامی حکومت کو کنٹرول کرتے ہیں اور قومی پالیسیوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سماجی نظام کی درجہ بندی برقرار رہی کیونکہ کسانوں کے پاس بہت کم حقوق ہوتے ہیں اور زمیندار حکومت کرتے ہیں۔

جاگیرداری نے معاشی عدم مساوات کو جنم دیا ہے کیونکہ زمین سے محروم کسان اپنی زندگی گزارنے کے لیے زمینداروں پر انحصار کرتے ہیں۔ اس نظام نے دیہی علاقوں میں غربت کو برقرار رکھا ہے اور اقتصادی نقل و حرکت کو محدود کر دیا ہے۔

جاگیرداری رسوم کو چیلنج کرنے اور زمین کی تقسیم کی کوششیں کی گئی ہیں۔ اگرچہ ان کی عملداری غیر مستحکم رہی اور اکثر طاقتور زمینداروں کی طرف سے مخالفت کا سامنا کیا پھر بھی زمین کے اصلاحاتی پروگرام اپنائے گئے۔ ان میں ۱۹۵۹ میں ایوب خان کی زرعی اصلاحات اور ۱۹۷۲ میں ذوالفقار علی بھٹو کی زرعی اصلاحات قابل ذکر ہیں۔

پاکستان میں قبائلیت

قبائلیت اس سماجی تنظیم اور ثقافتی عمل کو کہا جاتا ہے جو قبائلی وابستگیوں اور وفاداریوں پر مبنی ہوتا ہے۔ اس طرح کے نظام میں افراد کی شناخت اور سماجی حیثیت ان کے قبیلے کی رکنیت سے جڑی ہوتی ہے جو اکثر نسب، خاندان اور مشترکہ ورثے پر مبنی ہوتی ہے۔ خیبر پختونخواہ اور بلوچستان کے مختلف حصوں میں آج بھی قبائلی نظام کے ذریعے حکومت کی جاتی ہے۔

عام طور پر روایتی رہنماؤں یا سرداروں کی قیادت میں قبائل مقامی اصولوں کے تحت چلتے ہیں جو سماجی نظم کو برقرار رکھتے ہیں اور تنازعات کو حل کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ نظام کبھی کبھار قومی قانونی نظام سے متصادم ہو سکتا ہے حالانکہ یہ استحکام اور کمیونٹی کی ہم آہنگی کی ضمانت ثابت ہو سکتا ہے۔ قبائلی شناخت اپنے

ارکان میں یکجہتی اور تعلق کا مضبوط احساس پیدا کرتی ہے۔ تاہم یہ قبائلی جھگڑوں کا سبب بھی بن سکتا ہے اور قومی یکجہتی کی کوششوں میں رکاوٹ ڈال سکتا ہے۔ قبائلی علاقوں کو قومی قانونی اور سیاسی نظام میں ضم کرنا اب بھی ایک آسان کام نہیں۔ گہری جڑیں پکڑی ہوئی قبائلی وابستگیاں ریاستی حکمرانی اور خدمات کو قبائلی علاقوں تک پہنچانے کی کوششوں کو مقبول نہیں ہونے دیتیں۔

سماجی درجہ بندی

سماجی درجہ بندی معاشرے میں افراد اور گروہوں کی ترتیب ہے جو آمدنی، طاقت، تعلیم اور سماجی سطح جیسے عوامل سے متعین ہوتی ہے۔ یہ مختلف سماجی سطحیں تخلیق کرتی ہے جو لوگوں کے سماجی تعلقات، مواقع، اور طرز زندگی کو متعین کرتی ہیں۔

سوسائٹی میں کئی سطحیں ہوتی ہیں اور ہر سطح ایک خاص سماجی و اقتصادی طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ اعلیٰ سماجی طبقے کے افراد کو سیاسی اثر و رسوخ، تعلیم، اور دولت تک زیادہ رسائی حاصل ہوتی ہے، جب کہ نچلے طبقوں کے افراد کو ان وسائل تک رسائی کم ہوتی ہے۔ یہ تفریق طبقات کے درمیان حد بندی کرتی ہے جس سے سماجی تفریق پیدا ہوتی ہے۔

سماجی درجہ بندی سماجی پیمانے پر ترقی کرنے کی صلاحیت کی اجازت بھی دیتی ہے۔ ثقافتی سرمائے اور غیر مالی وسائل جیسے تعلیم، ذہانت، بول چال کا انداز، شخصیت کی کشش اور سماجی نقل و حرکت اور حیثیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

سماجی درجہ بندی سماجی ناہمواری کا سبب بنتی ہے جو اقتصادی ناہمواری، تعلیم، صحت کی سہولتوں، اور سیاسی مواقع تک رسائی پر اثر ڈالتی ہے۔ اعلیٰ سماجی طبقے کے افراد کو اکثر سیاسی طاقت زیادہ حاصل ہوتی ہے، جو فیصلوں اور پالیسیوں کو اپنے حق میں ڈھالنے کا سبب بنتی ہے۔ یہ سماجی و اقتصادی تناؤ اور تنازعات کا باعث بن سکتا ہے جو سماجی ہم آہنگی اور استحکام کو متاثر کرتا ہے۔

سماجی تفاوت کو دور کرنے کے لیے جامع پالیسیوں کی ضرورت ہے تاکہ مساوی مواقع، صحت کی دیکھ بھال اور تعلیم تک رسائی، اور شمولیتی اقتصادی ترقی کو یقینی بنایا جاسکے، جس سے ایک زیادہ منصفانہ اور ہم آہنگ معاشرہ قائم ہو سکے۔

پاکستان میں صوفی سلسلے اور ان کے اثرات

پاکستانی معاشرت اور ثقافت پر صوفی سلسلوں کا گہرا اثر رہا ہے۔ ان سلسلوں کو "طریقت" بھی کہا جاتا ہے جو روحانی ترقی، اللہ سے وفاداری اور اندرونی پاکیزگی کی تلاش پر زور دیتے ہیں۔ پاکستان کے سب سے مشہور صوفی سلسلے قادری، چشتی، نقشبندی اور سہروردی ہیں۔ یہ سلسلے اس علاقے میں گہری جڑیں رکھتے ہیں جنھوں نے برصغیر میں اسلام کے ارتقاء پر بہت اثر ڈالا ہے۔ ان سلسلوں نے اسلامی روایات کے فروغ، مذہبی ہم آہنگی کی حوصلہ افزائی اور مختلف پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد کو اپنی طرف مائل کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

قادری سلسلہ

قادری سلسلہ سب سے قدیم اور پھیلنے والے صوفی سلسلوں میں سے ایک ہے جس کی بنیاد شیخ عبد القادر جیلانی نے 12ویں صدی میں بغداد میں رکھی۔ قادری سلسلہ شریعت، اسلامی قانون کی پابندی اور روحانی پاکیزگی کی تلاش پر زور دیتا ہے جو تزکیہ یعنی اندرونی صفائی اور تصوف کی روحانی مشقوں کے

اصولوں پر مبنی ہے۔ یہ سلسلہ اپنی شمولیت اور عاجزی، سخاوت، اور وفاداری کی اقدار پر زور دینے کے لیے جانا جاتا ہے۔ پاکستان میں قادری سلسلہ خاص طور پر صوفی بزرگوں کے اثرات کی وجہ سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔

چشتی سلسلہ

چشتی سلسلہ جس کی بنیاد خواجہ معین الدین چشتی نے 12 ویں صدی میں رکھی، محبت اور رواداری پر زور دینے کے لیے مشہور ہے۔ چشتی سلسلہ عشق حقیقی یعنی اللہ سے محبت کے تصور کو فروغ دیتا ہے اور خدا کی رضا کے لیے انسانیت کی خدمت کرنے پر زور دیتا ہے۔
چشتی سلسلے کے پیروکار روحانی بلندی کے حصول کے لیے محفل سماع میں شرکت کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ سادگی کو اپنانے اور مادیت کو ترک کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ پاکستان میں چشتی سلسلے کا گہرا اثر ہے اور ان کے بزرگوں کی تعلیمات لاکھوں عقیدت مندوں کو متاثر کرتی ہیں۔

نقشبندی سلسلہ

نقشبندی سلسلہ جس کی بنیاد بہاء الدین نقشبند نے 14 ویں صدی میں وسطی ایشیا میں رکھی اسلامی اصولوں کی سختی سے پیروی اور خاموش ذکر کے لیے جانا جاتا ہے۔ دوسرے صوفی سلسلوں کے برعکس جو عموماً زبانی ذکر پر زور دیتے ہیں، نقشبندی سلسلہ خاموشی سے مراقبہ اور داخلی تجزیے کی مشق کرتا ہے جو دل کے ذریعے اللہ سے تعلق کو مضبوط کرتا ہے۔ یہ سلسلہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے اور روحانی زندگی اور دنیاوی ذمہ داریوں کے درمیان توازن قائم کرنے پر زور دیتا ہے۔ پاکستان میں نقشبندی سلسلے کے پیروکار خاص طور پر شہری علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔

سہروردی سلسلہ

سہروردی سلسلے کی بنیاد ابونجیب سہروردی نے 12 ویں صدی میں رکھی اور بعد میں ان کے بھتیجے شہاب الدین سہروردی نے اسے مقبول بنایا۔ یہ سلسلہ صوفی تصوف کے عناصر کو علمی مشقوں اور سماجی مصروفیت کے ساتھ ملا دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ شریعت کی پابندی، ذہنی نشوونما اور سماجی خدمت پر زور دیتا ہے۔ سہروردی سلسلے کی تعلیمات روح کو پاک کرنے کے لیے سخت روحانی مشقوں اور معاشرت کی بہتری کے لیے علم کے استعمال پر زور دیتی ہیں۔ پاکستان میں سہروردی سلسلہ بہاء الدین ذکریا جیسے اہم صوفی بزرگوں کے ساتھ جڑا ہوا ہے جن کا مکتبہ روحانی اور ثقافتی مرکز کے طور پر کام کرتا ہے۔

صوفی تعلیمات کے مشترکہ اصول

اگرچہ مختلف صوفی سلسلوں کی خصوصیات مختلف ہیں لیکن کچھ مشترکہ اصول ہیں جو ان کے پیروکاروں کو بہتر انسان بنانے میں مدد دیتے ہیں۔ ان میں سے کچھ اہم اصول درج ذیل ہیں:

- صوفی تعلیمات اللہ تعالیٰ سے شدید محبت اور وفاداری پر زور دیتی ہیں جو اکثر عشق حقیقی کے طور پر بیان کی جاتی ہے۔ یہ اصول پیروکاروں کو اللہ تعالیٰ سے براہ راست اور ذاتی تعلق قائم کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جو مراقبہ، دعاؤں اور اسمائے حسنیٰ کے ذکر کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔

- تصوف دل اور روح کو دنیاوی خواہشات اور گناہوں سے پاک کرنے کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔اس عمل کو تزکیہ کہا جاتا ہے جس میں روحانی مشقیں جیسے روزہ رکھنا، صدقہ دینا اور اللہ کا ذکر کرنا وغیرہ شامل ہیں۔
- صوفی تعلیمات کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ تمام موجودات کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا اظہار کیا جائے۔ یہ اصول رواداری، مہربانی، اور انسانیت کی خدمت کو فروغ دیتا ہے جو صوفی عقیدے کی عکاسی کرتا ہے کہ تمام مخلوقات میں وحدت ہے۔
- صوفی عمل کا مرکزی اصول روحانی رہنما (مرشد) اور مرید کے درمیان تعلق ہے۔ مرشد مرید کو روحانی ہدایت فراہم کرتا ہے تاکہ وہ روحانی علم اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکے۔

پاکستانی معاشرت اور ثقافت پر صوفی سلسلوں کا اثر

روحانی اثرات کے ساتھ ساتھ صوفی سلسلوں نے پاکستانی ثقافت اور معاشرت پر بھی گہرا اثر ڈالا ہے۔اس اثر کے کچھ اہم پہلو درج ذیل ہیں:

- صوفی بزرگوں کی وفات کے دن موقع پر منعقد ہونے والی سالانہ عرس کی تقریبات پاکستان میں اہم ثقافتی تہوار ہیں۔لاہور میں داتا گنج بخش کا عرس اور سیہون میں لال شہباز قلندر کا عرس لاکھوں عقیدت مندوں کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں۔ عرس میں عموماً قوالی اور شاعری پیش کی جاتی ہے۔ یہ اجتماعات سماجی اور روحانی ہم آہنگی کو فروغ دیتے ہیں۔

- بابا بلھے شاہ، شاہ عبد اللطیف بھٹائی، اور خواجہ غلام فرید جیسے بزرگوں کی صوفی شاعری پاکستانی ادبی ورثے کا ایک اہم حصہ ہے۔ان شاعروں نے مقامی زبانوں اور بولیوں کا استعمال کرتے ہوئے تصوف کی تعلیمات کو بیان کیا جس سے یہ وسیع تر عوام کے لیے قابل رسائی ہو گئیں۔ان کی شاعری آج بھی مختلف علاقوں کے لوگوں کو متاثر کرتی ہے۔
- قوالی پاکستانی ثقافت کا ایک اہم حصہ ہے۔ مشہور قوال جیسے عزیز میاں، نصرت فتح علی خان اور صابری برادران نے اس صنف کو عالمی سطح پر مقبول بنایا۔صوفی مکتبوں میں قوالی کی محفلیں روحانیت کی بلندی اور اجتماعی عبادت کا ذریعہ ہوتی ہیں۔
- صوفی تعلیمات کا جامع اور عالمگیر پیغام پاکستان میں سماجی ہم آہنگی اور اتحاد کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ صوفی مکتبے مختلف مذہبی اور نسلی پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے کھلے ہوتے ہیں جو صوفی اصول "عالمی بھائی چارے" کی عکاسی کرتے ہیں۔

بہت سے پاکستانی روز مرہ زندگی میں صوفی اقدار سے متاثر ہوتے ہیں۔ پیروکاروں کی روحانی زندگی ذکر، سماجی خدمت اور صدقہ جیسے عوامل پر انحصار کرتی ہے جو ایک پُر امن معاشرے کے اخلاقی تانے بانے کو تشکیل دینے میں مدد دیتے ہیں۔

میں نے کیا سیکھا

- ثقافتی عناصر جیسے زبان، مذہب، فن، اور روایات معاشرے میں ثقافتی تنوع کے فروغ اور اس میں تبدیلی پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔
- علاقائی تہواروں اور روایات کا جشن منانا مختلف گروہوں کے درمیان شمولیت اور باہمی احترام کو فروغ دیتا ہے۔
- پاکستان میں بولی جانے والی مختلف زبانیں اور بولیاں اس کے بھرپور ثقافتی ورثے کی عکاسی کرتی ہیں۔
- اردو ایک مشترکہ رابطہ زبان کے طور پر قومی یکجہتی کو فروغ دیتی ہے جبکہ علاقائی زبانیں مقامی شناختوں اور ثقافتی تنوع کو محفوظ رکھتی ہیں۔
- پاکستانی لوک کہانیاں قدیم روایات سے وابستہ ہیں اور ہر علاقے کی منفرد رسوم، افسانوں، اور کہانیوں پر مشتمل ہیں۔
- پاکستان میں ڈرامہ کلاسیکی اثرات سے لے کر جدید تشریحات تک ترقی کر چکا ہے جو سماجی روایات اور ثقافتی اظہار پر گہرے اثرات ڈالتا ہے۔
- علاقائی ثقافتیں قومی اتحاد میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، جو مشترکہ ثقافتی ورثے کو فروغ دیتی ہیں۔
- گلوبلائزیشن نے پاکستانی معاشرے کو نہ صرف مواقع فراہم کیے ہیں بلکہ ان سے چیلنجز کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے۔ یہ اقتصادی ترقی، ثقافتی تبادلے، اور سماجی روایات پر اثرانداز ہوئی ہے۔
- خواتین کا مقام، جاگیرداری اور قبائلیت نے پاکستانی معاشرت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔
- خواتین کی تعلیم اور ملازمت کی فراہمی، جاگیرداری کے چیلنجز اور قبائلیت کی ثقافتی اہمیت ملک کی سماجی ترقی کے اہم عوامل ہیں۔
- قادری، چشتی، نقشبندی اور سہروردی جیسے صوفی سلسلوں نے پاکستانی روحانیت اور ثقافت پر گہرا اثر ڈالا ہے۔
- محبت، ہمدردی اور روحانی رہنمائی کے مشترکہ اصول ان سلسلوں کو ایک مربوط روحانی اکائی بننے میں مدد دیتے ہیں جو سماجی ہم آہنگی اور ثقافتی ورثے کو فروغ دیتے ہیں۔

مشقی سوالات

درج ذیل سوالات کے جوابات الف، ب، ج یا د میں سے منتخب کرکے دیں۔

1۔ درج ذیل میں سے کون سا ثقافتی عنصر سب سے زیادہ براہ راست معاشرتی ثقافتی تنوع کو فروغ دے سکتا ہے؟

الف) یکساں زبان کی پالیسی
ب) علاقائی تہواروں کا جشن
ج) مرکزیت پر مبنی تعلیمی نظام
د) قومی کھیلوں کے مقابلے

2۔ علاقائی تہوار ثقافتی تنوع پر کس طرح اثرانداز ہوتے ہیں؟

الف) یہ مقامی روایات اور رسومات کو اجاگر کرتے ہیں اور ان کا جشن مناتے ہیں۔
ب) یہ مختلف علاقوں میں یکسانیت کو فروغ دیتے ہیں۔
ج) یہ روایتی فنون کے استعمال کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔
د) یہ صرف قومی تاریخ پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔

3۔ پاکستان میں اردو کا قومی اتحاد کے حوالے سے کیا کردار ہے؟

الف) یہ مختلف علاقوں کے درمیان تقسیم پیدا کرتی ہے۔
ب) یہ بڑے شہروں کے باہر شاذونادر ہی بولی جاتی ہے۔
ج) یہ تمام علاقائی زبانوں کی جگہ لیتی ہے۔
د) یہ ایک متحد کرنے والی رابطہ زبان کے طور پر کام کرتی ہے۔

4۔ ہیر رانجھا کی کہانی پاکستان کی ثقافت کے کس پہلو کی مثال ہے؟

الف) جدید ڈرامہ
ب) لوک کہانیاں
ج) اقتصادی پالیسی
د) سائنسی دریافت

5۔ درج ذیل میں سے کون سا عمل پاکستان کی ثقافت پر گلوبلائزیشن کے اثرات کو بہترین طور پر بیان کرتا ہے؟

الف) مقامی ثقافتوں کا ہم آہنگ ہونا
ب) عالمی اثرات سے مکمل طور پر الگ تھلگ ہونا
ج) عالمی عناصر کا مقامی روایات کے ساتھ انضمام
د) قدیم زبانوں کا بغیر تبدیلی کے تحفظ

6۔ علاقائی ثقافتیں پاکستان میں قومی یکجہتی میں کس طرح حصہ ڈالتی ہیں؟

الف) ایک ثقافتی شناخت کو نافذ کرکے
ب) مشترکہ ثقافتی ورثے کو فروغ دے کر
ج) مقامی روایات کو نظر انداز کرکے
د) قومی علامات کو مسترد کرکے

7۔ سماجی درجہ بندی کی ایک بنیادی خصوصیت کیا ہے؟

الف) وسائل کی مساوی تقسیم
ب) افراد اور گروہوں کی درجہ بندی
ج) یکساں سماجی حیثیت
د) سماجی طبقات کا فقدان

8۔ سماجی درجہ بندی سماجی ناہمواری کا سبب کس طرح بنتی ہے؟

الف) سب کو یکساں مواقع فراہم کرکے
ب) اقتصادی اور سماجی تفاوت پیدا کرکے
ج) دولت کی مساوی تقسیم کو یقینی بناکر
د) طبقاتی امتیاز کو ختم کرکے

درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1۔ علاقائی تہوار پاکستان کے ثقافتی تنوع میں کس طرح حصہ اپناڈالتے ہیں؟

2۔ گلوبلائزیشن نے پاکستانی معاشرت پر کس طرح اثر ڈالا ہے؟

3۔ جاگیرداری نے پاکستان کے دیہی سماجی ڈھانچے پر کیا اثرات مرتب کیے ہیں؟

4۔ سماجی درجہ بندی کیا ہے؟

5۔ پاکستان میں اہم صوفی روحانی سلسلوں کے دو مشترکہ اصول کیا ہیں؟

درج ذیل سوالات کے جوابات تفصیل سے دیں۔

1۔ پاکستانی معاشرت میں ثقافتی تنوع کے فروغ یا تبدیلی پر مختلف ثقافتی عناصر اور اجزاء کے اثرات پر بحث کریں۔ اپنے تجزیے کے حق میں مثالیں فراہم کریں۔

2۔ پاکستان کی ادبی تاریخ میں لوک کہانیاں اور ڈرامے کی ابتداء اور ارتقاء کا تجزیہ کریں۔ ان فنونِ لطیفہ نے پاکستانی ثقافت پر کیا اثرات مرتب کیے؟

3۔ قومی یکجہتی کے لیے علاقائی ثقافتوں کے کردار کا جائزہ لیں۔

4۔ خواتین کے مقام، جاگیرداری اور قبائلیت کے حوالے سے پاکستانی معاشرے کے ارتقاء کا تجزیہ کریں۔

5۔ سماجی درجہ بندی کی خصوصیات اور کلیدی تصورات کا تجزیہ کریں۔ سماجی درجہ بندی کس طرح سماجی ناہمواری کا سبب بنتی ہے؟

موازنہ اور تضاد

پاکستان کی دو مختلف علاقائی ثقافتوں کا انتخاب کریں۔ ہر علاقے کے ثقافتی عناصر کی تحقیق کریں، جن میں زبان، روایات، تہوار، موسیقی اور کھانے شامل ہیں۔ یہ تجزیہ کریں کہ ہر ثقافت پاکستان کی وسیع تر قومی شناخت اور یکجہتی میں کس طرح حصہ ڈالتی ہے۔ ان ثقافتوں کو قومی ثقافت کے ساتھ انضمام میں کون سے چیلنجز درپیش ہیں، اور یہ قوم کی ثقافتی تنوع میں کیا فوائد لاتی ہیں۔

وقت کے ساتھ تعلق

پاکستان کی تاریخ سے ایک مخصوص ثقافتی رسم کا انتخاب کریں۔ یہ ایک روایتی تہوار، فن کا کوئی مخصوص انداز، زبان، یا سماجی رسم ہو سکتی ہے۔ منتخب کردہ ثقافتی رسم کی ابتداء اور تاریخی تناظر میں اس کی اہمیت کا مطالعہ کریں۔ یہ دیکھیں کہ ماضی میں اسے کس طرح انجام دیا جاتا تھا اور معاشرے میں اس کا کیا کردار تھا۔ یہ تحقیق کریں کہ یہ ثقافتی رسم وقت کے ساتھ کس طرح بدلی ہے اور آج کے پاکستان میں اس کی کیا اہمیت ہے۔ آج کے دور میں اسے کس طرح اپنایا جا رہا ہے، اس میں کون سے تبدیلیاں آئی ہیں، اور اس کے معاصر معاشرت پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

پراجیکٹ

چھوٹے گروپوں میں کام کریں اور پاکستان کے کسی مخصوص علاقے کو منتخب کریں۔ منتخب علاقوں میں پنجاب، سندھ، بلوچستان، خیبر پختونخوا، گلگت بلتستان، اور آزاد جموں وکشمیر شامل ہو سکتے ہیں۔ منتخب علاقے پر تحقیق کریں، ثقافتی عناصر، تاریخی پس منظر، معاصر اہمیت، اور قومی یکجہتی میں اس کا حصہ شامل کریں۔ یہ تجزیہ کریں کہ اس علاقے کی ثقافت پاکستان کی قومی شناخت اور یکجہتی میں کس طرح حصہ ڈالتی ہے۔ ہر گروپ ایک مکمل پیشکش تیار کرے گا اور اسے کلاس کے ساتھ شیئر کرے گا۔

سرگرمی

پاکستان کے درج ذیل نقشے میں، پاکستان کے مختلف حصوں میں بولی جانے والی زبانوں کے نام لکھیں۔

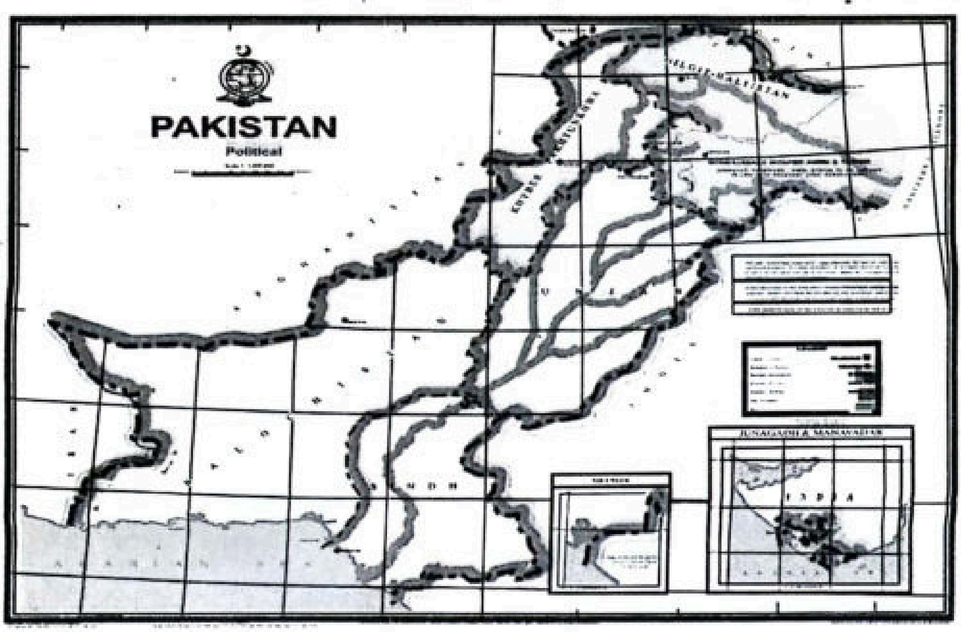

لغت

ثقافتی تنوع: ایک معاشرے میں مختلف ثقافتی یا نسلی گروپوں کا وجود۔ یہ مختلف کمیونٹیز کے درمیان زبان، روایات، رسم و رواج، اور عقائد میں فرق کو شامل کرتا ہے۔

رابطہ زبان: ایک عام زبان جو مختلف مادری زبانوں والے افراد کے درمیان رابطے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ پاکستان میں اردو رابطہ زبان کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔

لوک کہانیاں: روایتی عقائد، رسوم و رواج، کہانیاں، گیت، اور افعال جو ایک کمیونٹی میں نسل در نسل منتقل ہوتے ہیں۔ لوک کہانیاں ایک گروہ کے ثقافتی ورثے اور اقدار کی عکاسی کرتی ہیں۔

ڈراما: ادب کی ایک صنف جو اداکاروں کے ذریعے اسٹیج یا ٹی وی پر پیش کرنے کے لیے تیار کی جاتی ہے، جس میں مکالمے اور عمل کے ذریعے کہانی یا پیغام پہنچایا جاتا ہے۔

جاگیرداری: ایک سماجی نظام جو دیہی علاقوں میں رائج ہے، جہاں زمین مالکان ان کسانوں پر اختیار رکھتے ہیں جو زمین پر کام کرتے ہیں۔ یہ سماجی ڈھانچوں اور اقتصادی تفریق کو پیدا کرتا ہے۔

قبائلیت: ایک سماجی تنظیم جو قبائل یا خاندانوں پر مبنی ہوتی ہے، جہاں اپنے گروہ کے ساتھ وفاداری کو اولین ترجیح دی جاتی ہے۔ قبائلیت میں مضبوط خاندانی تعلقات اور روایتی حکومتی نظام ہوتے ہیں۔

سماجی درجہ بندی: معاشرے میں افراد اور گروہوں کی درجہ بندی جو دولت، طاقت، تعلیم اور سماجی حیثیت جیسے عوامل پر مبنی ہوتی ہے۔ یہ الگ الگ سماجی طبقات اور ناہمواری کو پیدا کرتی ہے۔

عالمی کاری: دنیا بھر میں افراد، کمپنیوں اور حکومتوں کے درمیان بڑھتی ہوئی باہمی تعلقات اور تعامل کا عمل، جو عموماً ثقافتی تبادلے، اقتصادی انضمام اور سماجی تبدیلیوں کا باعث بنتا ہے۔

صوفی سلسلے: روحانی گروہ جو تصوف پر توجہ مرکوز کرتے ہیں اور خدا تک پہنچنے کی براہ راست اور ذاتی تلاش پر زور دیتے ہیں۔ یہ عموماً اندرونی پاکیزگی، وفاداری اور عالمگیر محبت پر زور دیتے ہیں۔

قومی یکجہتی: ایک قوم کے اندر مختلف گروپوں کے درمیان اتحاد اور ہم آہنگی پیدا کرنے کا عمل، جو مشترکہ قومی شناخت اور مقصد کو فروغ دیتا ہے۔

قوالی: موسیقی کی ایک قسم جو تصوف سے جڑی ہوتی ہے اور جس میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

سماجی ناہمواری: وسائل، مواقع اور مراعات کی غیر مساوی تقسیم جو سماج میں افراد اور گروہوں کے درمیان ہوتی ہے، جو اکثر سماجی درجہ بندی کے نتیجے میں عمل میں آتی ہے۔

حصہ اول: پاکستان کا ثقافتی تنوع

باب دوم: تفریحی سرگرمیاں - کھیل

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- معاشرے میں تفریحی سرگرمیوں کی اہمیت کو پہچان سکیں اور پاکستانی معاشرت میں مقبول کچھ اہم تفریحی سرگرمیوں کو دریافت کر سکیں۔
- کھیلوں کو ایک اہم تفریحی سرگرمی کے طور پر سمجھ سکیں اور پاکستان میں مقبول روایتی، غیر روایتی، قومی اور بین الاقوامی کھیلوں کی موجودگی کا جائزہ لے سکیں۔

تفریحی سرگرمیاں

لوگ اپنی خوشی، ذات کی تکمیل اور فارغ وقت میں آرام کے لیے تفریحی سرگرمیوں سے لطف اٹھاتے ہیں۔ کھیل، مشغلے، دوستوں کے ساتھ ملاقاتیں، ثقافتی تقریبات اور تفریحی سفر ان سرگرمیوں میں شامل ہوسکتے ہیں۔

تفریحی سرگرمیاں پاکستان کی روزمرہ زندگی کا حصہ ہیں جو قوم کے وسیع تر ثقافتی تنوع اور مشترکہ اقدار کی نمائندگی کرتی ہیں۔ فٹ بال، ہاکی اور کرکٹ جیسی عام تفریحی سرگرمیاں لوگوں کو متحد کرتی ہیں اور قومی اور معاشرے کی سطح پر فخر کا احساس بڑھاتی ہیں۔

کبڈی اور ملاکھڑا جیسے روایتی کھیل اور جشن بہاراں جیسے رنگین تہوار ثقافتی ورثے کو اجاگر کرتے ہیں اور سماجی میل جول کے لیے خوشی کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مقامی تھیٹر میں شرکت، خاندان کے ساتھ پکنک پر جانا اور باہر کھانے کے مواقع ذہنی سکون اور تازگی کے لیے اہم ہیں۔ وہ لوگ جو تفریحی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں وہ اپنی جسمانی اور ذہنی صحت کو بہتر بنا سکتے ہیں، اپنے معاشرے میں مضبوط سماجی تعلقات قائم کرسکتے ہیں اور اپنی زندگیوں میں ایک صحت مند توازن حاصل کرسکتے ہیں۔

تفریحی سرگرمیوں کی اہمیت

تفریحی سرگرمیاں معاشرے کی سماجی ہم آہنگی اور مجموعی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہیں۔ یہ لوگوں کے معیارِ زندگی کو بہتر بناتی ہیں کیونکہ یہ تفریح، آرام اور جسمانی صحت کی بہتری کے مواقع فراہم کرتی ہیں۔ تفریحی سرگرمیوں کے کچھ اہم فوائد درج ذیل ہیں:

جسمانی صحت

تفریحی سرگرمیاں جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہیں۔ کھیل، ہائیکنگ اور تیراکی جیسی سرگرمیاں قلبی صحت کو بہتر بناتی ہیں، پٹھوں کو مضبوط کرتی ہیں اور لچک اور برداشت میں اضافہ کرتی ہیں۔

باقاعدگی سے جسمانی تفریحی سرگرمیوں میں حصہ لینا وزن کو قابو میں رکھنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ دل کی بیماریوں، ذیابیطس اور موٹاپے جیسی دائمی بیماریوں کے خطرے کو کم کرتا ہے اور مجموعی صحت کو بہتر بناتا ہے۔ روزمرہ کے معمول میں مختلف جسمانی سرگرمیاں شامل کرکے اپنی جسمانی صحت کو بہتر بنایا جاسکتا ہے اور تفریحی سرگرمیوں کے سماجی اور ذہنی فوائد بھی حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

ذہنی قوت

تفریحی سرگرمیاں ذہنی سکون اور خوشی کے لیے بے شمار فوائد فراہم کرتی ہیں۔ کھیل، دوڑ، پیدل چلنا، پکنک، فنون دستکاری اور سماجی اجتماعات جیسی سرگرمیاں روزمرہ کی پریشانیوں سے ایک ذہنی وقفہ فراہم کرتی ہیں اور انسان کو سکون اور آرام دیتی ہیں۔ ان سرگرمیوں کے ذریعے دماغ میں ایسے ہارمونز بھی خارج ہوتے ہیں جو موڈ کو بہتر بناتے اور خوشی کا احساس پیدا کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ، تفریحی سرگرمیاں یادداشت، توجہ، اور مسئلہ حل کرنے کی صلاحیتوں جیسے ذہنی افعال کو بھی بہتر بناتی ہیں۔ خاص طور پر سماجی تفریحی سرگرمیاں تعلقات بنانے اور مضبوط کرنے میں مدد دیتی ہیں جس سے جذباتی پختگی اور تعلق کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ روزمرہ کے معمول میں تفریحی سرگرمیوں کو شامل کر کے اپنی زندگی میں توازن حاصل کیا جا سکتا ہے جس سے مجموعی ذہنی صحت اور لچک میں اضافہ ہوتا ہے۔

معاشرتی ہم آہنگی

تفریحی سرگرمیاں معاشرتی ہم آہنگی کو بڑھانے اور مضبوط سماجی رابطے قائم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ گروہی سرگرمیوں میں حصہ لینا جیسے کھیل، تہوار اور رضاکارانہ کام افراد کو آپس میں بات چیت کرنے اور مضبوط تعلقات قائم کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ یہ مشترکہ تجربات معاشرے کے ارکان میں اعتماد اور احترام پیدا کرتے ہیں جس سے باہمی تعلق کا احساس اور اجتماعی شناخت بنتی ہے۔ تفریحی سرگرمیوں میں حصہ لینا ٹیم ورک اور تعاون کو فروغ دیتا ہے جو کہ ایک ہم آہنگ معاشرے کے لیے ضروری ہیں۔

مزید یہ کہ باہمی میل جول پر مبنی تفریحی سرگرمیاں ثقافتی اور نسلی تفریق کو ختم کرنے میں مدد دیتی ہیں اور مختلف گروہوں کے درمیان سمجھ اور شمولیت کو فروغ دیتی ہیں۔ لوگوں کو مثبت اور خوشگوار ماحول میں اکٹھا کر کے تفریحی سرگرمیاں ایک دوسرے سے ہم آہنگ، معاون اور لچکدار معاشرے کی تشکیل میں مدد دیتی ہیں۔

ثقافتی تحفظ

تفریحی سرگرمیاں ثقافتی ورثے کے تحفظ اور فروغ میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ روایتی کھیل، تہوار، موسیقی، رقص اور دستکاری کسی بھی معاشرے کی ثقافتی شناخت کا حصہ ہیں اور ان سرگرمیوں میں شرکت ان روایات کو زندہ رکھتی ہے۔

تفریحی سرگرمیوں کے ذریعے ثقافتی علم اور روایات اگلی نسلوں تک منتقل کی جاتی ہیں اور اس بات کو یقینی بنایا جاتا ہے کہ نوجوان نسل اپنے ورثے سے جڑی رہے۔

اسلام آباد میں لوک ورثہ میلہ جیسے تہوار لوگوں کو ثقافتی رسومات اور روایات کا تجربہ کرنے اور ان میں حصہ لینے کا موقع فراہم کرتے ہیں جس سے فخر اور تعلق کا احساس بڑھتا ہے۔

مزید یہ کہ تفریحی سرگرمیاں ثقافت کی انفرادیت کو وسیع تر معاشرے اور باہر سے آئے مہمانوں کے سامنے اجاگر کرتی ہیں اس طرح ثقافتی تنوع کو فروغ ملتا ہے۔ ان سرگرمیوں میں بھرپور شرکت کرنے سے معاشرے اپنے ثقافتی جواہر کو تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا میں بھی محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

پاکستان کے دیہی علاقوں میں کہانی صرف تفریح کی ایک شکل نہیں ہے بلکہ تاریخ، ثقافت اور اخلاقی اقدار کو محفوظ رکھنے کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے۔ بہت سی دیہی برادریوں میں بزرگ اور کہانی سنانے والے جنہیں "داستان گو" کہا جاتا ہے شام کے وقت لوگوں کو لوک داستانیں، تاریخی واقعات اور اخلاقی اسباق کی کہانیاں سنانے کے لیے جمع کرتے ہیں۔

پاکستانی معاشرے میں تفریحی سرگرمیاں

دیہی علاقوں میں عام سرگرمیاں

پاکستان کے دیہی علاقوں میں تفریحی سرگرمیاں عموماً قدرتی ماحول، ثقافتی روایات، اور جدید سہولتوں تک محدود رسائی سے متاثر ہوتی ہیں۔ دیہی علاقوں میں کچھ عام تفریحی سرگرمیاں درج ذیل ہیں:

- کبڈی، ملاکھڑا، والی بال اور دیگر روایتی کھیل دیہی علاقوں میں مقبول ہیں جو کھلے میدانوں اور سڑکوں پر کھیلے جاتے ہیں۔
- سماجی اجتماعات جیسے شادیوں، عید کی تقریبات، ثقافتی اور مذہبی تہوار دیہی زندگی کا اہم حصہ ہیں جو لوگوں کو آپس میں ملنے جلنے کا موقع فراہم کرتے ہیں اور معاشرتی تعلقات کو مضبوط کرتے ہیں۔ ایسے اجتماعات کے لیے دیہی علاقوں میں چوپال، ڈیرہ یا بیٹھک ایک باقاعدہ مقام ہوتا ہے۔
- داستان گوئی اور لوک موسیقی کی روایات پاکستان کے دیہی علاقوں میں آج بھی زندہ ہیں جہاں گاؤں کے باشندے تاریخ اور ثقافتی ورثے کو گیتوں اور کہانیوں کے ذریعے ایک دوسرے کو سناتے ہیں۔
- روایتی دستکاریاں دیہی معاشرے میں عام ہوتی ہیں۔ ان میں مٹی کے برتن، بُنائی اور کڑھائی شامل ہیں جو عموماً نسل در نسل منتقل ہوتی ہیں۔ یہ بہت سے لوگوں کے لیے روزی کمانے کا ذریعہ بھی ہیں جبکہ کچھ لوگ اسے بطور مشغلہ اپناتے ہیں۔
- شکار کرنا اور مچھلی پکڑنا بھی دیہی علاقوں کے پسندیدہ مشاغل ہیں کیونکہ وہاں جنگلی حیات اور پانی کے وسائل نسبتاً زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ سرگرمیاں تفریح اور خوراک کے ذرائع بھی فراہم کرتی ہیں۔
- مقامی تہوار جیسے "میلے" دیہی علاقوں میں مخصوص مواقع پر منعقد ہوتے ہیں جو آس پاس کے علاقوں کے لوگوں کو اکٹھا کرتے ہیں جن میں موسیقی، رقص، کھانا اور کھیل شامل ہوتے ہیں۔ بہت سے میلے بہار کی آمد یا اچھی فصل کی خوشی میں منعقد کیے جاتے ہیں۔
- کمیونٹی سروس بھی کئی دیہی علاقوں میں ایک عام تفریحی سرگرمی ہے۔ پانی کی نالیوں کی صفائی، عوامی مقامات کی دیکھ بھال اور ہمسایوں کی مدد جیسے کام معاشرتی اور سماجی ذمہ داری کا احساس بڑھاتے ہیں۔

شہری علاقوں میں عام سرگرمیاں

پاکستان کے شہری علاقوں میں تفریحی سرگرمیاں عموماً دیہی علاقوں سے مختلف ہوتی ہیں۔

کھیل اور ورزش خاص طور پر نوجوان پاکستانیوں کے لیے عام تفریحی سرگرمیاں ہیں۔ کرکٹ کے علاوہ بہت سے پاکستانی دیگر کھیلوں جیسے فٹ بال، باسکٹ

بال، ٹینس اور اسکواش سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ فٹنس کے شوقین افراد صحت مند اور فعال رہنے کے لیے جِم اور جاگنگ ٹریک جاتے ہیں۔

سفر پاکستان کے لیے ایک پسندیدہ تفریحی سرگرمی بن چکا ہے۔ اندرونِ ملک سیاحت میں بہت اضافہ ہوا ہے کیونکہ پاکستان میں بہت سے دلچسپ سیاحتی مقامات ہیں جیسے قدیم موہنجوداڑو کے کھنڈرات سے لے کر شمالی علاقوں کی خوبصورت وادیاں۔ بہت سے لوگ نئے مقامات کی سیر کرتے ہیں، مختلف ثقافتوں کا تجربہ کرتے ہیں اور ملک کی تاریخ اور ورثے کے بارے میں سیکھتے ہیں۔

مطالعہ اور تحریر کے مشغلے انٹرنیٹ کے ایجاد کے بعد متاثر ہوئے ہیں لیکن پھر بھی پاکستان میں یہ تفریحی سرگرمیاں مقبول ہیں۔ بہت سے لوگ اردو، انگریزی، اور علاقائی ادب، شاعری اور بلاگنگ وغیرہ سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

ویڈیو گیمز پاکستان میں تیزی سے مقبول ہو گئی ہیں اور بہت سے لوگ دوستوں اور خاندان کے ساتھ آن لائن گیمنگ سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ گیمنگ ٹورنامنٹس اور ای سپورٹس کے مقابلے بھی مقبولیت حاصل کر رہے ہیں جن میں بہت سے نوجوان کھلاڑی قومی اور بین الاقوامی سطح پر مقابلہ کرتے ہیں۔

ٹیلی ویژن اور سوشل میڈیا بھی بہت سے پاکستانیوں کے لیے پسندیدہ تفریحی سرگرمیاں ہیں۔ متعدد ویب چینلز، ویڈیو اسٹریمنگ سائٹس اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کے آنے کے ساتھ بہت سے لوگ خاص طور پر بزرگ افراد اپنا زیادہ تر وقت ٹی وی اسکرین کے سامنے گزارتے ہیں تاکہ وہ اپنے پسندیدہ پروگرام دیکھ سکیں۔

تفریحی سرگرمیاں لوگوں کو آپس میں ملاتی ہیں، سماجی تعلقات کو بڑھاتی ہیں اور پاکستانی معاشرت کے ثقافتی حسن میں اضافہ کرتی ہیں۔ یہ روزمرہ کاموں میں وقفہ فراہم کرتی ہیں تخلیقی صلاحیتوں میں اضافہ اور جدت کو فروغ دیتی ہیں اور جسمانی اور ذہنی فلاح و بہبود کو جلا بخشتی ہیں۔

ورلڈ ٹریول اینڈ ٹورازم کونسل 2023 کی سالانہ تحقیق کے مطابق، پاکستان کے مقامی سیاحوں نے ایک سال کے دوران 3.8 کھرب روپے خرچ کیے۔ یہ رقم 2024 میں تقریباً 4 کھرب روپے تک پہنچ چکی ہے۔

پاکستان میں کھیلوں کی اہمیت

کھیل ایک اہم تفریحی سرگرمی ہے جو افراد اور معاشرے کی جسمانی، ذہنی، اور سماجی فلاح و بہبود میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ کھیلوں میں مشغول ہونا جسمانی صحت، جسم و ذہن کی ہم آہنگی اور لچک کو بہتر بناتا ہے جو روزمرہ کے کاموں اور چوٹوں سے بچاؤ کے لیے ضروری ہے۔ یہ دل کی بیماریوں، ذیابیطس، اور موٹاپے جیسے دائمی امراض کے خطرے کو کم کرتا ہے۔ کھیلوں سے ذہنی دباؤ کم ہوتا ہے، خود اعتمادی بڑھتی ہے، اور مستقل مزاجی اور محنت کی عادت فروغ پاتی ہے۔ سماجی طور پر کھیل صحت مند معاشرے کی تشکیل، ٹیم ورک اور تعاون کو فروغ دیتے ہیں جو زندگی کے دیگر شعبوں میں بہتری کا ضامن بنتا ہے۔ یہ کردار سازی کی صلاحیتوں کو بھی بڑھاتے ہیں جیسے اچھے کاموں میں اپنا وقت وقف کرنا اور محنت اور انصاف سے کام لینا۔ جسمانی سرگرمیاں یادداشت، توجہ اور مسئلہ حل

کرنے کی صلاحیتوں کو بھی بہتر بناتی ہیں۔

نوکریوں کی تخلیق، سیاحت اور کھیلوں سے متعلق سامان اور خدمات کی فروخت کے ذریعے معاشی سرگرمیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ کھیلوں کے مقابلوں کی میزبانی مقامی معیشتوں کو فروغ دے سکتی ہے اور عالمی سطح پر شناخت حاصل کر سکتی ہے۔ بین الاقوامی کھیلوں کے مقابلوں کے ذریعے ثقافتی تبادلے اور باہمی تفہیم کو فروغ ملتا ہے۔

پاکستان میں کھیل

پاکستان میں روایتی کھیل

پاکستان میں روایتی کھیلوں کی تاریخ شاندار اور ثقافتی اہمیت ہے۔ کئی کھیل نسل در نسل منتقل ہوتے آئے ہیں۔ یہ کھیل جسمانی صحت? طاقت، اور چستی کو فروغ دیتے ہیں جبکہ کمیونٹی کی شمولیت اور سماجی تعلقات کو بھی مضبوط کرتے ہیں۔

کبڈی پاکستان کا ایک مقبول کھیل ہے جو دیہی پاکستان سے جڑا ہوا ہے۔ اس میں کشتی اور رگبی کے عناصر شامل ہیں۔ اس کھیل میں دو ٹیمیں ہوتی ہیں جن کے کھلاڑی باری باری حریف ٹیم کے نصف میدان پر حملہ کرتے ہیں اور دفاعی کھلاڑیوں کو چھو کر واپس اپنے نصف میدان میں آجاتے ہیں۔ دفاعی کھلاڑی حملہ آور کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ کھیل پورے ملک میں کھیلا جاتا ہے، جس میں قومی اور بین الاقوامی مقابلے شامل ہیں۔ کبڈی طاقت، تیزی اور حکمت عملی کو فروغ دیتا ہے جس کی وجہ سے یہ پاکستان میں ایک پسندیدہ کھیل ہے۔

روایتی کشتی بھی پاکستان کے دیہی علاقوں میں مقبول ہے۔ پہلوان ایک گول دائرے میں کشتی لڑتے ہیں جسے "اکھاڑا" کہا جاتا ہے۔ مقابلے میں گرفت کے طریقے اور طاقت و مہارت کا مظاہرہ شامل ہوتا ہے۔ پہلوانی کی تربیت میں سخت جسمانی مشقت اور خاص خوراک پر زور دیا جاتا ہے۔ پاکستان میں گوجرانوالہ کو "پہلوانوں کا شہر" کہا جاتا ہے۔ ان دیہی مراکز سے تربیت حاصل کرکے پاکستانی پہلوان جیسے گاما پہلوان جنہیں "رستم زمان" کا خطاب دیا گیا اور جھارا پہلوان نے بین الاقوامی میدانوں میں پاکستان کا پرچم بلند کیا۔

ملاکھڑا سندھ کا ایک روایتی کشتی کا کھیل ہے جس میں پہلوان رنگین کمربند باندھ کر مقابلہ کرتے ہیں۔ مقصد حریف کو اس کے کمربند سے پکڑ کر بے قابو کرنا اور زمین پر گرا دینا ہوتا ہے۔ یہ مقابلے عموماً ثقافتی تہواروں اور تقریبات کے دوران کھلے میدانوں میں ہوتے ہیں۔

رسہ کشی پاکستان کے دیہی علاقوں کا ایک روایتی کھیل ہے۔ اس کھیل کے لیے طاقت، برداشت اور ٹیم ورک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کھیل میں دو ٹیموں کا مقابلہ ہوتا ہے جو ایک رسی کو مخالف سمت میں کھینچتی ہیں جس کا مقصد رسی کو ایک خاص فاصلہ تک کھینچنا ہوتا ہے۔

ان کھیلوں کے علاوہ، کھو کھو، کوکلا چھپاکی، پٹھو گرم اور دیگر کئی کھیل پاکستان میں مقبول ہیں۔

پاکستان میں قومی اور بین الاقوامی کھیل

روایتی کھیلوں کے علاوہ پاکستان میں قومی اور بین الاقوامی کھیل بھی بہت مقبول ہیں جن میں سے کئی کھیلوں کو بین الاقوامی سطح پر پذیرائی حاصل ہے۔

ہاکی: قومی کھیل

ہاکی پاکستان کا قومی کھیل ہے۔ پاکستانی ہاکی ٹیم نے اس کھیل میں بے شمار بین الاقوامی اعزازات حاصل کیے ہیں جن میں تین اولمپک سونے کے تمغے، چار ورلڈ کپ ٹائٹلز اور متعدد ایشین گیمز کے سونے کے تمغے شامل ہیں۔

ہاکی کو پاکستان میں برطانوی نو آبادیاتی دور کے دوران متعارف کرایا گیا تھا اور ملک نے اس کھیل کو فوراً اپنایا۔ پاکستان ہاکی ٹیم نے 1948 میں اپنے بین الاقوامی کیریئر کا آغاز کیا اور اس کے بعد سے یہ ٹیم ہاکی کی دنیا میں ایک طاقت ور حیثیت اختیار کر گئی۔

سہیل عباس

1960 کی دہائی سے لے کر 1990 کی دہائی کے اوائل تک پاکستان کی ہاکی کا سنہری دور تھا۔ اس دوران ٹیم نے کئی بین الاقوامی اعزازات جیتے جن میں تین اولمپک سونے کے تمغے (1960, 1968 اور 1984) اور چار ورلڈ کپ ٹائٹلز (1971, 1978, 1982 اور 1994) شامل ہیں۔ ان سالوں میں پاکستان کی ہاکی ٹیم نے اس کھیل کی تاریخ کے کچھ عظیم کھلاڑی پیدا کیے۔

سہیل عباس ایک پینلٹی کارنر اسپیشلسٹ تھے جنہوں نے عالمی ہاکی میں سب سے زیادہ گول کرنے کا ریکارڈ بنایا۔

شہباز احمد، جنہیں "ہاکی کے میراڈونا" کے طور پر جانا جاتا ہے اپنی غیر معمولی ڈربلنگ کی مہارت اور رفتار کی صلاحیتوں کے لیے مشہور تھے۔

حسن سردار ایک پروفیشنل اسٹرائیکر تھے جنھوں نے پاکستان کی 1982 کے ورلڈ کپ اور 1984 کے لاس اینجلس اولمپک میں فتوحات میں اہم کردار ادا کیا۔

اصلاح الدین پاکستان کی ہاکی ٹیم کے سابق کپتان اور کوچ تھے جنہوں نے پاکستان کو 1978 کے ورلڈ کپ اور 1982 کے ایشین گیمز میں فتح دلوائی۔

سمیع اللہ کو "فلائنگ ہارس" کے لقب سے جانا جاتا تھا جو ان کی غیر معمولی رفتار کو ظاہر کرتا ہے۔ کلیم اللہ ایک اور عظیم سینٹر فارورڈ تھے جو اپنے طاقتور شاٹس اور گول کرنے کی صلاحیتوں کے لیے مشہور تھے۔

حنیف خان ایک ورسٹائل فارورڈ تھے جو اپنے شاندار کھیل اور حکمتِ عملی کے لیے جانے جاتے تھے۔ اختر رسول ایک عظیم سینٹر ہاف تھے جو اپنے غیر معمولی بال کنٹرول کے لیے مشہور تھے۔

شاہد علی خان اور منصور احمد پاکستان کی ہاکی کے بہترین گول کیپرز میں شامل ہیں۔

پاکستان میں ہاکی کی موجودہ صورتحال

پاکستان کی ہاکی ٹیم کو حالیہ برسوں میں مشکلات کا سامنا رہا ہے اور ٹیم عالمی کپ کے لیے کوالیفائی بھی نہیں کر سکی۔ پھر بھی یہ کھیل ملک میں مقبول ہے۔ پاکستان ہاکی فیڈریشن اس کھیل کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے کام کر رہی ہے اور اس کھیل کے بنیادی سطح پر پروگرامز اور انفراسٹرکچر کو بہتر بنانے کی کوششیں جاری ہیں۔

اسکواش: قومی فخر

جہانگیر خان

اسکواش پاکستان ایک مقبول کھیل ہے جس کی عالمی سطح پر مشہور کھلاڑیوں کی ایک طویل تاریخ ہے۔ پاکستان کی اسکواش کی روایت مضبوط ہے اور یہ کھیل ملک بھر میں کھیلا جاتا ہے۔

اسکواش کو بھی پاکستان میں برطانوی نوآبادیاتی دور میں متعارف کرایا گیا تھا۔ پاکستان کے اسکواش کھلاڑیوں نے 1950 کی دہائی میں اپنے بین الاقوامی کیریئر کا آغاز کیا اور اس کے بعد سے کھلاڑیوں نے اس کھیل میں ایک نمایاں مقام حاصل کیا۔

پاکستان نے اسکواش کے چند عظیم کھلاڑیوں کو پیدا کیا ہے جن میں ہاشم خان، جہانگیر خان، جان شیر خان اور قمر زمان شامل ہیں۔ ان کھلاڑیوں نے بے شمار بین الاقوامی اعزازات جیتے ہیں جن میں برٹش اوپن اور ورلڈ چیمپئن شپ ٹائٹلز شامل ہیں۔

جہانگیر خان کو دنیا کے بہترین اسکواش کھلاڑیوں میں سے ایک کے طور پر جانا جاتا ہے۔ انہوں نے ریکارڈ 10 برٹش اوپن ٹائٹلز اور 8 ورلڈ چیمپئن شپ ٹائٹلز جیتے اور عالمی درجہ بندی میں 12 سال تک نمبر ایک کی پوزیشن پر رہے۔

جان شیر خان ایک اور پاکستانی اسکواش لیجنڈ ہیں جنہوں نے 6 برٹش اوپن ٹائٹلز اور 4 ورلڈ چیمپئن شپ ٹائٹلز جیتے۔ وہ 5 سال تک عالمی سطح پر نمبر ایک رہے اور اپنے جارحانہ کھیل کے لیے مشہور تھے۔

پاکستان میں کئی عالمی معیار کے اسکواش کورٹ ہیں جن میں اسلام آباد کا پاکستان اسکواش کمپلیکس بھی شامل ہے جو بین الاقوامی ٹورنامنٹس کی میزبانی کرتا ہے۔ ملک کو مزید اسکواش کورٹ، اکیڈمیز اور ٹریننگ سینٹرز کی ضرورت ہے جو نوجوان کھلاڑیوں کو تربیت فراہم کر سکیں تاکہ پاکستان اسکواش کی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کر سکے۔

کرکٹ ایک قومی جنون

پاکستان کا سب سے مقبول اور شوق سے کھیلا اور دیکھا جانے والا کھیل کرکٹ ہے جسے اکثر قومی جنون بھی کہا جاتا ہے۔ برطانوی نوآبادیاتی دور کے دوران اس کھیل کا تعارف پاکستان میں ہوا اور یہ کھیل پاکستانی شناخت اور ثقافت کا ایک اہم حصہ بن چکا ہے۔

پاکستان کی آزادی کے بعد 1947 میں اس کھیل کا آغاز ہوا۔ 1952 میں پاکستان کی قومی کرکٹ ٹیم نے اپنے ابتدائی ٹیسٹ میچ میں بھارت سے مقابلہ کیا جس کے ساتھ ہی پاکستان کرکٹ کے تاریخی کیریئر کا آغاز کیا۔ پاکستان نے وقتاً فوقتاً دنیا کے سب سے باصلاحیت اور معروف کرکٹ کھلاڑی پیدا کیے ہیں جو کھیل کو

عالمی سطح پر مقبول بنانے میں مددگار ثابت ہوئے ہیں۔

وسیم اکرم اور وقار یونس

فضل محمود اوول کے ہیرو کہلاتے ہیں جو 100 وکٹوں کا ہدف عبور کرنے والے پہلے پاکستانی کھلاڑی تھے، عمران خان اپنی قائدانہ اور آل راؤنڈ صلاحیتوں کے لیے مشہور تھے اور 1992 میں ورلڈ کپ کی فاتح ٹیم کے کپتان تھے۔ ظہیر عباس ایک اسٹائلش بیٹسمین تھے جنھیں "ایشین بریڈ مین" اور "رنز بنانے کی مشین" کہا جاتا تھا۔ وسیم اکرم ایک عظیم بائیں بازو کے باؤلر "سلطان آف سوئنگ" کے طور پر مشہور ہیں۔ وقار یونس اپنے زبردست یارکرز اور ریورس سوئنگ باؤلنگ کے لیے جانے جاتے تھے۔ جاوید میانداد ایک شاندار بیٹسمین تھے اور شعیب اختر تیز باؤلنگ کے لیے مشہور ہیں اور دنیا کی تیز ترین گیند کرانے کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔ یہ سب ان کھلاڑیوں میں شامل ہیں جنھوں نے کرکٹ کے کھیل میں پاکستان کو عزت دلائی۔

پاکستان کی خواتین کرکٹرز بھی عالمی سطح پر مشہور ہیں۔ ان میں ثناء میر اپنی غیر معمولی قیادت کی صلاحیتوں اور آل راؤنڈر ہونے کی وجہ سے جانی جاتی ہیں، بسمہ معروف ایک ٹاپ آرڈر بیٹر ہیں اور ندا ڈار جو بیٹنگ اور باؤلنگ دونوں شعبوں میں پاکستان کے لیے کامیاب ثابت ہوئی ہیں شامل ہیں۔

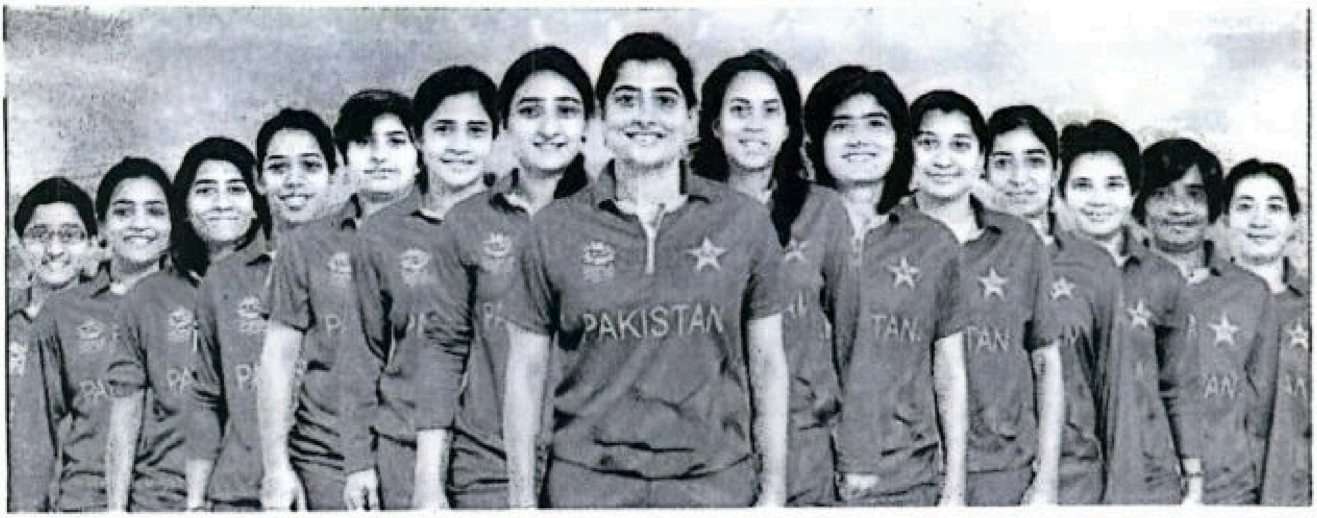

بین الاقوامی کھیل

پاکستان میں حالیہ برسوں میں بین الاقوامی کھیلوں کی مقبولیت میں اضافہ ہوا ہے، جو پاکستانیوں کے لیے بہت سی تفریحی سرگرمیاں فراہم کرتے ہیں۔ ان کھیلوں سے جسمانی فٹنس، ذہنی صحت اور سماجی میل جول کو فروغ ملتا ہے جبکہ بین الاقوامی مقابلوں میں حصہ لینے کے مواقع بھی ملتے ہیں۔

فٹ بال

پاکستان میں فٹ بال کی تاریخ شاندار رہی ہے اور مختلف علاقوں میں اس کے شائقین کی ایک قابل ذکر تعداد موجود ہے۔ اس خطے میں اس کھیل کا آغاز برطانوی نوآبادیاتی دور میں ہوا تھا اور یہ ان علاقوں میں مقبول ہوا جہاں برطانوی فوجی اڈے قائم تھے۔

پاکستان نے 1960 کی دہائی میں فٹ بال میں جاپان کو شکست دی۔ یہ تاریخی فتح ملائیشیا میں 1960 کے مرڈیکا کپ میں ہوئی جہاں پاکستان کی قومی فٹ بال ٹیم نے جاپان کو 1-3 سے شکست دی۔ یہ جیت پاکستانی فٹ بال کی تاریخ کی ایک قابل ذکر کامیابی ہے، جو بین الاقوامی پلیٹ فارم پر ٹیم کی صلاحیت کو ظاہر کرتی ہے۔

پاکستان فٹ بال فیڈریشن 1948 میں اس کھیل کو پاکستان میں فروغ دینے کے لیے قائم کی گئی تھی۔ پاکستان پریمیئر لیگ (PPL) پاکستان کی سب سے بڑی پیشہ ورانہ فٹ بال لیگ ہے، جس میں ملک بھر کی کلب ٹیمیں قومی چیمپئن شپ کے لیے مقابلہ کرتی ہیں۔ 1950 کی دہائی 60 کی دہائی اور 70 کی دہائی میں پاکستانی فٹ بال کھلاڑیوں نے بین الاقوامی میدان میں اپنا اثر چھوڑا۔

قیوم چنگیزی، غفور مجنا، تاج محمد سینئر اور جونیئر اور ایسے کئی دیگر ہیروز پاکستان کے فٹبال حلقوں میں آئے اور پاکستان کا نام روشن کیا۔ حالیہ برسوں میں، پاکستان کی فٹبال ٹیم نے بین الاقوامی سطح پر نمایاں بہتری دکھائی ہے۔

تاہم یہ اب بھی دنیا اور حتیٰ کہ ایشیا کی اعلیٰ درجے کی ٹیموں سے بہت پیچھے ہے۔ محدود فنڈنگ، بنیادی سہولیات کی کمی اور سیاسی و انتظامی مسائل جیسے چیلنجز کے باوجود پاکستان میں فٹبال کے فروغ کی بڑی صلاحیت موجود ہے۔ بین الاقوامی فٹبال تنظیموں، غیر ملکی کلبوں اور کوچز کے تعاون سے پاکستان فٹبال کے میدان میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔

باکسنگ

باکسنگ پاکستان کا ایک اور مقبول کھیل ہے جس میں کئی باصلاحیت باکسرز نے قومی اور بین الاقوامی سطح پر پہچان حاصل کی ہے۔ اس کھیل نے گزشتہ دہائیوں میں ترقی کی ہے جس کا سہرا سخت ٹریننگ پروگراموں کو جاتا ہے۔ پاکستان کے مشہور باکسرز میں حسین شاہ ہیں جنہوں نے 1988 کے سیول اولمپک میں مڈل ویٹ کیٹگری میں کانسی کا تمغہ جیتا۔ یہ وہ واحد پاکستانی باکسر ہیں جنہوں نے یہ اعزاز حاصل کیا۔ محمد وسیم جنہیں "فالکن" کے نام سے جانا جاتا ہے ایک مشہور پاکستانی باکسر ہیں جنہوں نے کئی عالمی اعزازات جیتے ہیں۔

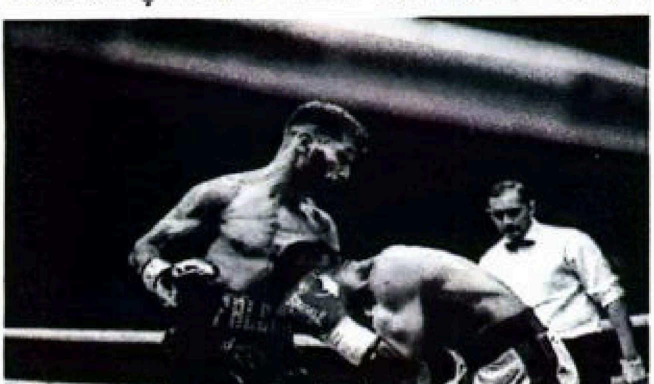

محمد وسیم

ٹینس

ٹینس پاکستان میں ترقی کرتا ہوا کھیل ہے جس میں پاکستانی کھلاڑی جیسے اعصام الحق قریشی اور عقیل خان نے عالمی سطح پر کامیابی حاصل کی ہے۔

بیڈ منٹن

بیڈ منٹن پاکستان میں ایک ترقی پذیر کھیل ہے جس نے قومی چیمپئنز اور بین الاقوامی کھلاڑیوں کو پیدا کیا ہے۔

پاکستان میں غیر روایتی کھیل

پاکستان میں غیر روایتی کھیل حالیہ برسوں میں مقبول ہوئے ہیں جو پاکستانیوں کے لیے تفریحی سرگرمیوں کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ یہ کھیل جسمانی فٹنس، ذہنی مضبوطی، اور سماجی میل جول کو فروغ دیتے ہیں اور ساتھ ہی بین الاقوامی مقابلوں میں شرکت کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔

مارشل آرٹس جیسے کراٹے، تکوانڈو، اور جوڈو پاکستان میں مقبولیت حاصل کر چکے ہیں جو اپنی ذاتی حفاظت اور جسمانی فٹنس پر زور دیتے ہیں۔ مارشل آرٹس نظم و ضبط، توجہ اور جسمانی مہارت کو فروغ دیتے ہیں جس کی وجہ سے یہ پاکستان میں ایک مقبول انتخاب بن چکے ہیں۔

جمناسٹکس کا کھیل پاکستان میں تیزی سے مقبول ہو رہا ہے اور پاکستانی جمناسٹس عالمی سطح پر مقابلہ کر رہے ہیں۔ جمناسٹکس طاقت، لچک اور ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے جس کی وجہ سے یہ پاکستان میں ایک پسندیدہ کھیل بن رہا ہے۔

ارشد ندیم

دیگر کھیلوں میں نیزہ بازی یا جیولین تھرو شامل ہے جہاں ارشد ندیم نے شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور پہلے پاکستانی بنے جنھوں نے ہاکی کے علاوہ کسی کھیل میں اولمپک کھیلوں میں سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ سنوکر میں محمد یوسف 1994 میں عالمی امیچور سنوکر چیمپئن بنے، محمد آصف 2012 اور 2019 میں عالمی امیچور سنوکر چیمپئن بنے اور احسن رمضان 2022 میں عالمی چیمپئن بنے اور پاکستان کا نام روشن کیا۔

کھیل پاکستانی معاشرے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں جو مختلف دلچسپیوں اور عمر کے لوگوں کے لیے وسیع پیمانے پر تفریحی سرگرمیوں کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ روایتی کھیلوں سے لے کر بین الاقوامی کھیلوں تک کھیل جسمانی فٹنس، سماجی میل جول، اور قومی فخر کو فروغ دیتے ہیں جس سے یہ پاکستانی ثقافت کا ایک لازمی حصہ بنتے ہیں۔ کھیلوں میں مزید سرمایہ کاری اور ملک کے لیے اسے ترجیح بناتے ہوئے پاکستان کے پاس کھیلوں میں عالمی طاقت بننے کی صلاحیت ہے۔

میں نے کیا سیکھا

- تفریحی سرگرمیاں جسمانی و ذہنی صحت اور سماجی ہم آہنگی کے لیے ضروری ہیں۔
- تفریحی سرگرمیوں میں مشغول ہونا ذہنی دباؤ کو کم کرتا ہے، ذہنی افعال کو بہتر بناتا ہے، اور جذباتی صحت میں اضافہ کرتا ہے۔
- روایتی تفریحی سرگرمیاں جیسے مختلف کھیلوں میں شرکت ثقافتی ورثے کے تحفظ میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔
- جدید تفریحی سرگرمیاں جیسے پکنک اور ثقافتی تہواروں میں شرکت معاشرتی تعلقات کو مضبوط بناتی ہیں اور ثقافتی تبادلے کو فروغ دیتی ہیں۔
- پاکستان میں مقبول تفریحی سرگرمیوں میں کھیل، تہوار، موسیقی اور روایتی کھیل شامل ہیں۔
- علاقائی تہواروں جیسے ایونٹ پاکستان کے وسیع ثقافتی تنوع کو اجاگر کرتے ہیں۔
- پارکوں، ساحلوں، پہاڑوں اور تاریخی مقامات کی سیر پاکستانیوں کی عام تفریحی سرگرمیاں ہیں۔

- کھیل جسمانی فٹنس، ذہنی صحت اور سماجی بہبود میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔
- کھیلوں میں حصہ لینا ٹیم ورک، نظم وضبط، اور قیادت کی صلاحیتوں کی تعمیر میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔
- کھیل ایک اتحاد کی قوت کے طور پر کام کرتے ہیں، لوگوں کو ایک ساتھ لاتے ہیں اور قومی فخر اور شناخت کا احساس پیدا کرتے ہیں۔
- روایتی کھیل جیسے کبڈی اور ملاکھڑا دیہی علاقوں میں بڑے پیمانے پر کھیلے جاتے ہیں جو علاقائی ثقافتی روایات کو اجاگر کرتے ہیں۔
- پاکستان میں ہاکی اور کرکٹ بے حد مقبول ہیں اور کرکٹ ملک کا سب سے زیادہ کھیلا اور دیکھا جانے والا کھیل ہے۔

مشقی سوالات

درج ذیل سوالات کے جوابات الف، ب، ج یا د میں سے منتخب کر کے دیں۔

1۔ تفریحی سرگرمیوں میں مشغول ہونے کا بنیادی فائدہ کیا ہے؟

الف) ذہنی دباؤ کی سطح میں اضافہ　　ب) جسمانی صحت میں بہتری

ج) سماجی تعلقات میں کمی　　د) ذہنی افعال میں کمی

2۔ تفریحی سرگرمیاں معاشرے کی مضبوطی میں کیسے مدد دیتی ہیں؟

الف) تنہائی کو فروغ دے کر　　ب) سماجی تعلقات میں کمی کر کے

ج) سماجی ہم آہنگی اور کمیونٹی کی شمولیت کو فروغ دے کر　　د) کام کے دباؤ کو بڑھا کر

3۔ کون سا روایتی کھیل لکڑی کے چھوٹے ٹکڑے اور لمبی چھڑی کے ساتھ کھیلا جاتا ہے؟

الف) کبڈی　　ب) گلی ڈنڈا

ج) کرکٹ　　د) ہاکی

4۔ ذہنی صحت کے حوالے سے تفریحی سرگرمیوں کا فائدہ کیا ہے؟

الف) اضطراب میں اضافہ　　ب) جذباتی صحت میں بہتری

ج) خود اعتمادی میں کمی　　د) ذہنی زوال میں اضافہ

5۔ 1988 کے سیول اولمپک میں کس پاکستانی باکسر نے کانسی کا تمغہ جیتا تھا؟

الف) محمد وسیم　　ب) حسین شاہ

ج) کلیم اللہ　　د) احسن رمضان

6۔ کھیل جسمانی فٹنس میں کس طرح مدد دیتے ہیں؟

الف) غیر فعال طرزِ زندگی کو فروغ دے کر
ب) جسمانی سرگرمی کی سطح کو کم کر کے
ج) دائمی بیماریوں کے خطرے میں اضافہ کر کے
د) دل کی صحت اور پٹھوں کی طاقت میں اضافہ کر کے

7۔ محمد آصف نے کس کھیل میں ورلڈ چیمپئن شپ جیتی؟

الف) نٹ بال
ب) کرکٹ
ج) اسکواش
د) سنوکر

8۔ ٹیم کھیلوں میں حصہ لینے کا ایک اہم سماجی فائدہ کیا ہے؟

الف) ٹیم ورک اور تعاون کو بڑھا کر
ب) انفرادیت کو فروغ دے کر
ج) کمیونیکیشن کی مہارتوں میں کمی کر کے
د) سماجی تعلقات میں کمی کر کے

9۔ کون سا روایتی کھیل مقابل پکڑنے سے متعلق ہوتا ہے اور خاص طور پر پنجاب اور سندھ کے دیہی علاقوں میں مقبول ہے؟

الف) ہاکی
ب) نٹ بال
ج) کشتی
د) ٹینس

10۔ ارشد ندیم کس کھیل کے لیے مشہور ہیں؟

الف) کبڈی
ب) نیزہ بازی
ج) کشتی
د) سنوکر

درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1۔ وضاحت کریں کہ تفریحی سرگرمیاں ذہنی نشوونما میں کس طرح معاون ثابت ہوتی ہیں۔

2۔ پاکستانی معاشرے میں کون سی روایتی تفریحی سرگرمیاں مقبول ہیں؟

3۔ تفریحی سرگرمیاں ثقافتی ورثے کے تحفظ میں کس طرح مدد فراہم کرتی ہیں؟

4۔ وضاحت کریں کہ کھیلوں میں حصہ لینا جسمانی فٹنس کو کس طرح بہتر بناتا ہے۔

5۔ سماجی ترقی کے لیے ٹیم کھیلوں کے کیا فوائد ہیں؟

6۔ دو عالمی کھیلوں کے نام بتائیں جن میں پاکستان نے پہچان حاصل کی ہے۔

7۔ پاکستان میں مقبول ایک روایتی اور ایک غیر روایتی کھیل کی شناخت کریں اور ان کا مختصر تعارف کرائیں۔

درج ذیل سوالات کے جوابات تفصیل سے دیں۔

1۔ تفریحی سرگرمیوں کے مختلف نفسیاتی فوائد پر بحث کریں اور وضاحت کریں کہ یہ کس طرح مجموعی طور پر ذہنی صحت اور نشوونما میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ پاکستانی معاشرے سے مثالیں فراہم کریں۔

2۔ تفریحی سرگرمیوں کا معاشرے کی تشکیل اور سماجی ہم آہنگی میں کیا کردار ہے؟ یہ سرگرمیاں ایک معاشرے میں تعلقات کو مضبوط کرنے میں کس طرح مدد دیتی ہیں؟

3۔ پاکستان میں کھیلوں کی اہمیت پر تجزیہ کریں اور وضاحت کریں کہ کھیل کس طرح جسمانی صحت، ذہنی فلاح و بہبود اور سماجی انضمام میں معاون ہیں؟

4۔ پاکستان میں روایتی کھیلوں کے ثقافتی ورثے کے تحفظ پر اثرات کا تجزیہ کریں۔ یہ کھیل ان علاقوں کی ثقافتی اقدار اور تاریخ کی عکاسی کیسے کرتے ہیں جہاں یہ مقبول ہیں؟

5۔ پاکستان میں فٹ بال کی موجودہ صورتحال کا جائزہ لیں۔ اس کی تاریخ، چیلنجز اور مستقبل کے امکانات کو جانچیں۔ فٹ بال کا ملک میں دیگر کھیلوں کے ساتھ مقبولیت اور ترقی کے لحاظ سے موازنہ کریں؟

موازنہ اور تضاد

روایتی کھیل جیسے کبڈی اور جدید کھیل جیسے کرکٹ کو منتخب کریں اور پاکستان میں ان کے تاریخی پس منظر، قواعد، ثقافتی اہمیت اور مقبولیت پر تحقیق کریں۔ ایک تقابلی تجزیہ لکھیں، جس میں دونوں کھیلوں کے جسمانی فٹنس، تفریح اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینے میں کردار کے لحاظ سے مماثلتوں اور اختلافات کو اجاگر کیا جائے۔ دونوں کھیلوں کے پاکستانی معاشرے پر مجموعی اثرات اور ملک میں کھیلوں کی ثقافت کو کو فروغ دینے میں ان کے باہمی تعلق پر غور کریں۔ ان اختلافات کو واضح کرنے کے لیے ایک بصری پریزنٹیشن تیار کریں۔

وقت کے ساتھ تعلق

ایک ایسا کھیل منتخب کریں جس کی پاکستان میں نمایاں تاریخ ہو، جیسے کرکٹ، ہاکی یا کبڈی۔ اس کے تاریخی تناظر، اہم واقعات، مشہور کھلاڑیوں اور کامیابیوں پر تحقیق کریں۔ اس کھیل کی جدید اہمیت کا جائزہ لیں، جس میں موجودہ کھلاڑی، کامیابیاں اور مقبولیت شامل ہوں۔ یہ بھی تجزیہ کریں کہ یہ کھیل جدید دور کے مطابق کیسے ڈھل چکا ہے، جس میں قواعد، آلات، تربیتی طریقے اور میڈیا کوریج میں ہونے والی تبدیلیاں شامل ہوں۔ ایک تقابلی تجزیہ کریں جس میں کھیل کے آغاز، تاریخی اہمیت اور جدید دور میں اس کی مطابقت پر توجہ دی جائے۔ کھیل کے ارتقا کو ابتدا سے لے کر موجودہ دور تک ظاہر کرنے کے لیے ایک بصری ٹائم لائن تیار کریں۔

پراجیکٹ

کلاس کے طلبہ تین سے چار افراد پر مشتمل چھوٹے گروپس میں تقسیم ہوں گے اور پاکستان کے کسی ایسے علاقے یا کمیونٹی کا انتخاب کریں جہاں کھیلوں کا اہم کردار ہو۔ وہ اس کمیونٹی کے آبادیاتی اور ثقافتی پس منظر پر تحقیق کریں، مقبول کھیلوں کی نشاندہی کریں، ان کے جسمانی صحت پر اثرات کا جائزہ لیں اور سماجی ہم آہنگی کو دریافت کریں۔ اس کمیونٹی کی ثقافتی وراثت کا تجزیہ کریں اور ایک رپورٹ تیار کی جائے جس میں کمیونٹی کا تعارف اور اس کی ترقی میں کھیلوں کی اہمیت بیان کی جائے گی۔ نتائج کو منظم انداز میں مختلف حصوں میں تقسیم کیا جائے اور اختتامیہ فراہم کیا جائے۔ اہم نکات کو اجاگر کرنے اور وضاحت کے لیے ایک بصری پریزنٹیشن بھی تیار کی جائے۔

لغت

تفریحی سرگرمیاں: ایسی سرگرمیاں جو فارغ وقت میں لطف اندوز ہونے اور آرام کرنے کے لیے کی جاتی ہیں، جیسے کھیل، مشاغل اور سماجی اجتماعات۔

جسمانی فٹنس: روزمرہ کے کاموں کو توانائی کے ساتھ اور بغیر غیر ضروری تھکن کے انجام دینے کی صلاحیت، جس میں قلبی صحت، عضلات کی مضبوطی، لچک اور برداشت شامل ہیں۔

ذہنی صحت: ایک ایسی حالت جس میں فرد عام زندگی کے دباؤ کا سامنا کر سکتا ہے، مؤثر انداز میں کام کر سکتا ہے اور معاشرے میں مثبت کردار ادا کر سکتا ہے۔

سماجی ہم آہنگی: وہ تعلقات جو لوگوں کو ایک معاشرے میں یکجا کرتے ہیں اور بھروسے، تعاون اور شمولیت کے جذبات کو فروغ دیتے ہیں۔

ثقافتی وراثت: وہ روایات، رسوم و رواج، طریقے اور آثار جو نسل در نسل منتقل ہوتے ہیں اور کسی معاشرے کی تاریخ اور شناخت کو ظاہر کرتے ہیں۔

ٹیم اسپورٹس: ایسے کھیل جو منظم گروپوں پر مشتمل ہوتے ہیں اور جہاں کھلاڑی مشترکہ مقصد کے لیے مل کر کام کرتے ہیں جیسے فٹبال، ہاکی، اور کرکٹ۔

روایتی کھیل: وہ کھیل اور گیمز جو نسلوں سے کھیلے جا رہے ہیں اور کسی معاشرے کی ثقافت میں گہرے طور پر جڑے ہوتے ہیں، جیسے کبڈی اور ملاکھڑا۔

قومی کھیل: وہ کھیل جو کسی ملک میں ثقافتی اور تاریخی لحاظ سے نمایاں اہمیت رکھتے ہیں۔ ان میں اکثر سرکاری طور پر تسلیم شدہ اور وسیع پیمانے پر مقبول ہوتے ہیں۔

بین الاقوامی کھیل: وہ کھیل جو عالمی سطح پر کھیلے اور دیکھے جاتے ہیں اور ان کے اکثر بین الاقوامی مقابلے اور ایونٹس جیسے اولمپکس وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔

سماجی انضمام: وہ عمل جس کے ذریعے کسی معاشرے کے مختلف گروہوں کو ایک ساتھ جوڑا جاتا ہے۔

گراس روٹس پروگرامز: ایسے معاشرتی اقدامات جو کھیلوں کی بنیادی سطح سے ترقی کے لیے شروع کیے جاتے ہیں اور خاص طور پر نوجوانوں کی شمولیت اور مقامی ٹیلنٹ کی نشوونما پر توجہ دیتے ہیں۔

تفریحی مشاغل: ایسی سرگرمیاں جو لطف اندوز ہونے، آرام کرنے اور فارغ وقت گزارنے کے لیے کی جاتی ہیں۔

ثقافتی تبادلہ: مختلف ثقافتوں کے درمیان خیالات، روایات اور رسم و رواج کا اشتراک جو اکثر کھیلوں اور تفریحی سرگرمیوں کے ذریعے فروغ پاتا ہے۔

حصہ دوم: آئینِ پاکستان

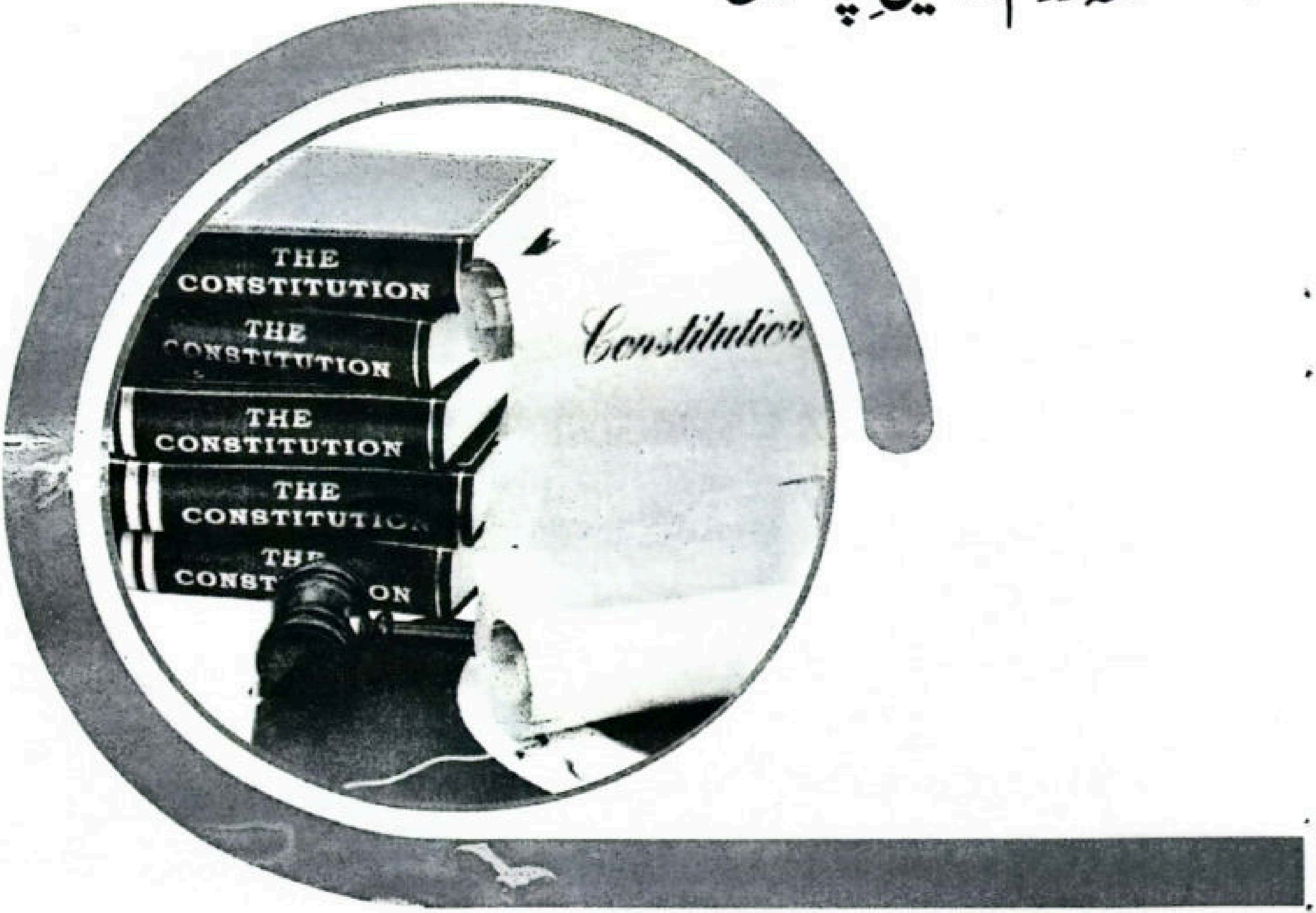

باب سوم: آئین سازی

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- پاکستان میں آئین سازی کی بنیادوں کو سمجھنے کے لیے آئین کے تاریخی تناظر کا جائزہ لے سکیں۔
- پاکستان میں آئین سازی پر قرار دادِ مقاصد کے اثرات کو جاننے کے لیے اس کی نمایاں خصوصیات کی نشاندہی کر سکیں۔
- 1956، 1962 اور 1973 کے آئین کی نمایاں خصوصیات کا خاکہ تیار کر سکیں۔
- 1956 اور 1962 کے آئین کا خاص طور پر ان میں شامل اسلامی دفعات کے حوالے سے موازنہ کر سکیں۔
- 1956 اور 1962 کے آئین کی ناکامی کی وجوہات کا جائزہ لے سکیں۔

آئین سازی کا تاریخی تناظر

پاکستان کی آئینی تاریخ کی جڑیں برصغیر میں برطانوی نوآبادیاتی دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ برطانوی حکومت نے ہندوستانی برصغیر کا نظم ونسق چلانے کے لیے مختلف قانونی اقدامات متعارف کرائے جن کا نقطۂ عروج گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 تھا۔ اگست 1947 میں قانون آزادیٔ ہند کے تحت برطانوی ہندوستان کی تقسیم کے نتیجے میں پاکستان اور بھارت دو خود مختار ریاستوں کے طور پر وجود میں آئے۔ آزادی کے فوری بعد درپیش چیلنجز کے باعث دونوں ممالک کے لیے اپنے الگ آئین مرتب کرنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کو ضروری ترامیم کے ساتھ عبوری آئین کے طور پر اپنایا گیا تاکہ اس وقت تک ریاستی امور چلائے جاسکیں جب تک ان کی دستور ساز اسمبلیاں اپنے آئین مرتب نہ کرلیں۔ یہ عبوری انتظام آزادی کے بعد پاکستان کے لیے استحکام اور تسلسل کا ذریعہ بنا اور اس نے آئینی ترقی کی بنیاد فراہم کی۔

1947 میں اپنے قیام کے وقت پاکستان کو کئی سنگین چیلنجز کا سامنا تھا۔ لاکھوں مہاجرین بھارت سے ہجرت کر کے پاکستان آئے جس کے نتیجے میں شدید انسانی بحران پیدا ہوا۔ رہائش، خوراک اور طبی سہولیات کی سخت قلت کا سامنا تھا۔ پاکستان کو برطانوی ہندوستان کے مالی وسائل میں سے اس کا جائز حصہ نہ دیا گیا اور فوجی سازو سامان کی تقسیم بھی غیر منصفانہ طریقے سے کی گئی۔ غیر منصفانہ سرحدی تقسیم کے باعث بھارت نے جونا گڑھ اور حیدر آباد پر قبضہ کرلیا۔ یہی جانبدارانہ تقسیم مسئلہ کشمیر کا سبب بنی جو آج بھی حل طلب اور پاکستان اور بھارت کے درمیان تنازع کا بنیادی سبب ہے۔ پاکستان میں بہنے والے دریاؤں کا کنٹرول بھارت کو دے دیا گیا جس سے پاکستان کی زراعت اور معیشت کو مستقل خطرہ لاحق ہوگیا۔

پاکستان کو ایک اور بڑا چیلنج تربیت یافتہ سرکاری افسران، بنیادی ڈھانچے اور فعال اداروں کی کمی کی صورت میں درپیش تھا جس کی وجہ سے حکومت کو انتظامی امور نئے سرے سے شروع کرنا پڑے۔ ان مسائل نے پاکستان کے ابتدائی سالوں کو انتہائی مشکل بنا دیا اور ان کی وجہ سے آئین سازی اور قومی تعمیر جیسے اہم اقدامات میں تاخیر ہوئی۔

اس کے علاوہ پاکستان میں تربیت یافتہ سول سرونٹس، مناسب انفراسٹرکچر اور فعال اداروں کی کمی تھی جس کی وجہ سے ملک کو اپنی حکومت کی شروعات صفر سے کرنا پڑی۔ ان مشترکہ چیلنجوں نے پاکستان کے ابتدائی سالوں کو انتہائی مشکل بنا دیا۔ آئین سازی اور قومی تعمیر جیسے اہم کاموں میں تاخیر پیدا ہوئی۔

سرگرمی:

1947 کے برطانوی ہندوستان کے نقشے کا استعمال کرتے ہوئے:

i۔ وہ علاقے نمایاں کریں جو غیر منصفانہ سرحدی تقسیم کے باعث بھارت کو دے دیے گئے۔

ii۔ بحث کریں کہ تقسیم ہند کے بعد پاکستان کے آبی وسائل کس طرح متاثر ہوئے اور دریاؤں کے بھارت کے کنٹرول میں چلے جانے سے پاکستان کی زراعت اور معیشت پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟

iii۔ گروپوں میں تقسیم ہو کر 1947 کے پاکستان کے رہنماؤں کا کردار ادا کریں۔

- ایک گروپ مہاجرین کے بحران کے حل پر توجہ دے۔
- دوسرا گروپ حکومت کے قیام کے لیے حکمتِ عملی تیار کرے۔

- تیسرا گروپ مسئلہ کشمیر اور دیگر سرحدی تنازعات سے نمٹنے کے اقدامات پر تبادلہ خیال کرے۔

ہر گروپ اپنی حکمتِ عملی اور اقدامات پر بحث کرے تاکہ ان مسائل کو حل کرنے کے بہترین طریقے تلاش کیے جاسکیں۔

پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی (1947-1954)

قائد اعظم کا پہلی دستور ساز اسمبلی سے خطاب

برطانوی ہندوستان میں مرکزی قانون ساز اسمبلی کے آخری انتخابات 1945 میں منعقد ہوئے۔ اس 389 رکنی آئین ساز اسمبلی میں برطانوی ہندوستان بھر کے نمائندے شامل تھے جو محدود حق رائے دہی کے نظام کے ذریعے منتخب ہوئے تھے۔ 1947 میں برطانوی ہندوستان کی تقسیم کے وقت اسمبلی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تاکہ دونوں نوزائیدہ ریاستوں کی قانون سازی کی ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔ 69 ارکان جو ان مسلم اکثریتی علاقوں کی نمائندگی کر رہے تھے جو پاکستان کا حصہ بنے، وہ پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی کے رکن بن گئے۔ بعد میں اس تعداد کو بڑھا کر 79 کر دیا گیا تاکہ بلوچستان، قبائلی علاقے اور نئی شامل ہونے والی ریاستوں بہاولپور اور خیر پور کو نمائندگی دی جاسکے۔

اسمبلی میں علاقائی نمائندگی درج ذیل تھی۔

مشرقی بنگال	44	بلوچستان	01
پنجاب	23	بہاولپور	01
سندھ	05	خیر پور	01
این ڈبلیو ایف پی (خیبر پختونخوا)	03	فاٹا	01

پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کا افتتاحی اجلاس 10 اگست 1947 کو کراچی میں منعقد ہوا۔ اگلے دن قائد اعظم محمد علی جناح کو اسمبلی کا صدر منتخب کیا گیا۔ اپنے پہلے صدارتی خطاب میں انہوں نے آئین ساز اسمبلی کے کام کی سمت اور ترجیحات کا تعین کیا اور اس پر زور دیا کہ آئندہ دستور پاکستانی قوم کی امنگوں اور اقدار کی ترجمانی کرے۔ اسمبلی کو دو ذمہ داریاں سونپی گئیں۔

- پاکستان کے لیے آئین تیار کرنا تاکہ ملک کو اس کی منفرد ضروریات اور امنگوں کے مطابق چلایا جاسکے۔
- وفاقی مقننہ کے طور پر کام کرنا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

- پاکستان کی آئین ساز اسمبلی سادہ اکثریت سے آزادی ایکٹ میں ترمیم کر سکتی تھی اور قوانین بنا سکتی تھی۔ مزید یہ کہ اسمبلی کی منظوری کے بغیر کوئی قانون نہیں بنایا جاسکتا تھا۔ ہر منظور شدہ بل پر پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کے صدر کے دستخط ضروری تھے۔
- کیا آپ سمجھتے ہیں کہ حکومت نے ان اختیارات کو اپنے مخالفین کو دبانے اور غیر جمہوری روایات متعارف کرانے کے لیے استعمال کیا؟

پہلی آئین سازا سمبلی کی پیش رفت

پہلی آئین سازا سمبلی کی پیش رفت کودرج ذیل الفاظ میں سمیٹاجاسکتا ہے۔

قراردادمقاصد

پہلی اور سب سے اہم کامیابی 12 مارچ 1949 کو قرارداد مقاصد کی منظوری تھی۔اس قرارداد میں مستقبل کے آئین کے بنیادی اصول طے کیے گئے۔

بنیادی اصولوں کی کمیٹی

یہ کمیٹی پاکستان کے آئین کی تشکیل کے لیے بنیادی اصول وضع کرنے کے لئے قائم کی گئی۔اس کمیٹی نے مزید تین ذیلی کمیٹیاں تشکیل دیں۔اس کمیٹی نے ستمبر 1950 میں اپنی پہلی رپورٹ پیش کی۔اس رپورٹ کواسلامی دفعات کی وضاحت میں ابہام،اقلیتوں کے حقوق سے متعلق خدشات، قانون سازاداروں میں مشرقی اور مغربی پاکستان کودی جانےوالی غیر متوازن نمائندگی اور مرکزی حکومت کودیے گئے غیر معمولی اختیارات کی وجہ سے وسیع پیمانے پر تنقید کانشانہ بنایاگیا۔ کمیٹی کی حتمی رپورٹ دسمبر 1952 میں پیش کی گئی لیکن آئین سازا سمبلی نے اسے منظور نہیں کیا۔

محمد علی بوگرہ فارمولہ

پاکستان میں علاقائی اور لسانی تناؤ کے باعث سیاسی تعطل کو ختم کرنے کے لیے اس وقت کے وزیراعظم محمد علی بوگرہ نے دوایوانی مقننہ کی تجویز دی جس کا مقصد مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان نمائندگی میں توازن قائم کرنا تھا۔وسیع بحث ومباحثے اور ترامیم کے بعد بوگرہ فارمولہ کو آئینی مسائل کے ممکنہ حل کے طور پر قبول کرلیاگیا۔تاہم آئین سازا سمبلی اپنے باقی مسائل کے حل کے قریب ہی تھی کہ گورنر جنرل غلام محمد نے 24 اکتوبر 1954 کو اسے اچانک تحلیل کر دیا۔انہوں نے الزام لگایا کہ اسمبلی طویل عرصے تک آئین کا مسودہ تیار کرنے کے اپنے بنیادی کام میں ناکام رہی ہے۔اس کے علاوہ انہوں نے اسمبلی پر تنقید کرتے ہوئے دعوی کیا کہ یہ اپنی نمائندہ حیثیت کھوچکی ہے۔

نئے افق تلاش کریں

ضابطہ حمورابی (Code of Hammurabi) 1754 قبل مسیح میں پہلی بابل سلطنت میں قدیم میسوپوٹیمیا (موجودہ عراق) میں بنایا اور نافذ کیاگیا۔اسے دنیا کے قدیم ترین تحریری قانونی ضابطوں میں سے ایک سمجھاجاتا ہے۔ضابطہ حمورابی کی اہمیت کو دریافت کریں اور یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ اس نے بعد کے قانونی نظاموں کی بنیاد رکھنے اور تحریری قانون کی ترقی میں کیا کردار ادا کیا؟

آئین کی تشکیل میں تاخیر کے اسباب

قیام پاکستان کے بعد سب سے اہم چیلنج ایک ایسا آئین مرتب کرنا تھا جو اس نو آزاد نظریاتی ریاست کی ضروریات اور امنگوں کی عکاسی کرتا ہو۔یہ کام 1956 تک مکمل نہ ہوسکا۔آئین کی تشکیل میں تاخیر کے بنیادی اسباب درج ذیل ہیں۔

ابتدائی مسائل

پاکستان کو اپنے قیام کے ساتھ ہی ایسے مسائل کا سامنا کرنا پڑا جنھیں فوری توجہ کی ضرورت تھی۔ ان مسائل میں مہاجرین کی بڑی تعداد میں آمد، نہری پانی کا تنازعہ، مسئلہ کشمیر اور بھارت کی جانب سے پاکستان کے مالی و فوجی اثاثے دینے سے انکار شامل تھے۔ ان سنگین مسائل نے وسائل اور توجہ کا رخ اپنی طرف موڑ لیا جس کی وجہ سے آئین سازی میں نمایاں تاخیر ہوئی۔

قائداعظم کی وفات

قائداعظم نے 11 اگست 1947 کو پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی سے خطاب میں پاکستان کے مستقبل کے آئین کے خدوخال واضح کیے۔ تاہم 11 ستمبر 1948 کو ان کی وفات کے بعد آئین سازی میں ان کا براہِ راست کردار ختم ہو گیا۔ اگر وہ مزید کچھ عرصہ زندہ رہتے تو ان کی قیادت اور قابلِ احترام حیثیت آئینی مسائل کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتی تھی۔

اختیارات کی تقسیم اور نمائندگی میں تعطل

قراردادِ مقاصد میں مستقبل کے آئین کے لیے وفاقی ڈھانچہ تجویز کیا گیا لیکن مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم پر مسائل پیدا ہوئے۔ مشرقی پاکستان زیادہ سے زیادہ صوبائی خودمختاری چاہتا تھا جبکہ مغربی پاکستان کے کئی سیاستدان ایک مضبوط مرکزی حکومت کے خواہاں تھے۔ اس کے علاوہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان مساوی نمائندگی کا مسئلہ بھی رکاوٹ کا سبب بنا۔

نظامِ حکومت

پاکستان کے لیے پارلیمانی نظامِ حکومت زیادہ موزوں تھا لیکن اس کے لئے ایک مضبوط جمہوری ثقافت کی ضرورت تھی۔ تاہم سیاسی جماعتوں اور اداروں میں ضروری جمہوری تربیت کی کمی تھی۔ اسی وجہ سے اس نظام کے استحکام کے متعلق شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے۔ مغربی پاکستان میں کئی حلقے ایک مضبوط صدارتی نظام کے حامی تھے۔ یہ ابہام آئین سازی کے عمل میں مزید تاخیر کا سبب بنا۔

لسانی مسئلہ

آزادی کے وقت اعلان کیا گیا کہ اردو پاکستان کی سرکاری زبان ہو گی۔ تاہم مشرقی پاکستان میں لسانی فسادات نے بنگالی کو سرکاری زبان کے طور پر تسلیم کرنے کے مطالبات کو جنم دیا۔ یہ تنازع بعد میں اس وقت حل ہوا جب اردو اور بنگالی دونوں کو پاکستان کی سرکاری زبانیں تسلیم کر لیا گیا۔

سیاسی عوامل

زبان کے مسئلے، پارلیمانی یا وفاقی نظامِ حکومت کے انتخاب، سیکولر یا مذہبی حکومت اور علاقائیت کے حوالے سے کچھ سیاستدانوں کے رویے نے آئین سازی کے عمل کو طویل کر دیا۔

مقننہ کی عدم دلچسپی

قائداعظم محمد علی جناح کی وفات کے بعد آئین ساز اسمبلی کی آئینی سرگرمیوں میں دلچسپی کم ہوگئی۔ سات سالوں میں اسمبلی نے صرف 116 دن اجلاس کیے۔ ان اجلاسوں میں 76 میں سے صرف 37 سے 56 ارکان کی شرکت رہی۔

قراردادِ مقاصد

برصغیر کے مسلمانوں نے دو قومی نظریے کی بنیاد پر ایک علیحدہ مسلم ریاست کے لیے سخت جدوجہد کی۔ یہ جدوجہد ایک مضبوط نظریاتی بنیادوں پر بننے والی ریاست یعنی پاکستان کی تشکیل پر منتج ہوئی۔ قیام پاکستان کے بعد اسے ایک اسلامی جمہوریہ بنانے کا بھرپور مطالبہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ آئین ساز اسمبلی کو ایک ایسے بنیادی ڈھانچے کی ضرورت تھی جو ملک کے آئین کی تشکیل میں رہنمائی فراہم کر سکے۔ ان ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس وقت کے وزیراعظم جناب لیاقت علی خان نے 7 مارچ 1949 کو اسمبلی میں آئین کے مقاصد اور اہداف پر مبنی ایک قرارداد پیش کی۔ اس قرارداد کو عمومی طور پر قراردادِ مقاصد (Qarardad-e-Maqasid) کہا جاتا ہے۔ اس پر پانچ دن بحث ہوئی اور اسے 12 مارچ 1949 کو اسمبلی نے منظور کر لیا۔

قراردادِ مقاصد کے بنیادی نکات

قراردادِ مقاصد کے کچھ اہم نکات یہ ہیں۔

حاکمیتِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے

ساری کائنات پر حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ریاست پاکستان کو اس کے لوگوں کے ذریعے دی گئی حاکمیت ایک مقدس امانت ہے جسے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں استعمال کیا جائے گا۔

اسلامی نظامِ حکومت

ریاست اپنی طاقت اور اختیار لوگوں کے منتخب نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے گی اور ملک میں اسلامی جمہوریت کا نفاذ یقینی بنایا جائے گا۔

اسلامی اصولوں کی پاسداری

جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اسلامی اصولوں پر مکمل عمل درآمد کیا جائے گا۔

اسلامی طرزِ زندگی

مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی قرآن و سنت کے مطابق گزار سکیں۔

اقلیتوں کے حقوق

اقلیتوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے، فروغ دینے اور اپنی ثقافت اور روایات کو برقرار رکھنے کے لئے مناسب اقدامات کئے جائیں گے۔

وفاقی نظام حکومت

پاکستان ایک وفاقی ریاست ہوگا جہاں صوبوں کو آئینی حدود میں خودمختاری حاصل ہوگی۔

بنیادی حقوق

پاکستان کے تمام شہریوں کو بنیادی حقوق بشمول آزادی، مساوات، جائیداد، اظہار رائے، عقیدہ، عبادت اور انجمن سازی کے حقوق کی ضمانت دی جائے گی۔

عدلیہ کی آزادی

عدلیہ کی آزادی کا مکمل طور پر تحفظ فراہم کیا جائے گا۔

ریاست کی خودمختاری اور علاقائی سالمیت

ریاست کی خودمختاری اور علاقائی سالمیت کا مکمل تحفظ کیا جائے گا تاکہ ملکی سرحدوں اور اقتدار اعلیٰ کو داخلی اور خارجی خطرات سے محفوظ رکھا جا سکے۔

قومی خوشحالی اور عالمی امن میں کردار

پاکستانی عوام کو ترقی کے مواقع فراہم کئے جائیں گے تاکہ وہ اقوام عالم میں باوقار مقام حاصل کر سکیں اور بین الاقوامی امن، ترقی، اور انسانی فلاح و بہبود میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکیں۔

قراردادِ مقاصد کی اہمیت

قراردادِ مقاصد پاکستان کی آئینی تاریخ میں ایک اہم دستاویز ہے۔ اس قرارداد نے مستقبل کے آئین کے بنیادی اصولوں کو طے کیا۔ اس کے اہم پہلو درج ذیل ہیں۔

آئینی ترقی کی بنیاد

یہ قرارداد پاکستان کی آئینی ترقی کی بنیاد بنی جس پر 1956، 1962 اور 1973 کے آئین تشکیل دیے گئے۔

آئین بنیادی اصولوں یا مروجہ روایات کا مجموعہ ہوتا ہے جس کے تحت ایک ریاست یا تسلیم شدہ تنظیم کا نظم و نسق چلایا جاتا ہے۔

آئین کا دیباچہ

قراردادِ مقاصد کو 1956، 1962، اور 1973 کے آئین میں دیباچے کے طور پر شامل کیا گیا تاکہ حکمرانی کے لئے ایک رہنما فریم ورک فراہم کیا جا سکے۔

آئین میں شمولیت

1985 میں اسے آئینِ پاکستان کا باقاعدہ حصہ بنا دیا گیا جو اس کی مستقل اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔

قومی تشخص کی علامت

یہ قرارداد پاکستان کے اسلامی اقدار اور جمہوری طرزِ حکمرانی میں توازن کی عکاس ہے جو قومی خوشحالی، امن اور ترقی کے لئے کوشاں ہے۔

1956 کا آئین

1956ء کا آئین 234 آرٹیکلز پر مشتمل تھا جسے 13 حصوں اور 6 شیڈولز میں تقسیم کیا گیا تھا۔

اسلامی دفعات

1956 کے آئین پاکستان میں ملک کی اسلامی شناخت کو اجاگر کرنے اور اس کے نظام حکومت کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کے لئے اسلامی دفعات شامل کی گئیں۔ ان دفعات کا مقصد قوانین کو اسلامی، اخلاقی و سماجی اصولوں سے ہم آہنگ بنانا تھا تاکہ معاشرتی انصاف، مساوات اور فلاح و بہبود کو فروغ دیا جاسکے۔ یہ دفعات ذیل میں دی گئی ہیں۔

- **قرارداد مقاصد:** قرارداد مقاصد کو آئین کے دیباچے کے طور پر شامل کیا گیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، جمہوریت، آزادی، مساوات، بردباری اور اسلامی تعلیمات کے مطابق سماجی انصاف پر زور دیا گیا ہے۔
- **ملک کا نام:** ملک کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" رکھا گیا۔
- **ریاست کا سربراہ:** ریاست کے سربراہ (صدر) کا مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔
- **اسلامی قانون:** کوئی ایسا قانون منظور نہیں کیا جائے گا جو قرآن و سنت کی تعلیمات کے خلاف ہو۔ صدر پر لازم کیا گیا کہ وہ یقینی بنائے کہ قوانین اسلامی اصولوں کے مطابق ہوں۔
- **اسلامی طرز زندگی کا فروغ:** ریاست کو اسلامی اصولوں کے فروغ کی ذمہ داری دی گئی۔ قرآن کی تعلیم اور اسلامیات کی تدریس کے لئے اقدامات کیے جانے تھے۔
- **اقلیتوں کا تحفظ:** آئین میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی۔
- **سماجی اور معاشی انصاف:** ریاست کو اسلامی تعلیمات کے مطابق سماجی اور معاشی انصاف کو فروغ دینے کا پابند بنایا گیا۔
- **اسلام کے مطابق قوانین:** تمام موجودہ قوانین کو قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کی ہدایت کی گئی۔
- **اسلامی تعلیم کا فروغ:** ایسے اقدامات اٹھائے جائیں گے کہ مسلمان قرآن اور اسلام کو سمجھ سکیں اور عربی زبان کو فروغ دیا جائے گا۔
- **ربا کا خاتمہ:** ملک سے ربا (سود) کا جلد از جلد خاتمہ کیا جائے گا۔

دیگر اہم خصوصیات

تحریری اور لچک دار آئین

آئین تحریری اور لچک دار نوعیت کا تھا۔ جس میں دو تہائی (2/3) اکثریت سے ترمیم ممکن تھی۔

وفاقی ڈھانچہ

آئین میں وفاقی نظام حکومت فراہم کیا گیا جس میں قانون سازی کے اختیار کے متعلق تین فہرستیں شامل تھیں۔ وفاقی (33امور)، صوبائی (94امور)، اور مشترکہ (19امور)۔ مشترکہ معاملات میں وفاقی قوانین کو صوبائی قوانین پر فوقیت حاصل تھی۔

پارلیمانی نظام

اس دستور کے تحت پارلیمانی نظام حکومت قائم کیا گیا جس میں 300 ارکان پر مشتمل یک ایوانی قومی اسمبلی تھی جس کے ممبران مشرقی اور مغربی پاکستان کے مابین برابری کے اصول پر منتخب ہونے تھے۔

انتظامی اختیار

صدر مملکت ریاست کا سربراہ ہوگا جس کے لئے ضروری تھا کہ وہ کم از کم 40 سال کا مسلم شہری ہو جبکہ حکومت کا سربراہ وزیر اعظم ہوگا۔ صدر کو وسیع انتظامی اختیارات حاصل تھے جن میں وزیر اعظم کی تقرری بھی شامل تھی۔ وزیر اعظم کو قومی اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کا پابند بنایا گیا۔

براہِ راست انتخابات

آئین نے مرکزی (قومی اسمبلی) اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے براہِ راست انتخابات کا نظام دیا۔ صدر کو قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین منتخب کرتے تھے۔ 21 سال یا اس سے زائد عمر کے پاکستانی شہریوں کو ووٹ کا حق دیا گیا۔

سکندر مرزا 1956 کے آئین پر دستخط کرتے ہوئے

آزاد عدلیہ

آئین نے عدلیہ کی آزادی کو یقینی بنایا سپریم کورٹ عدالتی نظام میں سب سے اعلیٰ ادارہ تھا۔ چیف جسٹس وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان تنازعات میں ثالث کا کردار ادا کرتا تھا۔

بنیادی حقوق

آئین نے پاکستانی شہریوں کے بنیادی حقوق کی ضمانت دی۔ ان میں آزادیٔ اظہار، نقل و حرکت، مذہب اور قانون کے سامنے برابری شامل تھے۔

قومی زبان

اردو اور بنگالی دونوں کو ریاستی زبانیں قرار دیا گیا جبکہ انگریزی کو ایک سرکاری زبان کے طور پر برقرار رکھا گیا۔ 10 سال کے بعد صدر ایک کمیشن تشکیل دے گا جو انگریزی زبان کے متبادل کے لئے سفارشات مرتب کرے گا۔

صوبائی ڈھانچہ

صوبائی حکومت کا ڈھانچہ مرکزی حکومت سے مشابہ تھا۔ ہر صوبائی اسمبلی میں 300 ارکان تھے۔ دس اضافی نشستیں خواتین کے لئے مخصوص تھیں۔

1956 کا آئین جو تقریباً نو سال کی جدوجہد کے بعد تیار کیا گیا تھا، صرف 2 سال اور 7 ماہ تک نافذ العمل رہا۔ صدر سکندر مرزا نے اکتوبر 1958 میں اسے منسوخ کر دیا۔ سیاسی عدم استحکام، اقتدار کی تقسیم پر اختلافات اور مذہبی اور ثقافتی تناؤ کی وجہ سے اس کی مدت مختصر رہی۔ اس کے باوجود یہ آئین مستقبل کی آئین سازی کے لئے بنیاد بنا۔ وفاقیت، نمائندگی اور ریاست میں اسلام کے کردار پر ہونے والے مباحث پر اس آئین کے اثرات مرتب ہوئے۔

نئے افق تلاش کریں

درج ذیل آئینی اصطلاحات کے متعلق انٹرنیٹ سرچ کے ذریعے معلومات حاصل کریں اور اپنے ہم جماعت ساتھیوں کے لئے ان اصطلاحات کے استعمال کی وضاحت کریں۔

- ایکٹ، بل، شق، دفعات، قانون، آرڈیننس، قرارداد، دائرہ اختیار

1962 کا آئین

27 اکتوبر 1958 کو چیف مارشل لا ایڈ منسٹریٹر کے طور پر اقتدار سنبھالنے کے بعد جنرل محمد ایوب خان نے ایک کمیشن مقرر کیا جس کی سربراہی سابق چیف جسٹس محمد شہاب الدین نے کی تاکہ ایک نیا آئین تیار کیا جا سکے۔ اس کمیشن میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے اراکین شامل تھے۔ کمیشن نے 6 مئی 1961 کو

برائے اساتذہ:

- طلباء کو ہر اصطلاح کے مفہوم کو مستند ذرائع سے سمجھنے میں مدد فراہم کریں۔
- مثالوں سے واضح کریں کہ قانونی یا حکومتی نظام میں ان اصطلاحات کا اطلاق کیسے ہوتا ہے؟

رپورٹ پیش کی جس کا ایوب خان اور ان کی کابینہ نے تفصیلی جائزہ لیا۔ جنوری 1962 میں کابینہ نے آئین کے حتمی مسودے کی منظوری دی۔ جنرل محمد ایوب خان نے یکم مارچ 1962 کو باضابطہ طور پر اس کا اعلان کیا۔ نیا آئین 8 جون 1962 کو نافذ العمل ہوا جس کے تحت پاکستان میں صدارتی طرزِ حکومت قائم کیا گیا۔

اسلامی دفعات

قراردادِ مقاصد

قراردادِ مقاصد کو آئین کے دیباچے کے طور پر شامل کیا گیا۔ اس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ مسلمانوں کو اللہ نے اختیارات ایک مقدس امانت کے طور پر سونپے ہیں جنہیں مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کیا جائے گا۔

ملک کا نام

1956 کے آئین کے برعکس اس آئین کے مطابق ملک کا نام جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔ عوام کے احتجاج کے بعد اسے تبدیل کر کے اسلامی جمہوریہ پاکستان کر دیا گیا۔

اسلامی اصولوں کا فروغ

ایسے اقدامات کیے جائیں گے کہ پاکستان میں مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو اسلامی اصولوں اور بنیادی تصورات کے مطابق منظم کر سکیں۔

قوانین کی اسلام سے مطابقت

کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو قرآن و سنت کی تعلیمات اور تقاضوں کے خلاف ہو۔ موجودہ قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالا جائے گا۔

صدر کی اہلیت

اس آئین کے تحت صدر کا مسلمان ہونا لازمی تھا۔

قرآن اور اسلام کی لازمی تعلیم

مسلمانوں کے لیے قرآن مجید اور اسلام کی تعلیم لازمی قرار دی گئی۔

زکوٰۃ، اوقاف اور مساجد کا انتظام

آئین میں ریاست کو پابند کیا گیا کہ وہ زکوٰۃ، وقف اور مساجد کے اداروں کو مناسب طریقے سے منظم کرے۔

غیر اسلامی سرگرمیوں کا خاتمہ

وہ تمام سرگرمیاں جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں انہیں معاشرے سے ختم کیا جائے گا۔ جیسے جوا، جسم فروشی، اور دھونس دھاندلی

اسلامی مشاورتی کونسل

1962 کے آئین میں اسلامی نظریاتی مشاورتی کونسل کی تجویز دی گئی۔ اس کونسل کا مقصد قانون ساز اداروں کو اسلامی اصولوں کے مطابق قانون سازی میں رہنمائی فراہم کرنا تھا۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ پاکستانی مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کے طریقے بتائے۔

اسلامی تحقیقاتی ادارہ

یہ ادارہ اسلامی تحقیق کے لیے قائم کیا جائے گا اور حقیقی اسلامی اصولوں کی بنیاد پر مسلم معاشرے کی تعمیر نو میں مدد فراہم کرے گا۔

دیگر اہم خصوصیات

تحریری آئین

یہ آئین تحریری شکل میں تھا جس میں 250 آرٹیکلز شامل تھے جو 12 حصوں اور 3 شیڈولز پر مشتمل تھے۔

سخت آئین

آئین سخت تھا اور اس میں پارلیمنٹ کی کم از کم دو تہائی اکثریت سے ہی ترمیم کی جا سکتی تھی۔ صدر مملکت کی منظوری بھی ضروری تھی۔

وفاقی نظام

ملک میں وفاقی نظام حکومت متعارف کرایا گیا۔ اس میں ایک مرکزی حکومت اور دو صوبائی حکومتیں مشرقی اور مغربی پاکستان شامل تھیں۔ مرکز کو ضرورت پڑنے پر صوبائی معاملات میں مداخلت کا اختیار حاصل تھا۔

صدارتی نظام حکومت

1956 کے آئین کے برعکس یہ آئین صدارتی تھا جس میں تمام انتظامی اختیارات صدر کے پاس تھے۔ وہ حکومت اور ریاست دونوں کا آئینی سربراہ تھا۔

یک ایوانی مقننہ

1962 کے آئین کے تحت یک ایوانی مقننہ قائم کی گئی جسے قومی اسمبلی کہا گیا۔ ابتدائی طور پر اس اسمبلی کے 156 اراکین تھے جن کی تعداد بعد میں بڑھا کر 218 اور پھر 313 کر دی گئی۔ ارکان کو بنیادی جمہوریت کے الیکٹورل کالج کے ذریعہ منتخب کیا جاتا تھا جس میں مشرقی اور مغربی پاکستان کو مساوی نمائندگی دی گئی تھی۔ کچھ نشستیں خواتین کے لیے بھی مخصوص تھیں۔ قومی اسمبلی کو مرکزی معاملات پر قانون سازی کا مکمل اختیار حاصل تھا۔

صوبائی حکومتیں

1962 کے آئین کے تحت دو صوبائی حکومتیں قائم کی گئیں جن کی سربراہی متعلقہ گورنر کے پاس تھی۔ گورنر کو صدر کی طرح وسیع اختیارات حاصل تھے۔ انہیں صدر کی منظوری سے صوبائی وزراء کی تقرری کا اختیار دیا گیا۔

صوبائی مقننہ

ہر صوبے کی اپنی مقننہ تھی۔ ابتدائی طور پر یہ 150 ارکان پر مشتمل تھی جسے بعد میں بڑھا کر 218 کر دیا گیا۔

صدر کے اختیارات

صدر کا مسلمان ہونا لازمی تھا اور وہ 5 سال کی مدت کے لیے منتخب ہوتا تھا۔ وہ آرڈیننس جاری کر سکتا تھا اور قومی اسمبلی سے منظور شدہ قوانین کو ویٹو کر سکتا تھا جسے اسمبلی کی دو تہائی اکثریت سے ہی مسترد کیا جا سکتا تھا۔ تاہم صدر اسمبلی کو اپنی مدت مکمل ہونے سے پہلے تحلیل نہیں کر سکتا تھا۔ صدر کو ہنگامی اختیارات دیے گئے تھے جنہیں وہ ہنگامی حالات میں کسی بڑی پابندی کے بغیر استعمال کر سکتا تھا۔

بالواسطہ انتخابات

1962 کے آئین میں بالواسطہ انتخابات کا طریقہ کار متعارف کرایا گیا۔ ووٹرز بنیادی ڈیموکریٹس کا انتخاب کرتے تھے۔ یہ 80,000 بنیادی ڈیموکریٹس صدر، وفاقی اور صوبائی مقننہ کے اراکین کے نمائندے منتخب کرنے کے ذمہ دار تھے۔ اس نظام کا مقصد انتخابی عمل کو براہ راست عوامی رائے دہندگی کی بجائے مرحلہ وار انتخاب کے ذریعے عمل میں لانا تھا۔

عدلیہ کی آزادی

اس آئین کے مطابق عدلیہ آزاد تھی۔ ہائی کورٹس کے تمام ججوں کا انتخاب اور تقرری صدر نے چیف جسٹس کے مشورے سے کرنی تھی۔ لیکن صدر چیف جسٹس کی سفارشات کا پابند نہیں تھا۔ عدالت کو انتظامی اقدامات پر عدالتی نظر ثانی کا اختیار حاصل تھا۔

بنیادی حقوق

پاکستان کے تمام شہریوں کو ذات، نسل اور رنگ کے امتیاز کے بغیر بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت دی گئی اور شہری حقوق کو تحفظ فراہم کیا گیا۔

قومی زبانیں

اردو اور بنگالی کو قومی زبانوں کے طور پر تسلیم کیا گیا۔

ریفرنڈم

اس آئین میں ریفرنڈم (عوامی رائے شماری) کا ادارہ متعارف کرایا گیا۔

1962 کے آئین کا مقصد اقتدار کو بنیادی جمہوریت کے ذریعے مرکزیت دینا اور بالواسطہ انتخابات کو رائج کرنا تھا۔ تاہم اس کی قبولیت اور نفاذ میں کئی چیلنجز درپیش تھے، خاص طور پر ان ناقدین کی طرف سے جو صوبائی خود مختاری کے حامی تھے۔ مزید برآں بنیادی جمہوریت کے نظام کی قانونی حیثیت کے بارے میں بھی خدشات تھے۔ اسے حقیقی نمائندگی کو یقینی بنانے کی بجائے انتخابی نتائج پر اثر انداز ہونے کا ذریعہ سمجھا گیا۔ ان مسائل کی وجہ سے وسیع پیمانے پر عدم اطمینان اور سیاسی بے چینی پیدا ہوئی جس کے نتیجے میں آئین کی قبولیت اور کارگر ہونے پر منفی اثر پڑا۔ اس آئین کو 1969 میں منسوخ کر دیا گیا۔

1973 کا آئین

وسیع پیمانے پر بدامنی کے بعد صدر ایوب خان نے 25 مارچ 1969 کو استعفیٰ دے دیا۔ کمانڈر ان چیف جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے اقتدار سنبھال لیا اور 1962 کے آئین کو منسوخ کرتے ہوئے مارشل لا نافذ کر دیا۔ یحییٰ خان نے دسمبر 1970 میں قومی سطح پر عام انتخابات منعقد کرائے۔ مشرقی پاکستان سے عوامی لیگ نے مجیب الرحمن اور مغربی پاکستان سے پاکستان پیپلز پارٹی نے ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں اکثریت حاصل کی۔ تاہم مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان اقتدار کی منتقلی کے معاملے پر اختلافات پیدا ہو گئے۔ اس تنازعہ نے سیاسی اور عوامی بے چینی پیدا کر دی جس سے صورتحال مزید خراب ہو گئی۔ بھارت کی مشرقی پاکستان کی حمایت میں مداخلت نے 1971 کی پاکستان بھارت جنگ کو جنم دیا۔ اس جنگ کے نتیجے میں مشرقی پاکستان علیحدہ ہو کر 16 دسمبر 1971 کو بنگلہ دیش بن گیا۔ بعد ازاں جنرل یحییٰ خان نے 20 دسمبر 1971 کو اقتدار ذوالفقار علی بھٹو کو سونپ دیا۔

ذوالفقار علی بھٹو نے 12 اپریل 1972 کو ایک عبوری آئین متعارف کرایا۔ مستقل آئین کی تیاری کے لیے انہوں نے ایک 25 رکنی کمیٹی تشکیل دی جس میں 1970 کے انتخابات میں کامیاب ہونے والی تمام سیاسی جماعتوں کے نمائندے شامل تھے۔ آئین کا مسودہ قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا جسے 10 اپریل 1973 کو منظور کیا گیا۔ یوں پاکستان کا پہلا متفقہ آئین وجود میں آیا جو 14 اگست 1973 کو باضابطہ طور پر نافذ ہوا۔ آج تک ملک میں یہی آئین نافذ ہے۔ اس نئے آئین کا مقصد ایک مستحکم اور جمہوری طرز حکومت فراہم کرنا تھا تاکہ ماضی کی سیاسی بے یقینی اور عدم نمائندگی کے مسائل کو حل کیا جا سکے۔

1973 کے آئین کی اسلامی دفعات

1973 کا آئین ریاست کے اسلامی کردار پر زور دینے کے حوالے سے نمایاں ہے۔ یہ ملک کے اس عزم کی عکاسی کرتا ہے کہ اسلامی اصولوں کو قانونی اور حکمرانی کے ڈھانچے میں شامل کیا جائے۔ اس آئین کو اس انداز میں مرتب کیا گیا کہ پاکستان کے قوانین اور پالیسیاں اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہوں اور قومی تشخص کا اہم حصہ بنیں۔ آئین کی اسلامی دفعات درج ذیل ہیں۔

1. **قراردادِ مقاصد بطور دیباچہ:** قراردادِ مقاصد کو آئین کے دیباچے کے طور پر شامل کیا گیا۔ 1985 میں اسے آئین کا فعال حصہ بنا دیا گیا۔ اس قرارداد کے مطابق حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہے۔ انسان اللہ کے نائب یا خلیفہ کے طور پر اس اختیار کو ایک مقدس ذمہ داری کے طور پر اس کی مقرر کردہ حدود کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔

2. **ملک کا نام:** ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔

3. **ریاستی مذہب:** آئین کے تحت پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔

4. **مسلمان کی تعریف:** آئین میں پہلی بار مسلمان کی تعریف کی گئی۔ آئین کے مطابق مسلمان وہ شخص ہے جو اللہ کی وحدانیت اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان رکھتا ہو۔ اور کسی ایسے شخص کو جو محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے بعد کسی بھی معنی میں یا کسی بھی حیثیت میں نبوت کا دعوے دار ہو، نبی یا مذہبی مصلح نہ مانتا ہو۔

5. **صدر اور وزیر اعظم کا مسلمان ہونا:** آئین کے مطابق صدر اور وزیر اعظم دونوں کا مسلمان ہونا لازمی ہے۔ کوئی غیر مسلم ان عہدوں کے لیے اہل نہیں ہو سکتا۔

6. اسلامی قوانین کانفاذ: تمام موجودہ قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھالا جائے گا۔ کوئی ایسا قانون نافذ نہیں کیا جائے گا جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہو۔

7. قرآن اور اسلام کی تعلیم: تعلیمی اداروں میں قرآن اور اسلامیات کی تعلیم لازمی ہوگی۔

8. زکوٰۃ، وقف اور مساجد کا انتظام: ریاست زکوٰۃ، وقف اور مساجد کے اداروں کا مناسب انتظام کرے گی۔

9. اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام: اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی جائے گی جو قانون ساز اداروں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق قوانین بنانے میں رہنمائی فراہم کرے گی۔ یہ کونسل موجودہ قوانین کو اسلامی شکل میں ڈھالنے اور قوانین کو قرآن وسنت کے خلاف ہونے کی صورت میں کالعدم قرار دینے کی ذمہ دار ہوگی۔

10. اسلامی اصولوں کا فروغ: ریاست اس امر کو یقینی بنائے گی کہ پاکستان کے مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگیاں اسلام کے اصولوں اور بنیادی تصورات کے مطابق گزار سکیں۔

11. وفاقی شرعی عدالت: آئین کے تحت وفاقی شرعی عدالت اس بات کو یقینی بنائے گی کہ پاکستان کے تمام قوانین قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق ہوں۔ اسے موجودہ قوانین کا جائزہ لینے کا اختیار ہے اور اگر کوئی قانون اسلام کی تعلیمات کے خلاف پایا جائے تو وہ اسے منسوخ کر سکتی ہے۔

12. قاضی عدالتیں: نچلی سطح کی یہ عدالتیں جو ضلع کی سطح پر کام کرتی ہیں، مسلمانوں کے ذاتی معاملات کے فیصلے اسلامی فقہ کی روشنی میں کریں گی۔ ان عدالتوں میں نکاح، طلاق، وراثت اور دیگر خاندانی امور کے معاملات اسلامی قانون کے مطابق نمٹائے جائیں گے۔

13. سود کا خاتمہ: سود کے خاتمے کے لیے حکومت اقدامات کرے گی۔

14. اسلامی دنیا کا اتحاد: 1973 کے آئین کے تحت حکومت اسلامی اخوت اور اتحاد و یکجہتی کے لیے اسلامی ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات فروغ دینے کی پابند ہے۔

دیگر اہم خصوصیات

آئین کا ڈھانچہ: 1973 کا آئین تحریری اور تفصیلی ہے۔ اس میں 280 آرٹیکلز شامل ہیں جو 12 ابواب اور 7 شیڈولز پر مشتمل ہیں۔

وفاقی نظام: آئین کے تحت پاکستان ایک وفاق ہوگا جہاں اکائیاں یا صوبے خود مختار ہوں گے۔

حکومت کی شکل: ملک میں پارلیمانی نظام حکومت ہوگا۔ وزیر اعظم مرکز میں حکومت کا سربراہ ہوگا اور صدر ریاست کا سربراہ ہوگا۔ وزیر اعلیٰ صوبائی حکومت کا سربراہ ہوگا۔

دو ایوانی نظام: 1973 کے آئین نے ملک میں دو ایوانی نظام متعارف کرایا جسے مجلس شوریٰ کہا جاتا ہے۔ اس کے دو ایوان ہیں: سینیٹ (ایوانِ بالا) اور قومی اسمبلی (ایوانِ زیریں)۔ قومی اسمبلی براہ راست انتخاب سے ایک آدمی ایک ووٹ کی بنیاد پر 5 سال کے لیے منتخب ہوتی ہے۔ سینیٹ کو قومی اسمبلی اور متعلقہ صوبائی اسمبلی کے اراکین کے ذریعے متناسب نمائندگی کی بنیاد پر منتخب کیا جاتا ہے۔

براہ راست انتخابات: آئین کے تحت قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے براہِ راست انتخابات کا طریقہ کار متعارف کرایا گیا۔

عدلیہ کی آزادی: آئین ججوں کی ملازمت کا تحفظ یقینی بناتے ہوئے ایک آزاد عدلیہ کے قیام پر زور دیتا ہے۔ ججوں کی تقرری صدر مملکت کرتا ہے اور انہیں صرف سپریم جوڈیشل کونسل کی سفارش پر ہی برطرف کیا جاسکتا ہے۔

ریفرنڈم: آئین صدر کو کسی بھی قومی مسئلے پر ریفرنڈم کرانے کا اختیار دیتا ہے۔

قانون کی حکمرانی: 1973 کا آئین ملک میں قانون کی حکمرانی قائم کرتا ہے۔

سنگین غداری: آئین کی معطلی یا منسوخی کا عمل سنگین غداری قرار دیا گیا۔

قومی زبان: پاکستان کی قومی زبان اردو ہے۔ آئین کے نفاذ کے پندرہ سال کے اندر اسے سرکاری اور دیگر مقاصد کے لیے مکمل طور پر رائج کیا جائے گا۔ جب تک اس طرح کے انتظامات نہیں کیے جاتے، انگریزی زبان سرکاری مقاصد کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے۔ آئین کے تحت علاقائی زبانوں کا بھی تحفظ کیا گیا ہے۔

واحد شہریت: آئین میں واحد شہریت کے اصول کو اپنایا گیا۔ اس اصول کے مطابق شہریوں کے حقوق و فرائض کا تعین صرف وفاقی آئین کے تحت ہوگا۔ اس طرح پاکستان بھر کے لوگ پاکستان کے شہری ہیں۔

پاکستان کو ایک فلاحی ریاست بنانا: آئین میں فلاحی ریاست کا تصور دیا گیا ہے جس کے تحت عوام کی فلاح و بہبود کو بلا تمیز ذات، جنس، عقیدہ، نسل یقینی بنایا جائے گا۔

سرگرمی:

پاکستان میں آئینی ترقی کی تفصیلی ٹائم لائن مرتب کریں جس میں اہم سنگ میل شامل ہوں۔ ہر سنگ میل کی تاریخ اور مختصر وضاحت شامل کریں۔ اپنی ٹائم لائن کو بصری معاونات کے ذریعے پیش کریں۔

1956 کے آئین کی ناکامی کی وجوہات

1956 کے آئین کی ناکامی کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

- پاکستان کا سماجی وسیاسی ماحول پیچیدہ تھا۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان لسانی اور ثقافتی اختلافات نمایاں تھے۔ حکومتی چیلنجز سے نمٹنے کے لئے مغربی پاکستان کے تمام صوبوں کو ایک وحدت میں ضم کر دیا گیا تا کہ علاقائی تعصبات کو کم کیا جاسکے۔ لیکن یہ عمل ناکام ثابت ہوا اور احتجاج کا سبب بنا۔
- انتخابی نظام نے پاکستان میں تعطل پیدا کر دیا۔ کچھ سیاسی جماعتیں بشمول نیشنل عوامی پارٹی مشترکہ انتخابات کی حامی تھیں جبکہ کچھ جداگانہ انتخابات چاہتی تھیں۔ اس تنازع نے سیاسی نظام کو غیر مستحکم کر دیا جس کے نتیجے میں 1956 کے آئین کو منسوخ کرکے مارشل لا نافذ کر دیا گیا۔
- 1956 کے آئین میں یک ایوانی مقننہ متعارف کرائی گئی۔ کامیاب وفاق کے لئے دو ایوانی نظام ضروری ہوتا ہے۔
- عوام نے صدر کے وعدہ کردہ عام انتخابات کا مطالبہ کیا لیکن یہ وعدہ پورا نہ ہو سکا۔ جس سے عوامی بے چینی نے جنم لیا جو 1956 کے آئین کی ناکامی کا ایک سبب بنا۔

برائے اساتذہ:

طلبہ کی طرف سے ٹائم لائن ترتیب دیے جانے کے بعد ایک مباحثہ کا اہتمام کریں تا کہ ہر آئین کی تشکیل کے دوران درپیش چیلنجز کی تحقیق اور تجزیہ کیا جاسکے۔ طلبہ کو علاقائی تفاوت، سیاسی عدم استحکام اور فوجی مداخلت جیسے مسائل کا جائزہ لینے کی ترغیب دیں۔

- سربراہِ مملکت نے ملکی معاملات میں بہت زیادہ مداخلت کی جس کی وجہ سے تیز رفتار سیاسی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور نئے آئین کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔
- سربراہِ مملکت اور سربراہ حکومت کے درمیان سیاسی کشمکش نے ملک میں انتشار پیدا کیا۔ یہ انار کی آئین کی منسوخی کا سبب بنی۔
- اقتدار کی کشمکش اور فوجی مداخلت نے آئین کی منسوخی اور پاکستان میں جمہوریت کی ناکامی کو جنم دیا۔

1962 کے آئین کی ناکامی کی وجوہات

- 1962 کے آئین کی ناکامی کی بنیادی وجہ اس کی عوام میں عدم مقبولیت تھی۔ یہ آئین عوام کی حقیقی امنگوں کا عکاس نہیں تھا اور اسے ایک شخص کی حکمرانی تصور کیا گیا جسے وسیع حمایت اور قانونی جواز حاصل نہیں تھا۔
- 1962 کا آئین فوجی حکومت کے تحت تشکیل پایا تھا جس میں وسیع تر اتفاق رائے شامل نہیں تھا۔ مختلف فریقین کی شمولیت کے بغیر تیار کئے گئے آئین کی قانونی حیثیت کمزور ہو گئی جو اس کی ناکامی کا ایک سبب بنی۔
- بنیادی حقوق پہلی ترمیم کے بعد آئین میں شامل کیے گئے لیکن ان پر مؤثر طریقے سے عملدرآمد نہ ہوا۔ عوام کو عملی طور پر یہ حقوق حاصل نہ ہو سکے جس کی وجہ سے آئین کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔
- مغربی پاکستان کے تمام صوبوں کو ایک یونٹ میں ضم کر دیا گیا جس سے ان صوبوں کی خود مختاری محدود ہو گئی۔ یہ اقدام آئین کی ناکامی کا ایک سبب بنا۔
- آئین میں مؤثر توازن اور احتساب کا نظام موجود نہیں تھا جس کی وجہ سے اختیارات کی تقسیم کمزور رہی۔
- 1962 کے آئین نے صدارتی طرز حکومت متعارف کرایا جسے تجربہ کرنے کے بعد عوام نے ناپسند کیا۔ عوام نے پارلیمانی نظام کو ترجیح دی جس کی وجہ سے آئین کی غیر مقبولیت میں اضافہ ہوا۔
- کنونشن مسلم لیگ نے جس کی قیادت ایوب خان کر رہے تھے، کسی بڑی اپوزیشن کے بغیر اسمبلی میں اکثریت حاصل کر لی۔ اس سے حکمران جماعت کو اپنی ترجیحات کے مطابق آئین ترتیب دینے کا موقع ملا۔

پاکستان کے دساتیر کا تقابلی جائزہ

خصوصیات	1956 کا آئین	1962 کا آئین	۱۹۷۳ کا آئین
نفاذ اور مدت	یہ 23 مارچ 1956 کو نافذ ہوا اور 7 اکتوبر 1958 تک نافذ العمل رہا	یہ 8 جون 1962 کو نافذ ہوا اور 25 مارچ 1969 تک نافذ العمل رہا	یہ 14 اگست 1973 کو نافذ ہوا اور آج تک نافذ العمل ہے۔
آرٹیکلز اور شیڈولز کی تعداد	اس میں 234 آرٹیکلز اور 6 شیڈولز شامل تھے	اس میں 250 آرٹیکلز اور 3 شیڈولز شامل تھے	اس میں 280 آرٹیکلز اور 7 شیڈولز شامل ہیں۔

امور کی فہرست	اس میں تین فہرستیں شامل تھیں یعنی وفاقی، صوبائی اور مشترکہ امور	اس میں دو فہرستیں شامل تھیں یعنی مرکزی اور صوبائی امور	اس میں صرف وفاقی مضامین کی ایک فہرست شامل ہے۔
پالیسی کے اصول	پالیسی کے کچھ اصول متعارف کرائے گئے۔	حکومت کی رہنمائی کے لیے کچھ رہنما اصول متعارف کرائے گئے۔	حکومت کی رہنمائی کے لیے کچھ رہنما اصول متعارف کرائے گئے۔
بنیادی حقوق	شہریوں کو حقوق فراہم کیے گئے	ابتدا میں شامل نہیں تھے لیکن بعد میں فراہم کیے گئے۔	تمام شہریوں کو بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی۔
سپریم جوڈیشل کونسل	ایسا کوئی ادارہ نہیں تھا	سپریم جوڈیشل کونسل متعارف کروائی گئی۔	سپریم جوڈیشل کونسل متعارف کروائی گئی۔
وزیر اعظم اور صدر کے اختیارات	صدر زیادہ طاقتور تھا۔ وہ قومی اسمبلی سے وزیر اعظم کا انتخاب کر سکتا تھا۔ وزیر اعظم، حکومت اور اسمبلی کو برطرف کر سکتا تھا۔	وزیر اعظم کا عہدہ موجود نہیں تھا۔ صدر تمام اختیارات رکھتا تھا۔ اسے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو برطرف کرنے کا اختیار حاصل تھا۔	تمام اختیارات قومی اسمبلی کے ذریعے منتخب ہونے والے وزیر اعظم کے پاس ہیں۔ صدر کا عہدہ علامتی ہے۔
حکومت کی شکل	پارلیمانی طرز حکومت	صدارتی طرز حکومت	پارلیمانی طرز حکومت
مقننہ	یک ایوانی مقننہ	یک ایوانی مقننہ جسے قومی اسمبلی کہا جاتا ہے	سینٹ اور قومی اسمبلی پر مشتمل دو ایوانی مقننہ
انتخابات کا طریقہ	براہِ راست انتخابات	بالواسطہ انتخابات: بنیادی جمہوریت کے نمائندے صدر، قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے لیے الیکٹورل کالج کے طور پر کام کریں گے۔	براہ راست اور بالواسطہ دونوں انتخابات: عوام قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے ووٹ دیں گے۔ قومی اور صوبائی اسمبلیاں سینٹ اور صدر کے انتخاب کے لیے الیکٹورل کالج کے طور پر کام کریں گی۔
ریفرنڈم	ریفرنڈم کا کوئی تصور موجود نہیں تھا۔	ریفرنڈم کا تصور متعارف کرایا گیا	صدر کو کسی بھی معاملے پر ریفرنڈم کرانے کا اختیار دیا گیا۔
قومی زبان	اردو اور بنگالی	اردو اور بنگالی	صرف اردو قومی زبان ہو گی۔
قرارداد مقاصد	بطور دیباچہ شامل	بطور دیباچہ شامل	ابتدا میں بطور دیباچہ شامل بعد میں فعال حصہ بن گئی۔

ملک کا نام	اسلامی جمہوریہ پاکستان	اسلامی جمہوریہ پاکستان	اسلامی جمہوریہ پاکستان
ریاستی مذہب	ریاست کے سرکاری مذہب کے طور پر اسلام کا ذکر نہیں تھا	ریاست کے سرکاری مذہب کے طور پر اسلام کا ذکر نہیں تھا	اسلام کو ریاست کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔
مسلمان کی تعریف	مسلمان کی تعریف کے متعلق کوئی شق شامل نہیں تھی	مسلمان کی تعریف کے متعلق کوئی شق شامل نہیں تھی	مسلمان کی واضح تعریف دی گئی۔
سربراہ ریاست	صدر مسلمان ہو گا۔	صدر مسلمان ہو گا۔	صدر اور وزیر اعظم دونوں مسلمان ہوں گے۔
اسلامی قانون	قرآن اور سنت کی تعلیمات کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔	قرآن اور سنت کی تعلیمات کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا	قرآن اور سنت کی تعلیمات کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا
قرآن پاک کی اشاعت	اس حوالے سے کوئی شق موجود نہیں تھی۔	اس حوالے سے کوئی شق موجود نہیں تھی۔	قرآن پاک کی غلطیوں سے پاک اشاعت کو یقینی بنایا جائے گا۔
اسلامی تعلیم	حکومت کے ذریعے اسلامی تعلیم لازمی قرار دی گئی۔	حکومت کے ذریعے اسلامی تعلیم لازمی قرار دی گئی۔	حکومت کے ذریعے اسلام اور قرآن کی تعلیم لازمی قرار دی گئی۔
مسلم دنیا کا اتحاد	مسلم دنیا کے ساتھ تعلقات مضبوط بنانے کی شق شامل کی گئی۔	مسلم دنیا کے ساتھ تعلقات مضبوط بنانے کی شق شامل کی گئی۔	مسلم دنیا کے ساتھ تعلقات مضبوط بنانے کی شق شامل کی گئی۔
اقلیتوں کے حقوق	اقلیتوں کے حقوق کو تحفظ فراہم کیا گیا۔	اقلیتوں کے حقوق کو تحفظ فراہم کیا گیا۔	اقلیتوں کے حقوق کو ضمانت دی گئی۔

میں نے کیا سیکھا

- پاکستان کی آئینی تاریخ کا آغاز گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 سے ہوا جو آزادی کے بعد 1947 میں عبوری آئین کے طور پر نافذ کیا گیا۔
- پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس 10 اگست 1947 کو منعقد ہوا۔ یہ اسمبلی ابتدا میں 69 ارکان پر مشتمل تھی اور اس کی تعداد بعد میں 79 تک بڑھا دی گئی۔ اسے آئین تیار کرنے اور وفاقی مقننہ کے طور پر کام کرنے کا فریضہ سونپا گیا۔
- پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی نے 1949 میں قراردادِ مقاصد منظور کی اور سیاسی بحران کے حل کے لیے بوگرہ فارمولا پر غور کیا۔
- قومی مسائل، اختیارات کی تقسیم پر تنازعات اور مشرقی و مغربی پاکستان کے درمیان لسانی تناؤ جیسے چیلنجز آئین سازی کے عمل میں تاخیر کا باعث بنے۔ 1954 میں اسمبلی تحلیل کر دی گئی۔

- 1949 میں منظور کی جانے والی قرارداد مقاصد نے اسلامی نظریات اور جمہوری حکمرانی کی بنیاد پر پاکستان کے مستقبل کے آئین کے لیے بنیادی اصول وضع کیے۔
- قراردادِ مقاصد نے بنیادی حقوق، وفاقیت، خود مختاری اور اقلیتوں کے تحفظ کی ضمانت دی، جس نے 1956، 1962 اور 1973 کے آئین کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔
- پہلی دستور ساز اسمبلی کو 1954 میں گورنر جنرل غلام محمد نے تحلیل کر دیا۔
- دوسری دستور ساز اسمبلی نے 1956 میں پاکستان کے پہلے آئین کا مسودہ تیار کیا اور اسے منظور کیا۔ مغربی پاکستان کو ایک یونٹ میں ضم کر کے ملک کو ایک وفاقی جمہوریہ قرار دیا گیا۔
- 1956 کا آئین ایک تحریری دستاویز تھی جس میں 234 آرٹیکلز، 13 حصے اور 6 شیڈولز شامل تھے۔ اس کا مقصد ملک کی اسلامی شناخت اور اصولوں کی عکاسی کرنا تھا۔ اس آئین کے تحت پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا گیا۔ صدر کا مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا اور تمام قوانین کو قرآن اور سنت کی تعلیمات کے مطابق بنانے کا حکم دیا گیا۔
- اپنی جامع نوعیت کے باوجود اس آئین کو 1958 میں سیاسی عدم استحکام اور اختیارات کی تقسیم پر اختلافات کے باعث جنرل محمد ایوب خان نے منسوخ کر دیا۔
- 1962 کا آئین جو جنرل محمد ایوب خان کی حکومت کے تحت نافذ کیا گیا، صدارتی نظام حکومت پر مبنی تھا۔ اس میں اسلامی اصولوں کو ریاستی امور کا حصہ بنایا گیا۔
- اس میں قوانین کو قرآن اور سنت کے مطابق بنانے، صدر کے مسلمان ہونے، اسلامی نظریاتی کونسل اور اسلامی تحقیقاتی ادارہ جیسے ادارے قائم کرنے کی شقیں شامل تھیں۔
- اس آئین میں تفصیلی ڈھانچے کے باوجود آئین کو مرکز میں محدود کرنے اور بنیادی جمہوریت کے ذریعے بالواسطہ انتخابات کی وجہ سے تنقید کا سامنا کرنا پڑا جس کے نتیجہ میں 1969 میں یہ آئین منسوخ کر دیا گیا۔
- 1973 کے آئین کے تحت جو ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں نافذ کیا گیا، پاکستان کی شناخت کو اسلامی جمہوریہ کے طور پر مستحکم کرنے اور ایک مستحکم جمہوری نظام قائم کرنے کی کوشش کی گئی۔
- 1973 کے آئین میں اسلامی دفعات کو شامل کیا گیا جن میں اسلام کو ریاست کا سرکاری مذہب قرار دینا، مسلمان کی تعریف متعین کرنا، اور تمام قوانین کو قرآنی تعلیمات کے مطابق یقینی بنانا شامل تھا۔

مشقی سوالات

درج ذیل سوالات کے جوابات الف، ب، ج یا د میں سے منتخب کر کے دیں۔

1۔ بلوچستان، قبائلی علاقہ جات، بہاولپور اور خیر پور جیسے علاقوں کے نمائندوں کی شمولیت نے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی پر کیا اثر ڈالا؟

الف) اس سے آئین سازی کا عمل زیادہ جامع اور نمائندہ بنا۔

ب) علاقائی تنازعات میں اضافے کی وجہ سے قانون سازی کا عمل پیچیدہ ہو گیا۔

ج) آمد و رفت کے چیلنجز کی وجہ سے اسمبلی کی تشکیل میں تاخیر ہوئی۔

د) علاقائی خود مختاری کو کم کر کے مرکزی اختیار کو مضبوط بنایا گیا۔

2۔ پاکستان کی آئینی تاریخ میں قرار دادِ مقاصد کی اہمیت کیا ہے؟

الف) اردو کو قومی زبان قرار دیا گیا۔

ب) پاکستان کے مستقبل کے آئین کے لئے بنیادی اصول وضع کیے۔

ج) صدارتی نظامِ حکومت پیش کیا۔

د) سیاسی مسائل کو حل کیا۔

3۔ کون سی دستاویز پاکستان کے دساتیر میں دیباچہ کے طور پر شامل ہے؟

الف) قرار دادِ لاہور

ب) دو قومی نظریہ

ج) قرار دادِ مقاصد

د) بوگرہ فارمولا

4۔ پاکستان کی دوسری دستور ساز اسمبلی کیسے تشکیل دی گئی؟

الف) مشرقی اور مغربی پاکستان کے لوگوں کے براہِ راست انتخابات کے ذریعے۔

ب) گورنر جنرل کی طرف سے ارکان کی تقرری کے ذریعے۔

ج) مشرقی اور مغربی پاکستان کی صوبائی قانون ساز اسمبلیوں کے ذریعے۔

د) پاکستانی شہریوں کے درمیان ریفرنڈم کے ذریعے۔

5۔اپنی تحلیل سے پہلے آئین ساز اسمبلی نے بوگرہ فارمولے پر کس طرح کا ردعمل ظاہر کیا؟

الف)فارمولے کو مکمل طور پر مسترد کر دیا۔

ب)مباحثوں اور ترامیم کے بعد فارمولے کو ممکنہ حل کے طور پر قبول کر لیا۔

ج)ترامیم کے بغیر فارمولا منظور کر لیا۔

د)فارمولے کو نظر انداز کر دیا اور ایک نیا فارمولا تجویز کیا۔

6۔گورنر جنرل غلام محمد نے 1954 میں پہلی دستور ساز اسمبلی کیوں تحلیل کی؟

الف) قومی زبان پر اختلافات کی وجہ سے۔

ب) کئی سالوں بعد بھی آئین تیار کرنے میں ناکامی کی وجہ سے۔۔

ج) اقتصادی عدم استحکام پر قابو پانے کے لئے۔

د) مشرقی پاکستان میں اقتدار مضبوط کرنے کے لئے۔

7۔پاکستان میں آئین سازی کے عمل میں مندرجہ ذیل تمام بڑے چیلنجز شامل تھے، سوائے۔۔۔

الف) مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم۔

ب) بنگالی کو سرکاری زبان بنانے کے مطالبے کے ساتھ لسانی فسادات۔

ج) پناہ گزینوں کا بحران اور کشمیر کا تنازعہ۔

د) ایک مضبوط صدارتی نظام کا نفاذ۔

8۔ 1962 کے آئین کے تحت قومی اسمبلی کے اراکین کیسے منتخب کیے گئے؟

الف) براہ راست عوامی انتخابات کے ذریعے　　　ب) صدر کے ذریعہ تقرری

ج) بنیادی جمہوریت کے ذریعے بالواسطہ انتخابات　　　د) صوبائی گورنروں کے ذریعے انتخاب

9۔1962 کے آئین میں متعارف کرائے گئے انتخابی نظام پر ایک اہم تنقید کیا تھی؟

الف) اقلیتوں کی نمائندگی کی کمی　　　ب) انتخابی نتائج میں ردوبدل

ج) اختیارات کی حد سے زیادہ منتقلی　　　د) خواتین کو ووٹ دینے کے حق سے محروم کرنا

10۔ 1973 کے آئین کے تحت قوانین کو اسلامی تعلیمات کے مطابق یقینی بنانے کا اختیار کس کے پاس ہے؟

الف) وزیر اعظم — ب) اسلامی نظریاتی کونسل

ج) صدر — د) سپریم کورٹ

درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1۔ قرارداد مقاصد کی پاکستان کے دساتیر کی تشکیل میں کیا اہمیت ہے؟

2۔ 1973 کے آئین کے تحت پاکستان میں قانون سازی کے عمل میں اسلامی نظریاتی کونسل کا کیا کردار ہے؟

3۔ پاکستان نے آزادی کے بعد گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کو عبوری آئین کے طور پر کیوں اپنایا؟

4۔ قائد اعظم کی وفات نے پاکستان میں آئین سازی کے عمل کو کیسے متاثر کیا؟

5۔ پاکستان کی فیڈرل کورٹ نے پہلی دستور ساز اسمبلی کے مستقبل پر کیا اثر ڈالا؟

6۔ 1956 کے آئین کے تحت قائم کردہ پارلیمانی نظام کا موجودہ حکومتی ڈھانچے سے موازنہ کریں۔

7۔ 1962 کے آئین کے تحت متعارف کرائے گئے بنیادی جمہوریت کے نظام کا پاکستان کے سیاسی منظرنامے پر کیا اثر پڑا؟

8۔ 1962 کے آئین کی منسوخی کی اہم وجوہات کیا تھیں؟

مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تفصیل سے دیں۔

1۔ پاکستان کے آئینی مسودہ کی تیاری میں علاقائی اور لسانی تنازعات کے کردار کا جائزہ لیں۔

2۔ 1962 کے آئین کے تحت متعارف کرائے گئے صدارتی نظام کے حکومتی اور سیاسی استحکام پر اثرات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی خوبیوں اور خامیوں کا جائزہ لیں۔

3۔ اسلامی اصولوں اور جمہوری حکمرانی کے درمیان توازن کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان کی آئینی تاریخ پر قرارداد مقاصد کے اثرات کا تجزیہ کریں۔

4۔ وفاقیت، نمائندگی اور اسلامی اصولوں کے کردار کے حوالے سے پاکستان کے 1962 اور 1973 کے دساتیر کا موازنہ کریں۔

پراجیکٹ

1973 کے آئین کے تحت اقلیتوں کے حقوق کی منصفانہ حفاظت کی گئی ہے۔

- آپ کے علاقے کی بڑی مذہبی اقلیتیں ان اقدامات سے کس حد تک مطمئن ہیں؟
- اقلیتوں کے آئینی حقوق کے تحفظ کے بارے میں ان کے خیالات اور تجربات کو سمجھنے کے لئے جمع کردہ اعداد وشمار کا تجزیہ کریں۔
- نتائج کو اسکول میگزین، نیوزلیٹر، یا اسکول کے سوشل میڈیا اکاؤنٹ میں شائع کریں۔ اطمینان کی سطح اور بہتری کے ممکنہ پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لئے اعداد وشمار کا تجزیہ کریں

لغت

- **آئین:** بنیادی اصولوں یا طے شدہ روایات کا مجموعہ جس کے مطابق کسی ریاست یا تنظیم کو چلایا جاتا ہے۔
- **اسلامی دفعات:** آئین میں شامل وہ مخصوص دفعات یا آرٹیکلز جو اسلامی اصولوں اور تعلیمات سے ہم آہنگ ہوں۔
- **دیباچہ:** باضابطہ دستاویز، جیسے آئین کا تعارفی حصہ جو اس کے مقاصد اور رہنما اصولوں کی وضاحت کرتا ہے۔
- **پارلیمانی نظام:** ایسا طرزِ حکومت جس میں انتظامیہ (حکومت) قانونی حیثیت اور اختیار مقننہ (پارلیمنٹ) سے حاصل کرتی ہے اور وہ اسی کے سامنے جوابدہ ہوتی ہے۔
- **یک ایوانی نظام:** ایسا نظام جس میں قانون سازی کے لیے ایک ہی ایوان یا مجلس ہو۔
- **مقننہ:** وہ ادارہ جو قوانین بنانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔
- **وفاقی نظام:** ایسا طرز حکومت جس میں اختیارات مرکزی حکومت اور اس کے ماتحت سیاسی اکائیوں (صوبوں یا ریاستوں) کے درمیان تقسیم کیے جاتے ہیں۔
- **صدارتی نظام:** ایسا نظام حکومت جس میں انتظامیہ (حکومت) مقننہ (قانون ساز ادارے) سے علیحدہ ہوتی ہے اور حکومت کا سربراہ ایک منتخب صدر ہوتا ہے جو ریاست اور حکومت دونوں کا سربراہ ہوتا ہے۔
- **عدلیہ:** کسی ملک میں عدالتوں کا نظام جو قوانین کی تشریح اور ان کا نفاذ کرتا ہے۔
- **بنیادی حقوق:** وہ حقوق جو ہر انسان کو حاصل ہوتے ہیں اور عام طور پر کسی ملک کے آئین یا قوانین میں درج ہوتے ہیں تاکہ فرد کو ریاست یا دیگر اداروں کی زیادتی سے محفوظ رکھا جاسکے۔
- **دو ایوانی نظام:** ایسا قانون ساز نظام جس میں دو ایوان یا مجالس ہوں (جیسے ایوان زیریں اور ایوان بالا)۔
- **ریفرنڈم:** عوام سے براہ راست رائے شماری کے ذریعے کسی خاص تجویز یا مسئلے پر فیصلہ لینا۔
- **آئینی ترمیم:** کسی ملک کے آئین میں کی جانے والی تبدیلی یا اضافہ۔
- **بنیادی جمہوریت:** مقامی حکومتی نظام جو 1962 کے آئین میں متعارف کرایا گیا تھا۔

حصہ دوم: آئینِ پاکستان

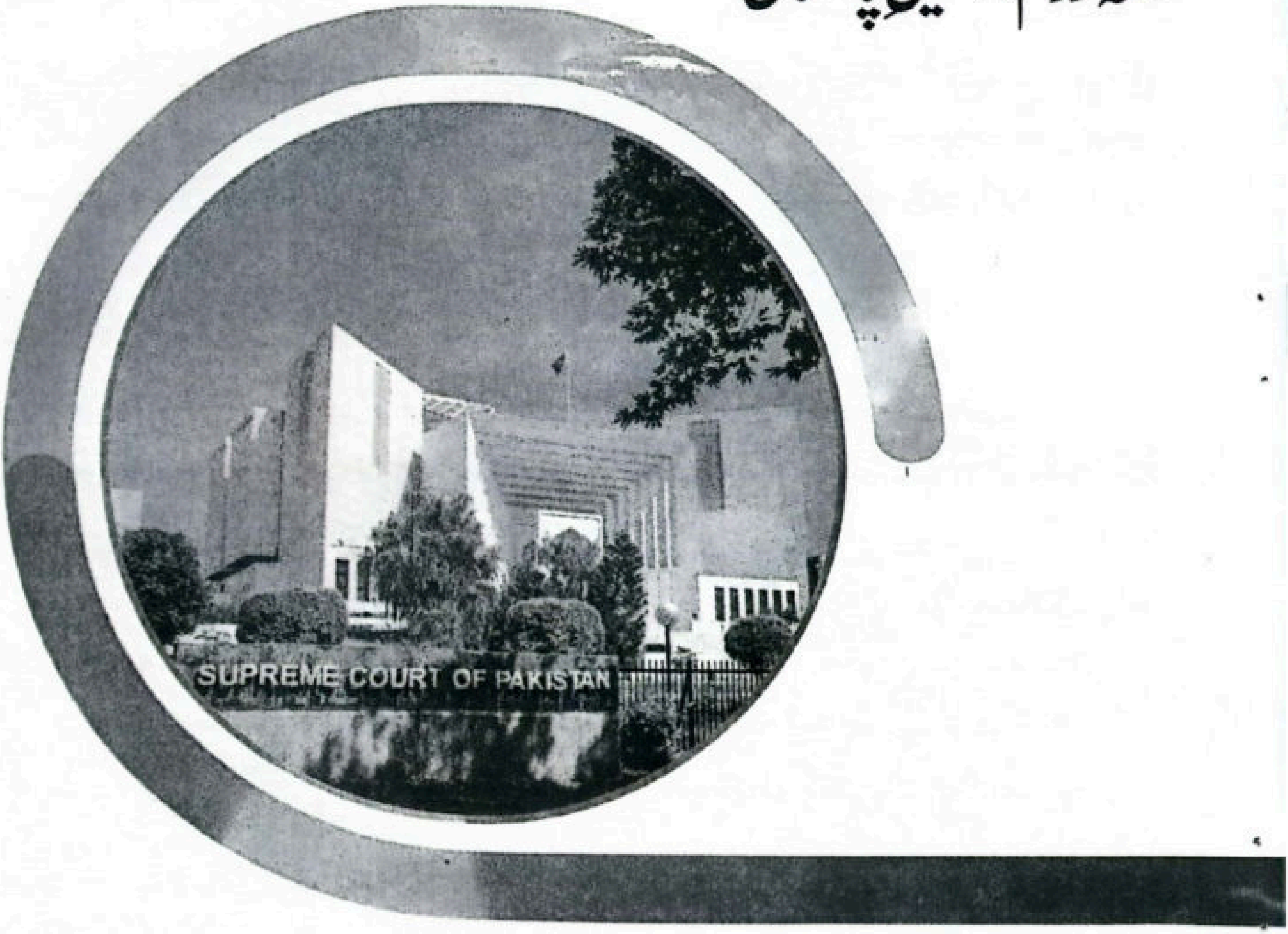

باب چہارم: شہریت اور پائیدار معاشرت

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- ایک جمہوری ریاست کے بنیادی اصول کے طور پر قانون کی حکمرانی کی اہمیت پر بحث کر سکیں اور پاکستان میں امن وامان کی صورتحال کو بہتر بنانے کے طریقے تجویز کر سکیں۔
- معاشرتی فلاح و بہبود رضاکارانہ کاموں میں شہریوں کی شرکت کے تصورات اور اہمیت کو سمجھ سکیں۔
- شہریت کے حصول اور منسوخی کا تعین کر سکیں۔ (ہجرت، نقل مکانی، شادیاں)۔
- ایک خوشحال ملک کے لیے آزاد صحافت، انصاف اور مساوات کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔
- یہ سمجھتے ہوئے کہ میڈیا کے پیغامات مختلف سیاق وسباق سے متاثر ہوتے ہیں جن میں معاشی، سماجی، سیاسی، تاریخی اور جمالیاتی عوامل شامل ہوتے ہیں، سوشل میڈیا اور ٹیکنالوجی کی آج کی دنیا میں ایک باشعور ڈیجیٹل شہری ہونے کی اہمیت کو اجاگر کر سکیں۔

قانون کی حکمرانی کے بنیادی اصول

تاریخ میں قانون کی حکمرانی کی تشریح مختلف انداز میں کی گئی ہے جو سماجی انصاف اور نظم و نسق کی فراہمی میں اس کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ ارسطو نے یہ سوال اٹھایا کہ کیا بہترین انسان کا حکومت کرنا بہتر ہے یا بہترین قوانین کے ذریعے۔ اس نے قوانین کی نوعیت اور ان کے نفاذ میں حکومت کی اہمیت پر زور دیا۔ برطانوی مفکر البرٹ وین ڈائیسی نے قانون کی حکمرانی کو صوابدیدی اختیار اور وسیع حکومتی صوابدید سے آزاد قرار دیتے ہوئے باقاعدہ قانون کی مکمل بالادستی کو نمایاں کیا۔

قانون کی حکمرانی کی مختلف تعریفیں

قانون کی حکمرانی کی دیگر تعریفیں اصولوں کے ایک مجموعے کی حیثیت سے سامنے آتی ہیں جو یہ یقینی بناتی ہیں کہ حکومت ہر فرد کے ساتھ چاہے وہ کسی بھی نسل، جنس، تعلیم یا معاشی حیثیت کا حامل ہو، یکساں اور منصفانہ سلوک کرے۔ اس میں موجودہ قوانین کا جائزہ لینا، قانون کے سامنے برابری کا سلوک، انسانی حقوق کا تحفظ، تنازعات کے مؤثر حل کی رسائی اور امن وامان کی بحالی شامل ہیں۔

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے قانون کی حکمرانی کو ایک بنیادی اصول کے طور پر بیان کیا ہے جس کے تحت تمام سرکاری اور نجی ادارے عوامی طور پر نافذ کردہ یکساں طور پر لاگو ہونے والے اور آزادانہ طور پر فیصلہ کرنے والے قوانین کے لیے جوابدہ ہیں جو بین الاقوامی انسانی حقوق کے معیارات کے مطابق ہیں۔ اس میں قانونی بالادستی، مساوات، احتساب، انصاف، اختیارات کی علیحدگی، فیصلہ سازی میں شمولیت، من مانی سے بچاؤ اور شفافیت شامل ہیں۔

قانون کی حکمرانی کی اقسام

قانون کی حکمرانی کی تعریفیں دو وسیع اقسام میں آتی ہیں:

1- **باضابطہ یا سرکاری:** امن وامان کو یقینی بنانے میں قانون کی حکمرانی کے کردار پر زور دیتا ہے، اور عدالتوں اور ٹریبونلز کی طرف سے موثر فیصلوں کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔

2- **ادارہ جاتی توجہ:** جامع قوانین، اچھی طرح سے کام کرنے والی عدالتوں، اور اچھی طرح سے تربیت یافتہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ضرورت کو اجاگر کرتا ہے۔

دونوں اقسام قانون کی حکمرانی کو مختلف سماجی طور پر تشکیل دیے گئے نتائج کے طور پر پیش کرتے ہیں جو پیش گوئی کے قابل اور مؤثر فیصلوں کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔

قانون کی حکمرانی کی ترویج

پائیدار ترقی کا 2030 ایجنڈا (SDGs) ایک ایسی دنیا کی تشکیل کا عزم کرتا ہے جہاں ہر فرد تشدد اور خوف سے آزاد زندگی گزار سکے، جہاں بھوک اور غربت کا مکمل خاتمہ ہو اور زمین کو آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ بنایا جائے۔ پاکستان بھی اقوام متحدہ کے 2030 ایجنڈ برائے پائیدار ترقی پر دستخط کر چکا ہے۔ اس عالمی

تبدیلی کی بنیاد اس تصور پر رکھی گئی ہے کہ انسانی حقوق، امن و سلامتی اور ترقی آپس میں جڑے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کو مضبوط بناتے ہیں۔

SDG-16 کا مقصد ایسے پرامن، انصاف پسند اور جامع معاشروں کی تشکیل کرنا ہے جو قانون کی حکمرانی کے اصولوں کے تحت چلتے ہوں۔ یہ ایک بنیادی شرط ہے جس کے ذریعے دیگر تمام اہداف جیسے صحت، تعلیم، اقتصادی سرگرمیاں اور ترقی کے مختلف پہلوؤں کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح یہ عالمی خواہش ایک نئی ترقی کی راہ ہموار کرتی ہے جہاں لوگ ایسے فیصلے کرتے ہیں جو ان کی زندگیوں پر اثرانداز ہوتے ہیں۔

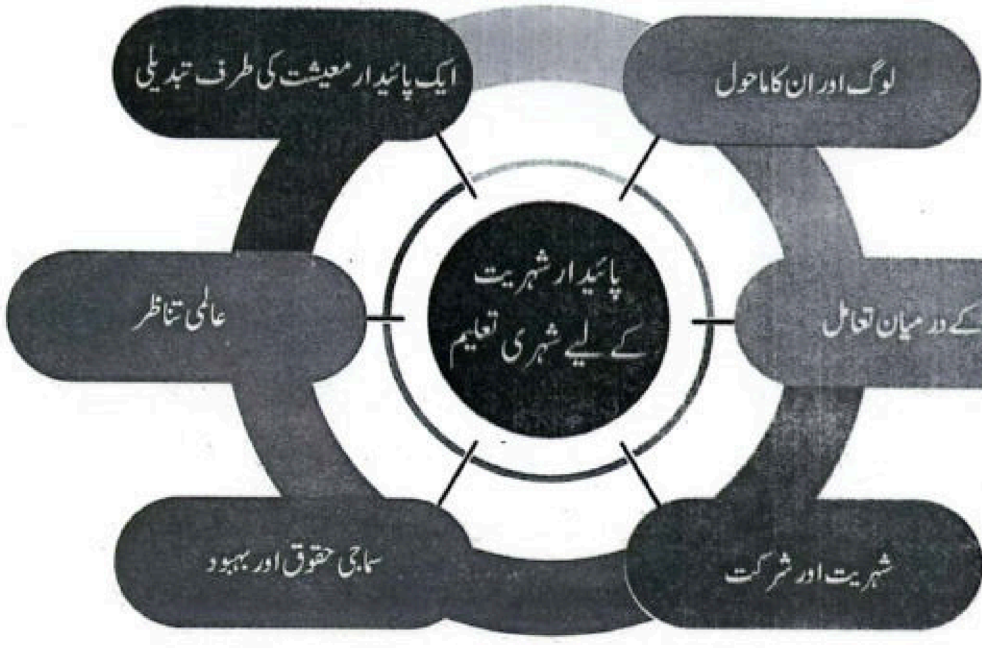

شہری اور شہریت

شہری وہ فرد ہوتا ہے جسے کسی خاص ملک یا قومی ریاست کے قانونی رکن کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ حیثیت کچھ حقوق اور ذمہ داریوں کے ساتھ آتی ہے۔ شہریت کی تعریفیں کچھ مختلف ہوتی ہیں لیکن سبھی بنیادی تصور پر متفق ہیں۔

میریام-ویبسٹر ڈکشنری تاریخی بنیادوں پر توجہ مرکوز کرتی ہے اور ایک شہر یا قصبے کے اندر آزاد شہری کے حقوق کی وضاحت کرتی ہے۔ آکسفورڈ انگلش ڈکشنری ایک ریاست کی جانب سے قانونی طور پر تسلیم کرنے پر زور دیتی ہے۔ کیمبرج ڈکشنری شہریت کے دوہرے معنی پر روشنی ڈالتی ہے جس میں قومی رکنیت اور مقامی شہر یا شہر کی وابستگی شامل ہے۔ برٹانیکا ڈکشنری کسی ملک کی طرف سے اپنے شہریوں کو پیش کردہ قانونی تعلق اور متعلقہ حقوق اور تحفظات پر زور دیتی ہے۔ یہ تعریفیں عام طور پر کسی ریاست یا قوم میں قانونی حیثیت اور رکنیت پر زور دیتی ہیں جن میں اکثر حقوق، مراعات اور ذمہ داریاں شامل ہوتی ہیں۔ شہریت کو قانون کی حکمرانی سے جوڑتے ہوئے 2030 کا ایجنڈ برائے پائیدار ترقی، قانونی شناخت اور حکمرانی میں فعال شرکت پر زور دیتا ہے۔

کسی ملک کی جانب سے اپنے شہریوں کو فراہم کردہ قانونی تعلقات اور ان کے حقوق و تحفظات کی اہمیت پر زور دیا جاتا ہے۔ یہ تعریفیں عموماً کسی ریاست یا قوم میں قانونی حیثیت اور رکنیت کی وضاحت کرتی ہیں، جن میں اکثر مخصوص حقوق، فوائد اور ذمہ داریاں شامل ہوتی ہیں۔ شہریت کو قانون کی حکمرانی کے ساتھ منسلک

کرتے ہوئے 2030 کا ایجنڈا برائے پائیدار ترقی قانونی شناخت اور حکمرانی میں فعال شمولیت کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کرتا ہے کہ شہریوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے اور ذمہ داریوں کو برقرار رکھا جائے اور لوگوں کو پالیسیوں اور فیصلوں پر اثر انداز ہونے کے لیے بااختیار بنایا جائے، اس طرح ایک منصفانہ اور جامع معاشرے کو فروغ ملے گا۔

شہریت

شہریت ایک فرد اور ریاست کے درمیان تعلق کی وضاحت کرتی ہے جس کے تحت فرد ریاست کے ساتھ وفاداری کا عہد کرتا ہے اور اس کے بدلے میں ریاست اس کی حفاظت کی ضمانت دیتی ہے۔ شہریت کا مفہوم صرف آزادی نہیں بلکہ اس کے ساتھ کچھ ذمہ داریاں بھی شامل ہیں۔ شہریوں کے پاس مخصوص حقوق، فرائض اور ذمہ داریاں ہوتی ہیں جو غیر ملکیوں اور دیگر غیر شہریوں کے لیے جزوی طور پر ہی فراہم کی جاتی ہیں۔ عام طور پر مکمل سیاسی حقوق جیسے کہ ووٹ دینے اور عوامی عہدوں پر فائز ہونے کا حق شہریت کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ شہریت کی بنیادی ذمہ داریوں میں ریاست سے وفاداری، ٹیکس کی ادائیگی اور فوجی خدمات وغیرہ شامل ہیں۔

شہریت قومیت کی ایک خاص شکل ہے جو مختلف تعلقات کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ اصطلاح ایک فرد اور ریاست کے درمیان تعلق کو بیان کرتی ہے، جو ہمیشہ سیاسی حقوق کی ضمانت نہیں دیتی بلکہ دیگر فوائد خاص طور پر غیر ملکی تحفظ کی فراہمی کا بھی مطلب رکھتی ہے۔ بین الاقوامی قانون کے تحت، شہریت ان تمام افراد کی شناخت کرتی ہے جنہیں ریاست کی جانب سے تحفظ فراہم کرنے کا حق حاصل ہے۔ قومیت صرف افراد تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ مختلف اداروں جیسے کمپنیوں، بحری جہازوں اور ہوائی جہازوں کے تعلقات کی بھی نشاندہی کرتی ہے۔ ان تمام اداروں کی بھی ایک قومیت ہوتی ہے۔

شہریت کے حقوق اور ذمہ داریاں

شہریت مخصوص حقوق، مراعات اور ذمہ داریاں اس ملک کے دائرہ اختیار کے اندر افراد کو دیتی ہے جس سے وہ تعلق رکھتے ہیں۔ یہ حقوق اور ذمہ داریاں مخصوص قوم کے قوانین اور ضوابط کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہیں۔ یہاں ہم شہریت کے حقوق کی مختلف اقسام پر بات کرتے ہیں:

شہریوں کے حقوق

1۔ قانونی حقوق: شہریوں کو آئین کی طرف سے کچھ قانونی تحفظ دیا گیا ہے۔ اس میں منصفانہ مقدمے کا حق، تقریر کی آزادی، مذہب اور پرامن اجتماعات وغیرہ شامل ہیں۔

2۔ سماجی فوائد: شہری حکومت کی طرف سے فراہم کردہ مختلف سماجی فوائد کے حقدار ہو سکتے ہیں جیسے صحت کی دیکھ بھال، تعلیم، سماجی تحفظ اور فلاحی پروگراموں تک رسائی۔ یہ شہریوں کے لیے امدادی نظام کے طور پر کام کرتے ہیں۔

3۔ سیاسی شرکت: شہریت میں اکثر سیاسی عمل میں حصہ لینے کا حق شامل ہوتا ہے جیسے انتخابات میں ووٹ دینا، عوامی عہدے کے لیے انتخاب لڑنا اور اپنے خیالات کے اظہار کے لیے پرامن احتجاج سمیت سیاسی سرگرمی میں شامل ہونا۔

4- **معاشی حقوق:** پاکستان کے آئین میں شہریوں کو متعدد معاشی حقوق فراہم کیے گئے ہیں جن میں جائیداد کے حصول کا حق اور کسی بھی کاروبار یا پیشے کو اپنانے کی آزادی شامل ہیں۔ آئین ریاست کو بنیادی ضروریات جیسے خوراک، رہائش، تعلیم اور صحت کی سہولیات فراہم کرنے، دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنانے اور ہر فرد کے لیے سماجی اور معاشی انصاف کو فروغ دینے کی ہدایت بھی دیتا ہے۔

ذمہ داریاں:

حقوق کے ساتھ ساتھ شہریت میں کچھ ذمہ داریاں بھی شامل ہوتی ہیں جیسے:

1- **قانون پر عملدرآمد:** ملکی قوانین کی پابندی شہریوں کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔ یہ سب کے لیے ایک منصفانہ اور منظم معاشرہ کو یقینی بناتی ہے۔

2- **ٹیکس ادا کرنا:** ٹیکس عوامی خدمات جیسے سڑکوں اور اسکولوں کو فنڈ فراہم کرنے میں حصہ ڈالتے ہیں جنہیں ہر کوئی استعمال کرتا ہے۔ ٹیکس ادا کرنا شہریت کی اہم ذمہ داری ہے۔

3- **گواہی کی ذمہ داری:** بعض صورتوں میں شہریوں کو گواہی دینے اور عدالتی مقدمات کے فیصلے میں معاونت کے لیے طلب کیا جاسکتا ہے۔ یہ نہ صرف ایک اہم فرض ہے بلکہ یہ انصاف کے نظام میں شمولیت کا ایک ذریعہ بھی ہے۔

4- **لازمی بھرتی:** بعض ممالک میں شہریوں کو ضرورت کے وقت فوج میں خدمات انجام دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے ملک کی حفاظت اور سلامتی کو یقینی بنانے میں مدد ملتی ہے۔

پبلک سروسز کی مالی معاونت میں ٹیکس کی آمدنی کی اہمیت

قومی شناخت اور جمہوریت پر شہریت کے اثرات

شہریت بنیادی طور پر کسی فرد کی قومی شناخت اور تعلق کے احساس کی تشکیل میں ایک اہم عنصر ہے۔ یہ معاشرے میں کسی کی حیثیت کو سمجھنے اور ثقافتی، سماجی اور سیاسی سرگرمیوں میں شمولیت کے لیے ایک بنیادی ڈھانچہ فراہم کرتی ہے۔ اس کے علاوہ شہریت ایک جمہوری معاشرے کی فعالیت کے لیے نہایت اہم ہے

کیونکہ یہ افراد اور ریاست کے درمیان تعلقات کی وضاحت کرتی ہے۔ شہریوں کے حقوق جمہوریت کی بنیاد ہیں جو آئین اور قوانین میں درج ہیں تاکہ افراد کو غیر قانونی اقدامات سے محفوظ رکھا جاسکے اور ان کی آزادی، مساوات اور عزت کو یقینی بنایا جاسکے۔ یہ حقوق جمہوری عمل میں شمولیت اور ایک مکمل زندگی گزارنے کے لیے ضروری وسائل فراہم کرتے ہیں۔ پاکستان کے تناظر میں جمہوریت اہم ہونے کے باوجود ہنگامہ خیز رہی ہے جس میں کامیابی اور ناکامی کے مختلف مراحل شامل ہیں۔ جہاں جمہوری اداروں نے سیاسی اظہار اور نمائندگی کے مواقع فراہم کیے ہیں وہیں سیاسی عدم استحکام، بدعنوانی اور حکمرانی کے مسائل نے کبھی کبھار جمہوری نظریات کے مکمل نفاذ میں رکاوٹیں بھی پیدا کی ہیں۔ شہریت کے فوائد کے ساتھ ساتھ شہریوں سے کئی فرائض اور ذمہ داریوں پر عملدرامد کی توقع بھی کی جاتی ہے۔ یہ تجزیہ ان اہم ذمہ داریوں اور فرائض کا ایک مکمل جائزہ پیش کرتا ہے جو شہریوں کو بااختیار بنانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

ایک شہری کے فرائض اور ذمہ داریاں

شہریوں کے حقوق اور ذمہ داریاں ایک ایسا عمل جس سے کمیونٹی / لوگوں کو فائدہ ہو۔	شہریوں کے فرائض ایک ایسا عمل جو قانون کے ذریعہ مطلوب ہے۔
• ووٹ دینا • شہری اجلاسوں میں شرکت • حکومت سے درخواست • انتخابات میں حصہ لینا • کمیونٹی خدمات سرانجام دینا	• قوانین کی پابندی کرنا • ٹیکس ادا کرنا • قوم کا دفاع • منتخب خدمت کے لیے اندراج • گواہی دینا

شہریوں کے فرائض	فرائض کا ایک عام آدمی سے کیا تعلق ہے
• قوانین کی پابندی کرنا	• قوانین کی پابندی معاشرے میں نظم وضبط برقرار رکھتی ہے تاکہ لوگ محفوظ رہیں
• ٹیکس ادا کرنا	• بڑے منصوبوں (سڑکیں، سکول وغیرہ) کے لیے ٹیکس ادائیگی سے سب کو فائدہ ہو سکتا ہے۔
• گواہی دینا	• گواہی دینے کی ذمہ داری میں حصہ لے کر ایک شخص اپنے ساتھیوں کے آئینی حق کی حفاظت کرتا ہے۔
• قوم کا دفاع	• قوم کے دفاع سے پورے ملک کو فائدہ ہوتا ہے اور قوم کی حفاظت ہوتی ہے۔

شہریوں کے فرائض	ذمہ داریوں کا ایک عام آدمی سے کیا تعلق ہے۔
• ووٹ دینا	• ووٹنگ کا عمل عوامی فلاح و بہبود سے جڑا ہوا ہے، کیونکہ یہ شہریوں کے نظریات کو عوامی نمائندوں کے ذریعے سننے کا ایک ذریعہ فراہم کرتا ہے۔
• شہری اجلاسوں میں شرکت	• شہری اجلاسوں میں شرکت کرنے سے کوئی بھی سرکاری عہدیداروں تک اپنی آواز پہنچا سکتا ہے۔
• حکومت سے درخواست	• حکومت سے درخواست کرنا ہر کسی کو اپنی رائے حکومت تک پہنچانے کی اجازت دی جائے۔
• کمیونٹی سروس	• کمیونٹی خدمات عام بھلائی میں مدد کرتی ہیں۔ جب کوئی شہری اپنی کمیونٹی میں ضرورت کو دیکھتا ہے اور اس کا حل تلاش کرنے کے لیے ایک اضافی قدم اٹھاتا ہے تو اس سے ہر ایک کو فائدہ ہوتا ہے۔

رضاکارانہ کام اور کمیونٹی سروس کی اہمیت

رضاکارانہ کام کا مقصد کسی خاص علاقے میں لوگوں کی مدد کرنا ہے۔ رضاکارانہ کام بلا معاوضہ کام ہے جس سے کمیونٹی کو فائدہ ہوتا ہے۔ یہ آزادانہ طور پر منتخب کیا گیا ہے یعنی لوگ ایسا کرتے ہیں کیونکہ وہ مدد کرنا چاہتے ہیں اس لیے نہیں کہ انہیں کرنا ہے۔ یہ عام ملازمتوں سے مختلف ہے۔ اس کی تین خصوصیات ہیں:

1- رضاکارانہ: یہ سرگرمی مفت، خود مختار اور آزاد ہوتی ہے۔

2- غیر منافع بخش حیثیت: رضاکارانہ کام ایک غیر منافع بخش نظام تشکیل دیتا ہے جو معاشرے میں قدر و قیمت بڑھاتا ہے۔

3- بامعنی سرگرمی: رضاکارانہ کام ایک بامعنی سرگرمی ہے جو عوامی بھلائی میں شراکت پر زور دیتی ہے۔ رضاکار اپنے کام کے لیے مہارت پیدا کر سکتے ہیں۔

ایک صحت مند اور ہمدرد پاکستانی معاشرے کی تعمیر کے لیے کمیونٹی سروس اور رضاکارانہ خدمات میں حصہ لینا ضروری ہے۔ اس میں کمیونٹی سروس پلیٹ فارم کی مثالیں شامل ہیں۔

الخدمت فاؤنڈیشن پاکستان، ایدھی فاؤنڈیشن (جسے عبدالستار ایدھی نے قائم کیا تھا)، شوکت خانم میموریل کینسر ہسپتال، آغا خان فاؤنڈیشن اور بیٹھک اسکول نیٹ ورک وغیرہ غیر منافع بخش تنظیمیں ہیں۔ سوسائٹی برائے ایجوکیشن ویلفیئر بھی ایک غیر منافع بخش تنظیم ہے جو 1996 میں بنی۔

رضاکارانہ خدمات کے کئی فوائد ہیں:

1- باہمی تعلقات میں مضبوطی

رضاکارانہ خدمات مشترکہ سرگرمیوں کے ذریعے نئے لوگوں سے ملنے اور موجودہ تعلقات کو مضبوط کرنے کا ایک بہترین طریقہ ہیں۔ یہ ایک گروپ کے ساتھ باقاعدگی سے بات چیت کرتے ہوئے سماجی مہارتوں کو فروغ دینے میں مدد کرتا ہے جس سے رابطے قائم کرنا آسان ہوتا ہے۔ ایک خاندان کے طور پر کمیونٹی

سروس میں مشغول ہونا بچوں کو دوسروں کی مدد کرنے اور مشترکہ تجربات حاصل کرنے کی اہمیت سکھاتا ہے۔

2- دماغی اور جسمانی صحت کو بہتر بنانا

رضاکارانہ کام کامیابی اور فخر کا احساس فراہم کر کے خود اعتمادی اور زندگی میں اطمینان کو بڑھاتا ہے۔ رضاکارانہ طور پر دوسروں کے ساتھ باقاعدگی سے بات چیت سماجی تنہائی کو کم کر سکتی ہے جو ڈپریشن کا ایک اہم سبب ہے۔ یہ جسمانی صحت کو بھی بہتر بنا سکتا ہے خاص طور پر بزرگ افراد میں، دائمی درد یا دل کی بیماری کی علامات کو کم کر کے انھیں صحت مند رکھ سکتا ہے۔

3- کیریئر کی ترقی

رضاکارانہ خدمات نئے شعبوں میں تجربہ فراہم کرتی ہیں اور طویل مدتی وابستگی کے بغیر ممکنہ کیریئر کے راستے تلاش کرنے میں مدد کرتی ہیں۔ یہ ٹیم ورک، کمیونیکیشن، مسئلہ حل کرنے، اور کام کی بروقت تکمیل جیسی مہارتوں کی مشق اور بہتری کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ مزید برآں رضاکارانہ خدمات پیشہ ورانہ تنظیموں اور انٹرن شپ کے ذریعے روابط کا باعث بن سکتی ہیں۔

4- ذات کی تکمیل

رضاکارانہ سرگرمیاں افراد کو اپنی دلچسپیوں اور جذبات کے مطابق کام کا موقع فراہم کرتی ہیں جو روزمرہ کے معمولات میں ایک وقفہ فراہم کرتی ہیں۔ بامعنی مشاغل میں شامل ہونے سے حوصلہ افزائی اور تخلیقی صلاحیتوں کی تجدید ممکن ہوتی ہے جو ذاتی اور پیشہ ورانہ زندگی دونوں کے لیے فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔ مجموعی طور پر کمیونٹی سروس معاشرتی تعلقات کو مضبوط کرتی ہے، ذہنی اور جسمانی صحت کو بہتر بناتی ہے، کیریئر کی ترقی میں مددگار ہوتی ہے اور لوگوں کی زندگیوں میں خوشی اور اطمینان لاتی ہے۔ یہ ذاتی تجربات کو بڑھانے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

ایک شہری کی خصوصیات

ماہرین سماجیات اچھے شہریوں کو ایک اچھے فرد کے طور پر دیکھتے ہیں جو فعال طور پر اپنے معاشروں کو بہتر بناتے ہیں۔ وہ اپنا وقت رضاکارانہ طور پر دے کر معاشرے کی بھلائی کے لیے بات کرتے ہوئے اور یہاں تک کہ مقامی حکومت میں شامل ہو کر اپنی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ یہ شہری ذمہ داری کے مضبوط احساس کو ظاہر کرتا ہے۔ تنوع کا احترام ایک اور کلیدی خصوصیت ہے۔ اچھے شہری مختلف پس منظر اور ثقافتوں کا احترام کرتے ہیں۔ وہ شمولیت کو فروغ دیتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ ہر کسی کو احترام کا احساس دلاتے ہیں اور غیر منصفانہ تعصبات کو چیلنج کرتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے جمہوریت میں فعال شہری ووٹ ڈال کر موجودہ واقعات سے باخبر رہتے ہوئے اور ان مسائل پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں جو ان کے معاشروں کو متاثر کرتے ہیں۔ فعال شہری درج ذیل خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں:

1- ماحول کی حفاظت: ماحول کی حفاظت کرنے اور زمین پر انسانی سرگرمیوں کے اثرات کو سمجھنے کی حوصلہ افزائی کرنا۔

2- پڑوسیوں اور ساتھی کمیونٹی ممبران کی مدد کرنا: کمیونٹی کے اندر مہربانی اور مدد کی قدر سکھانا۔

رضاکارانہ خدمات آپ کی مدد کیسے کر سکتی ہیں؟

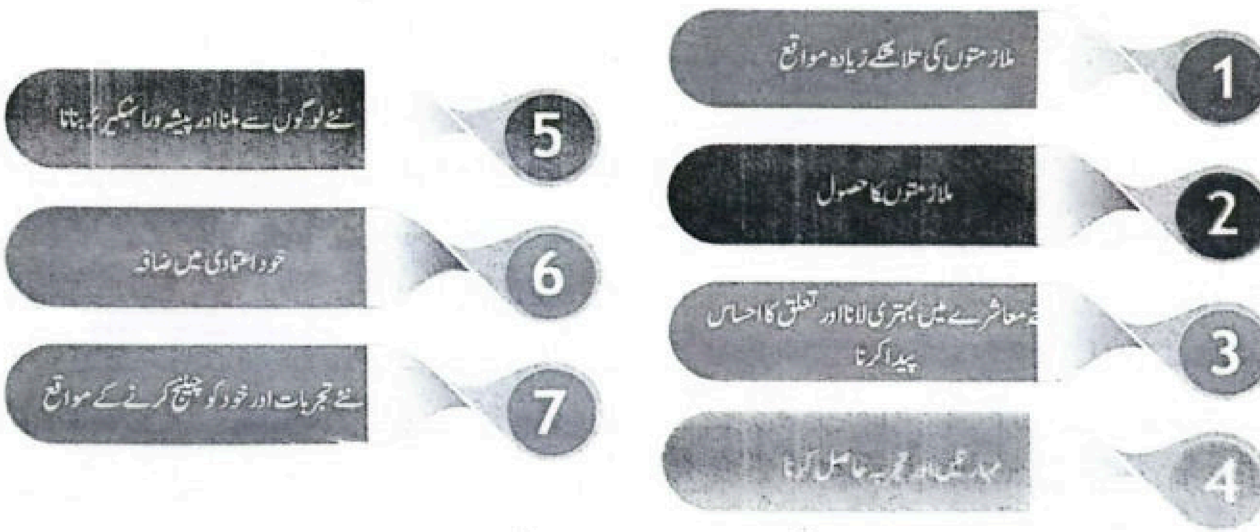

3- **اپنے اعمال کے لیے ذمہ دار ہونا:** جوابدہی کو فروغ دینا اور غلطیوں پر قابو پانے کی اہمیت۔

4- **ہمدرد ہونا:** دوسروں کے احساسات اور حالات کو سمجھنا اور ہمدردی کو فروغ دینا۔

5- **دوسرے لوگوں کی جگہ، حقوق اور جائیداد کا احترام:** حدود کی اہمیت اور دوسروں کے حقوق پر زور دینا۔

6- **قانون کی پاسداری:** ایک ہم آہنگ معاشرے کے لیے قواعد و ضوابط کی پیروی کی ضرورت کو اجاگر کرنا۔

7- **سوسائٹی کا ایک فعال رکن ہونا:** کمیونٹی اور شہری سرگرمیوں میں شرکت کی حوصلہ افزائی کرنا۔

8- **اپنے اردگرد کے ماحول سے آگاہ ہونا:** مقامی اور عالمی ماحول کے بارے میں ذہن سازی اور آگاہی کی تعلیم دینا۔

9- **حق کے لیے کھڑا ہونا:** انصاف کا احساس اور ناانصافی کے خلاف بولنے کی ہمت پیدا کرنا۔

10- **ایمانداری:** تمام اعمال میں سچائی اور دیانت کو فروغ دینا۔

تعلیم میں ان خصوصیات کو شامل کرنے سے ایک مستحکم اخلاقی بنیاد قائم ہوتی ہے جو رویوں اور تعاملات کی رہنمائی کرتی ہے اور ذمہ دار اور باضمیر شہریوں کی نسل کی پرورش کرتی ہے۔

ایک ذمہ دار پاکستانی شہری کی خصوصیات اور ذمہ داریاں

ایک پاکستانی شہری کے بنیادی فرائض ملک کی مذہبی اقدار، اس کے قوانین کا احترام، سماجی و ثقافتی اصولوں کی پاسداری اور معاشرے کے اندر دوسروں کے ساتھ مشترکہ بھلائی کے لیے تعاون کرنے کے گرد گھومتے ہیں۔ مذہب ذاتی شناخت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اسلام صحیح اور غلط کی تمیز کے لیے ایک فریم ورک فراہم کرتا ہے۔ یہ فریم ورک افراد کو معاشرے میں اخلاقی طور پر برتاؤ کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جیسے کہ دوسروں کا احترام کرنا،

اچھے اخلاق پر عمل کرنا اور ضرورت مندوں کی مدد کرنا، ایمانداری، مہربانی اور منصفانہ سلوک کرنا ہر فرد کے لیے ضروری ہے چاہے اس کے مذہبی عقائد، جنس یا نسل کچھ بھی ہو۔ دراصل یہ خصوصیات قانون کی پاسداری اور معاشرت میں ایک مثبت کردار ادا کرنے کی شہری ذمہ داری کے ساتھ مکمل طور پر ہم آہنگ ہیں۔

پاکستانی شہری کی بنیادی ذمہ داری اپنے وطن کے ساتھ وفاداری اور اعتماد کا اظہار کرنا ہے۔ انہیں ملک کے قوانین اور ضوابط کی پاسداری کرنی چاہیے خاص طور پر پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 5 کی روشنی میں جو وفاداری کو ایک اہم فرض قرار دیتا ہے۔ شہریوں کو فعال طور پر مفید سرگرمیوں میں شامل ہونا چاہیے، جیسا کہ شہری شمولیت کو فروغ دینے والے مختلف قوانین میں بیان کیا گیا ہے۔ سماجی ہم آہنگی اور پرامن بقائے باہمی کے اصولوں کے تحت احترام اور رواداری کو فروغ دینا ضروری ہے۔ انسانی اقدار اور وقار کا تحفظ جیسا کہ بنیادی حقوق کے قوانین میں درج ہے انتہائی اہم ہے۔ شہریوں کو ماحولیاتی تحفظ کے قوانین کے مطابق ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ماحولیاتی مسائل کے بارے میں آگاہی پھیلانی چاہیے۔ اپنے ماحول کو صاف رکھنا، ضرورت مندوں کی مدد کرنا اور قومی ترقی کے بارے میں سوچ نتر قیاتی منصوبوں اور پالیسیوں کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ، بزرگوں کا احترام کرنا اور ملک کی بھلائی کے لیے دعا کرنا ثقافتی اور سماجی روایات کی عکاسی کرتا ہے۔

شہریت کا حصول، دست برداری اور منسوخی

شہریت کا مطلب وہ قانونی حیثیت ہے جو کسی فرد کو کسی مخصوص ملک میں کچھ حقوق اور ذمہ داریوں سے نوازتی ہے۔ افراد مختلف طریقوں سے شہریت حاصل کر سکتے ہیں اور بعض صورتوں میں وہ اس سے دست بردار ہو سکتے ہیں۔

شہریت کا حصول

1۔ پیدائشی حق شہریت: کئی ممالک میں ملکی سرحدوں کے اندر پیدا ہونے والے ہر فرد کو خود بخود شہریت فراہم کی جاتی ہے چاہے اس کے والدین کسی اور شہریت کے حامل ہی کیوں نہ ہوں۔ اس نظام کو سرزمین کا حق کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ میں امریکی آئین کے مطابق امریکی سرزمین پر پیدا ہونے والا ہر شخص امریکی شہری تصور کیا جاتا ہے چاہے اس کے والدین ریاست کے شہری نہ ہی ہوں۔

2۔ والدین کے ذریعے: شہریت کے حصول کا ایک اور طریقہ والدین کے ذریعے ہے، جسے خون کا حق کہا جاتا ہے۔ اگر آپ کسی مخصوص ملک کے شہریوں کے ہاں پیدا ہوئے ہیں تو آپ ان کی شہریت کے حق دار ہو سکتے ہیں چاہے آپ کی پیدائش اس ملک سے باہر ہوئی ہو۔ مثال کے طور پر اگر کوئی بچہ کسی دوسرے ملک میں اطالوی شہریوں کے ہاں پیدا ہوتا ہے تو وہ اطالوی شہریت کا حقدار سمجھا جائے گا۔

3۔ نیچرلائزیشن: یہ ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے غیر ملکی افراد کسی نئے ملک کے شہری بن جاتے ہیں۔ اس کے لیے انہیں کچھ مخصوص شرائط پوری کرنی ہوتی ہیں جیسے کہ ایک طویل مدت تک وہاں رہنا، زبان کی مہارت حاصل کرنا اور شہریت کے امتحان میں کامیابی حاصل کرنا۔ مثال کے طور پر ریاستہائے متحدہ امریکہ میں غیر ملکی افراد رہائش کے معیار کو پورا کرنے، امتحان پاس کرنے، اور اچھے اخلاقی کردار کا مظاہرہ کرنے کے بعد نیچرلائزیشن کے لیے درخواست دے سکتے ہیں۔

4-شادی کے ذریعے شہریت: کچھ ممالک اپنے شہریوں کے غیر ملکی شریک حیات کو شادی کے بعد شہری بننے کی اجازت دیتے ہیں۔ یہ خود بخود یا تیز تر قدرتی عمل کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر کچھ یورپی ممالک میں ایک غیر ملکی شریک حیات شادی شدہ ہونے اور ایک خاص مدت تک وہاں رہنے کے بعد شہریت کے لیے درخواست دے سکتا ہے۔

5-شہریت کے حصول کے لیے ہجرت: پاکستان کے شہری قانون 1951 کے سیکشن 6 کے تحت شہریت کے حصول کے خواہاں افراد کو صوبائی حکومت کو فارم 'B' میں دوہری درخواست دینا ہوگی، جس میں ایک حلف نامہ، رہائشی سند (قاعدہ 23) اور 13 اپریل 1951 سے اجنوری 1952 کے درمیان پاکستان میں ہجرت کے ثبوت شامل ہوں گے۔ صوبائی حکومت درخواست کی جانچ پڑتال کرے گی اور فیصلہ کرے گی۔ اگر رہائشی سند سے استثنیٰ کا دعویٰ کیا جائے تو صوبائی حکومت درخواست کو وفاقی حکومت کے پاس سفارشات کے ساتھ بھیجے گی۔ وفاقی حکومت اس کے بعد حتمی فیصلہ کرے گی۔ یہ فیصلے درخواست دہندہ کے شریک حیات اور زیر کفالت نابالغ بچوں پر بھی لاگو ہوں گے بشرطیکہ شہریت کے دعوے میں انہیں شامل کیا گیا ہو اور شادی اور کفالت کے کافی ثبوت فراہم کیے گئے ہوں۔

شہریت سے محروم ہونا

دستبردار ہونا: لوگ ایک رسمی عمل کے ذریعے رضاکارانہ طور پر اپنی شہریت ترک کر سکتے ہیں۔ اس میں عام طور پر حکومت کو ایک دستاویز جمع کروانا شامل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک امریکی شہری جو اپنی شہریت ترک کرنا چاہتا ہے اسے ایک مخصوص فارم بھرنا ہوگا اور بیرون ملک کسی امریکی اہلکار کے سامنے پیش ہونا ہوگا۔

مجرمانہ سرگرمی کی وجہ سے منسوخی: کچھ ممالک ایسے لوگوں سے شہریت چھین سکتے ہیں جن سے سنگین جرائم یا قومی سلامتی کو خطرہ ہو۔ اس میں عام طور پر قانونی کارروائی شامل ہوتی ہے اور اس کا انحصار ملک کے قوانین پر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر دہشت گردی کا ارتکاب کرنے والا کچھ ممالک میں اپنی شہریت کھو سکتا ہے۔

حکام کی جانب سے منسوخی: کچھ معاملات میں حکام اگر سمجھتے ہیں کہ شہریت دھوکہ دہی، غلط بیانی یا حقائق کو توڑ مروڑ کر حاصل کی گئی تھی تو انھیں شہریت منسوخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ یہ اس وقت بھی ہو سکتا ہے جب کسی نے درخواست کے عمل کے دوران غلط معلومات فراہم کی ہوں۔ اس کے بعد حکام شہریت منسوخ کرنے کے لیے قانونی کارروائی کریں گے۔

دوہری شہریت کی پابندیوں کے ذریعے: کچھ ممالک دوہری شہریت کی اجازت نہیں دیتے یعنی آپ ایک وقت میں صرف ایک ملک کے شہری بن سکتے ہیں۔ اگر ایک شخص کسی ایسے ملک کی شہریت حاصل کرتا ہے جو دوہری شہریت کی اجازت نہیں دیتا ہے اور اپنی اصل شہریت کو بھی ترک نہیں کرتا تو وہ خود بخود پہلے ملک کی شہریت سے محروم ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک جاپانی شہری جو کسی ایسے ملک کا شہری بن جاتا ہے جو دوہری شہریت کی اجازت نہیں دیتا ہے وہ خود بخود اپنی جاپانی شہریت سے محروم ہو سکتا ہے۔

1970اور80کی دہائیوں میں بنگلہ دیش سے سابقہ مشرقی پاکستانی شہری مناسب دستاویزات کے بغیر پاکستان ہجرت کر گئے۔2000میں شہریت کے حصول کے عمل کی ڈیجیٹلائزیشن کے آغاز کے بعد ان افراد کو چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔وہ پاکستانی شناختی کارڈ کے حصول کے لیے جدوجہد کرتے رہے ہیں جو بنیادی خدمات تک رسائی کے لیے ضروری ہے۔ محدود تعلیمی مواقع اکثر انہیں اپنی آمدنی کے بنیادی ذریعہ کے طور پر ماہی گیری پر انحصار کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

شہریوں اور پارلیمنٹ کے ذریعہ چیک اور بیلنس

پاکستان کی حکومت کسی بھی دوسرے ملک کی طرح قانون بنانے، عوامی وسائل کے انتظام اور بین الاقوامی سطح پر قوم کی نمائندگی جیسے اہم فیصلے کرنے کی ذمہ دار ہے۔ یہ طاقت حکومت کو سڑکیں بنانے، اسکولوں کو فنڈ دینے اور عوامی تحفظ کو یقینی بنانے کی اجازت دیتی ہے۔ اس طاقت کے منصفانہ استعمال کو یقینی بنانے کے لیے شہریوں اور پارلیمنٹ کو اپنا کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ شہریوں کی نمائندگی حکومت کرتی ہے اور پارلیمنٹ ان کی جانب سے کام کرنے والے منتخب عہدیداروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ سب مل کر حکومت کو جوابدہ ٹھہراتے ہیں۔

شہریوں کی شرکت

پاکستان میں شہری مختلف معاملات میں اپنی آواز بلند کرسکتے ہیں اور حکومت کو جوابدہ بنانے کے مختلف طریقے اختیار کرسکتے ہیں۔

1- **انتخابات میں ووٹ ڈالنا:** الیکشن ایکٹ 2017 کے مطابق، شہری انتخابات میں ووٹ دے کر حکومت کے اقدامات اور فیصلوں کی منظوری یا ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ انہیں ایسے لیڈروں کا انتخاب کرنے کی اجازت دیتا ہے جو ان کے خیالات کی عکاسی کرتے ہوں۔

2- **اظہار رائے:** پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 19 کے تحت شہریوں کو اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ وہ عوامی تقاریر وغیرہ کرسکتے ہیں، مسائل کے بارے میں بیداری پیدا کرسکتے ہیں اور خطوط، اجلاسوں اور سوشل میڈیا کے ذریعے تبدیلی کے لیے آواز بلند کرسکتے ہیں۔

3- **نگرانی کے طریقہ کار میں شرکت:** شہری حکومت کی شفافیت اور احتساب کو یقینی بنانے کے لیے عوامی سماعتوں، تحقیقات اور آڈٹ جیسے نگرانی کے طریقہ کار میں حصہ لے سکتے ہیں۔ وہ صوبائی اور وفاقی محتسب کو سرکاری خدمات یا طرز عمل سے متعلق محتسب ادارہ جاتی اصلاحات ایکٹ 2013 کے مطابق شکایات جمع کرا سکتے ہیں۔

پارلیمانی نگرانی

پاکستان کی پارلیمنٹ حکومتی اختیارات پر ایک اہم چیک کا کام کرتی ہے۔ ممبران اسمبلی اور منتخب عہدیدار عوام کے نمائندے کے طور پر کام کرتے ہیں۔ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 66 کے مطابق وہ سرکاری افسران سے پوچھ گچھ کرسکتے ہیں، سرکاری منصوبوں کی چھان بین کرسکتے ہیں اور مجوزہ قوانین پر بحث کرسکتے ہیں۔ پارلیمنٹ حکومت کو اپنے فیصلوں اور کارکردگی کے لیے جوابدہ ٹھہراتی ہے۔ مزید برآں آرٹیکل 120 کے تحت، پارلیمنٹ دانشمندانہ اخراجات کو یقینی بنانے کے لیے حکومت کے بجٹ کا جائزہ لیتی ہے۔ دیگر متعلقہ مضامین میں شامل ہیں:

آرٹیکل 50: ملک بھر سے نمائندگی کو یقینی بناتے ہوئے سینیٹ اور قومی اسمبلی سمیت پارلیمنٹ کی تشکیل کرتا ہے۔

آرٹیکل 73: مالی بلوں کے لیے قانون سازی کے عمل کی تفصیلات بشمول بجٹ کی منظوری۔

آرٹیکل 89: صدر کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ آرڈیننس جاری کریں جب پارلیمنٹ کا اجلاس موجود نہ ہو تاہم یہ بعد میں پارلیمنٹ کی منظوری کے تابع ہو گا۔

آرٹیکل 95: وزیر اعظم کے خلاف عدم اعتماد کے ووٹ کے طریقہ کار کو کنٹرول کرتا ہے، اور پارلیمنٹ کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ ایگزیکٹو کو جوابدہ بنائے۔

ایک ٹیم کے طور پر کام کرنا

پاکستان میں شہری اور پارلیمنٹ حکومتی اختیارات پر چیک اینڈ بیلنس کا نظام بنانے کے لیے مل کر کام کرتے ہیں۔ یہ نظام اس بات کو یقینی بنانے میں مدد کرتا ہے کہ حکومت شفاف اور ان لوگوں کے لیے جوابدہ رہے جن کی وہ خدمت کرتی ہے۔ جمہوری عمل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے کر شہری ملک کے مستقبل کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

پاکستان میں پارلیمنٹ کا کردار

پاکستان کی پارلیمنٹ آئین کے آرٹیکل 50 کے تحت حکومت کو جوابدہ بنانے کے لیے ایک اہم ادارے کے طور پر کام کرتی ہے۔ جمہوری عمل کے ذریعے منتخب ہونے والے ارکان پارلیمنٹ عوام کے نمائندے کے طور پر کام کرتے ہیں اور انہیں حکمرانی میں اپنا تعمیری کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ عوامی اخراجات کی جانچ پڑتال کرتی ہے اور متعلقہ قائمہ کمیٹیوں کے کام کے ذریعے حکومت کی طرف سے کیے جانے والے اخراجات پر کنٹرول کرتی ہے۔ آڈیٹر جنرل کی رپورٹ کا جائزہ لینے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کا خصوصی کردار ہے۔ پارلیمنٹ کے کاموں میں درج ذیل خصوصیات شامل ہیں۔

1- **وقفہ سوالات:** ممبران اسمبلی پارلیمانی قواعد کے تحت اجلاسوں کے دوران سرکاری افسران سے باقاعدگی سے سوالات کرتے ہیں۔ یہ طریقہ کار برطانیہ کے ہاؤس آف کامنز کے طرز عمل سے ملتا جلتا ہے جو ممبران اسمبلی کو حکومت کو اس کی پالیسیوں، اقدامات اور کارکردگی کے لیے جوابدہ ٹھہرانے کی اجازت دیتا ہے۔

2- **کمیٹی کی نگرانی:** پارلیمانی کمیٹیاں، جو آرٹیکل 73 اور دیگر متعلقہ دفعات کے تحت لازمی ہیں حکومتی پالیسیوں، منصوبوں اور اخراجات کے بارے میں انکوائری اور تحقیقات کرتی ہیں۔ اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ حکومتی اقدامات عوامی مفادات اور قانون سازی کے مینڈیٹ کے مطابق ہوں وہ سماعتوں اور عوامی مشاورت کے ذریعے ثبوت اکٹھا کرتی ہیں۔

3- **بجٹ کی جانچ پڑتال:** آرٹیکل 190 کے مطابق پارلیمنٹ حکومتی بجٹ کا جائزہ لیتی ہے اور اسے منظور کرتی ہے، مالیاتی ذمہ داری اور عوامی فنڈز کی مؤثر تقسیم کو یقینی بناتی ہے۔ بجٹ پر بحث اور نگرانی کے طریقہ کار کے ذریعے پارلیمنٹ حکومت کو اس کے مالی فیصلوں اور ترجیحات کے لیے جوابدہ ٹھہراتی ہے۔

آزادئ صحافت، انصاف اور مساوات

"آزادیٔ صحافت" کی اصطلاح سے مراد اخبارات، رسائل اور دیگر ذرائع ابلاغ کا حق ہے کہ وہ حکومتی کنٹرول کے بغیر خبریں شائع کریں۔ پاکستان کے موجودہ آئین 1973 میں آزادیٔ اظہار اور آزادیٔ صحافت کے بارے میں واضح شق موجود ہے۔ آزادیٔ اظہار کے پیرامیٹرز میڈیا کی آزادی اور اس آزادی کی حدود کا ذکر آئین کے آرٹیکل 19 میں کیا گیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے:

"اسلام کی عظمت یا پاکستان یا اس کے کسی حصے کی سالمیت، سلامتی یا دفاع، غیر ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات، امن عامہ، تہذیب یا اخلاق کے مفاد کے پیش نظر یا توہین عدالت کسی جرم (کے ارتکاب) یا اس کی ترغیب سے متعلق قانون کے ذریعے عائد کردہ مناسب پابندیوں کے تابع ہر شہری کو تقریر اور اظہار خیال کی آزادی کا حق ہوگا اور پریس کی آزادی ہوگی۔"

اگرچہ آرٹیکل آزادیٔ صحافت کے حوالے سے ایک منفرد حوالہ رکھتا ہے، لیکن یہ معلومات کے حق یا معلومات کی آزادی کے حوالے سے خاموش ہے۔ تاہم یہ فرض کیا گیا تھا کہ معلومات کی آزادی تقریر اور اظہار کی آزادی کے حصے کے طور پر دی جاتی ہے۔

سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے (PLD 1993 SC 473) میں قرار دیا کہ:

"شہریوں کے معلومات حاصل کرنے کے حق کو آرٹیکل ۱۹ کے ذریعہ ضمانت دی گئی آزادیٔ اظہار سے ظاہر کیا جاسکتا ہے اور اس طرح کے حق کو محفوظ رکھا جانا چاہیے"۔

مشہور میموگیٹ کیس (PLD 2012 SC 292) میں سپریم کورٹ نے قرار دیا کہ:

"آئین کے آرٹیکل 19 نے معلومات تک رسائی کو لوگوں کا جائز حق بنا کر پاکستان کے شہریوں کو بااختیار بنایا ہے۔۔۔"

عدالت نے مزید کہا کہ اس آرٹیکل میں ہے کہ:

"ہر شہری کو طاقت کے مراکز سے خود مختاری حاصل کرنے کی صلاحیت فراہم کی گئی۔ کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ انھیں عوامی مفاد کے معاملات پر معلومات تک رسائی حاصل تھی؟"

پاکستان کے آئین میں آرٹیکل 19 کی شمولیت نے ملک میں معلومات تک رسائی کے حوالے سے بحث کو نمایاں طور پر تبدیل کر دیا۔ اس سے پہلے پوری بحث معلومات کی آزادی کے گرد گھومتی تھی۔ آرٹیکل کے نتیجے میں معلومات پر گفتگو "معلومات کے حق" میں منتقل ہوگئی۔ اس آرٹیکل میں مزید قانون سازی کی ضرورت ہے تاکہ معلومات تک رسائی کے عمل کو تفصیل سے بیان کیا جاسکے اور "مستثنیٰ معلومات" کی فہرست بنائی جائے۔ لہٰذا تمام صوبوں کے ساتھ ساتھ وفاقی حکومت کو اپنے اپنے دائرہ اختیار کے لیے معلومات کے حق کے قوانین کو نافذ کرنے کا پابند بنایا گیا ہے۔ آرٹیکل کی ضرورت کے جواب میں خیبر پختونخوا اور پنجاب نے 2013 میں معلومات تک رسائی کے لیے مضبوط قوانین متعارف کرائے۔

ان قوانین کو خیبر پختونخوا رائٹ ٹو انفارمیشن ایکٹ 2013 اور پنجاب ٹرانسپیرنسی اینڈ رائٹ ٹو انفارمیشن ایکٹ 2013 کے نام سے جانا جاتا ہے۔

پاکستان میں پرنٹ میڈیا کے قوانین

پاکستان میں پرنٹ میڈیا سے متعلق قوانین کو اجتماعی طور پر "پرنٹ میڈیا قوانین" کہا جاتا ہے۔ ان قوانین کے معلومات کے حق اور پرنٹ میڈیا انڈسٹری کے کام کے لیے مختلف مضمرات ہیں۔

اخباری ملازمین (خدمات کی شرائط) ایکٹ، 1973

یہ قانون صحافیوں سمیت اخباری ملازمین کے کام کے حالات کو حل کرتا ہے۔ اگرچہ اس میں معلومات کے حق سے متعلق واضح دفعات شامل نہیں ہیں لیکن کام کے حالات کو بہتر بنانے پر ایکٹ کی توجہ صحافیوں کی کارکردگی کو براہ راست متاثر کر سکتی ہے۔ بہتر کام کرنے کے حالات صحافیوں کو اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینے میں مدد کر سکتے ہیں۔ چونکہ صحافی عوام کو باخبر رکھنے کے ذمہ دار ہیں اس لیے اس کردار کو مؤثر طریقے سے نبھانے کے لیے ان کے لیے کام کا ماحول بہت ضروری ہے۔

پریس کونسل آرڈیننس، 2002

پریس کونسل آرڈیننس 2002 بنیادی طور پر پریس کونسل آف پاکستان قائم کرتا ہے۔ کونسل کا مقصد اخلاقی ضابطہ اخلاق کو نافذ کرنا ہے جیسا کہ آرڈیننس کے شیڈول میں بیان کیا گیا ہے۔ مزید برآں پریس کونسل کو اخبارات اور نیوز ایجنسیوں کے اعلیٰ ترین پیشہ ورانہ اور اخلاقی معیارات کو برقرار رکھنے کا کام سونپا جاتا ہے جو اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ پاکستان میں سماجی مسائل اور خدشات کے لیے جوابدہ ہوں۔ آرڈیننس کا دیباچہ "عوامی بیداری" اور "معلومات کے آزادانہ پھیلاؤ" کا حوالہ دیتا ہے۔ تاہم، یہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ "معلومات کے آزادانہ پھیلاؤ اور اظہار رائے کی آزادی" کو قومی مفاد کی خلاف نہیں ہونا چاہیے۔

اس کی تمہید میں لکھا ہے:

> "اور جب کہ آزادی صحافت اور عوامی آگاہی جمہوریت کی بنیاد ہے اور جمہوریت کا کام اور جوابدہی کے اصول قومی مفاد کی خلاف ورزی کیے بغیر معلومات کے آزادانہ پھیلاؤ اور اظہار رائے کی آزادی پر منحصر ہیں۔"

یہ آرڈیننس آزادی صحافت اور عوامی آگاہی کی اہمیت کو جمہوریت کے لازمی اجزاء کے طور پر اجاگر کرتا ہے اور انہیں احتساب کے اصولوں سے جوڑتا ہے۔ تاہم یہ اس بات پر بھی روشنی ڈالتا ہے کہ ایسی آزادیاں قومی سلامتی اور امن عامہ کے مفاد سے مشروط ہیں۔

آزاد صحافت کی اہمیت

ایک آزاد پریس معاشرے کے نگران کے طور پر کام کرتا ہے جو حکومتوں، کاروباری اور دیگر اداروں کو ان کے اعمال اور فیصلوں کے لیے جوابدہ رکھتا ہے۔ یہ عوام کو آگاہ کرنے، رائے عامہ کی تشکیل اور طرز حکمرانی میں شفافیت اور جوابدہی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ایک خوشحال ملک کے لیے آزاد پریس کی اہمیت کی چند اہم وجوہات یہ ہیں:

1-شفافیت اور احتساب: ایک آزاد پریس بد عنوانی، اختیارات کے ناجائز استعمال اور دیگر غلط کاموں کو بے نقاب کرتا ہے۔ اس طرح یہ حکومت اور دیگر اداروں میں شفافیت اور احتساب کو فروغ دیتا ہے۔ تحقیقاتی صحافت سکینڈلز، بد انتظامی اور ناانصافیوں کا پردہ فاش کرتی ہے جس سے گورننس میں اصلاحات اور بہتری آتی ہے۔

2-جمہوریت اور شہری سرگرمیاں: ایک آزاد پریس شہریوں کو وہ معلومات فراہم کرتا ہے جو انہیں باخبر فیصلے کرنے، جمہوری عمل میں حصہ لینے اور اپنے قائدین کو جوابدہ ٹھہرانے کے لیے درکار ہوتی ہیں۔ یہ عوامی بحث کو فروغ دیتا ہے، مختلف رائے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اس بات کو یقینی بنا کر جمہوری اداروں کو مضبوط کرتا ہے کہ طاقت چند لوگوں کے ہاتھوں میں مرکوز نہ ہو۔

3-انسانی حقوق کا تحفظ: ایک آزاد پریس انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو بے نقاب کرنے، انصاف کی وکالت کرنے اور پسماندہ اور مظلوم طبقات کی آواز بننے کے ذریعے انسانی حقوق کے تحفظ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ صحافی اکثر سماجی انصاف کے وکیل اور انسانی حقوق کے چیمپین کے طور پر کام کرتے ہیں جو ناانصافیوں پر روشنی ڈالتے ہیں اور ان لوگوں کی آواز بنتے ہیں جنہیں اکثر سنا نہیں جاتا۔

4-اقتصادی خوشحالی: ایک آزاد پریس شفافیت کو فروغ دے کر، سرمایہ کاروں کے اعتماد کو فروغ دے کر اور مارکیٹ میں معلومات کی فراہمی کو آسان بنا کر معاشی خوشحالی میں اپنا حصہ ڈالتا ہے۔ یہ ضروری معاشی خبریں، تجزیے وغیرہ فراہم کرتا ہے جو کاروباری طبقات کو باخبر فیصلے کرنے اور ترقی کے مواقع پیدا کرنے میں مدد کرتے ہیں۔

مرکزی خیال

امریکہ میں واٹر گیٹ اسکینڈل میں "واشنگٹن پوسٹ" کے تفتیشی صحافیوں نے نکسن انتظامیہ کی طرف سے غیر قانونی سرگرمیوں اور اختیارات کے ناجائز استعمال کا پردہ فاش کیا جو بالآخر صدر رچرڈ نکسن کے استعفیٰ اور مالیاتی قوانین اور حکومتی شفافیت میں اصلاحات کا باعث بنے۔

آمرانہ حکومتوں والے ممالک میں آزاد صحافیوں اور میڈیا اداروں کو اکثر سنسر شپ، ہراساں کیے جانے اور حکومتی زیادتیوں، بدعنوانی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹنگ کے لیے قید کی سزا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پاکستان میں ان چیلنجوں کے باوجود ولی خان بابر، ارشد شریف، سہیل خان اور ملک ممتاز خان جیسے دلیر صحافیوں نے سچائی کو بے نقاب کرنے اور اقتدار میں رہنے والوں کا احتساب کرنے کے لیے اپنی جانیں خطرے میں ڈالیں۔

انصاف اور مساوات

انصاف ہر ایک کے ساتھ منصفانہ اور مساوی سلوک کا نام ہے۔ یہ کثیر جہتی ہے جس میں اصلاحی انصاف (غلطیوں کی سزا دینا) اور تقسیم انصاف (وسائل کی منصفانہ تقسیم) جیسے تصورات اس کے حصول کی رہنمائی کرتے ہیں۔ تاہم مکمل انصاف کا حصول عموماً ایک چیلنج ہوتا ہے۔ اختلاف، محدود وسائل اور ہمارے اپنے تعصبات سب انصاف کی فراہمی میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ اس کے باوجود انصاف کے لیے جدوجہد ضروری ہے۔ یہ سماجی استحکام کو فروغ دیتا ہے، تعاون کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور انفرادی حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔

مساوات کا تصور عام طور پر مساوی ہونے اور سب کے لیے ایک جیسا مقام رکھنے پر مشتمل ہے۔ قانونی مساوات یہ اصول ہے کہ تمام لوگوں کو قانون کے ذریعے

یکساں طور پر تحفظ حاصل ہونا چاہیے۔اس اصول کے لیے ایک منظم قانون کی حکمرانی کی ضرورت ہے جو مساوی انصاف فراہم کرنے کے لیے مناسب اقدامات کرے اور مساوی تحفظ کو یقینی بنائے۔

لبرل ازم کی کچھ تعریفوں میں قانون کے سامنے مساوات ایک بنیادی اصول ہے اور قانونی غلامی سے مطابقت نہیں رکھتا۔

اقوام متحدہ کے عالمی اعلامیہ برائے انسانی حقوق(UNDR)کا آرٹیکل 7 کہتا ہے:"تمام افراد قانون کے سامنے برابر ہیں اور بغیر کسی امتیاز کے قانون کی یکساں حفاظت کے حق دار ہیں"۔

یہ بیان اس بات پر زور دیتا ہے کہ قانون کے تحت نسل، جنس، رنگ، نسل، مذہب، معذوری، یا دیگر خصوصیات سے قطع نظر ہر کسی کے ساتھ بلا امتیاز یکساں سلوک کیا جانا چاہیے۔دنیا کے بیشتر قومی آئین مساوات کی عمومی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔لیکن اس ضمانت کے مخصوص نفاذ مختلف ہوتے ہیں۔مثال کے طور پر بہت سے آئین رنگ و نسل سے قطع نظر برابری کی ضمانت دیتے ہیں جبکہ صرف چند ایک واضح طور پر قومیت سے قطع نظر برابری کے حق کا ذکر کرتے ہیں۔

مجموعی طور پر انصاف اور مساوات ایک منصفانہ معاشرے کے لیے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے نظریات ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

انصاف کے اہل حق (Qualified Right) اور مطلق حق (Absolute Right) کے درمیان فرق

انصاف کا اہل حق: انصاف کا اہل حق بعض حدود یا شرائط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے، جو حق کو دیگر سماجی یا حکومتی خدشات کے ساتھ متوازن کرتا ہے۔مثال کے طور پر پاکستانی آئین کے آرٹیکل 19 کے تحت شہریوں کو آزادی اظہار کا حق ہے لیکن یہ قومی سلامتی، امن عامہ یا اخلاقیات کے لیے معقول پابندیوں سے مشروط ہے۔

انصاف کا مطلق حق: انصاف کا مطلق حق غیر مشروط ہے اور اسے کسی بھی حالت میں محدود نہیں کیا جاسکتا۔پاکستانی آئین کے آرٹیکل 14 کے تحت تشدد یا ظالمانہ، غیر انسانی یا ذلت آمیز سلوک کا نشانہ نہ بننے کا حق بغیر کسی استثناء کے مطلق ہے۔

انصاف منصفانہ سلوک اور حقوق کے تحفظ کو یقینی بناتا ہے جب کہ مساوات اس اصول پر زور دیتی ہے کہ تمام افراد کو قانون کے ذریعے یکساں قدر اور تحفظ حاصل ہونا چاہیے۔یہ اصول نہ صرف سماجی استحکام اور تعاون کو فروغ دیتے ہیں بلکہ متنوع عالمی سیاق و سباق میں بنیادی انسانی حقوق کو بھی برقرار رکھتے ہیں۔

انصاف اور مساوات کی اہمیت

انصاف اور مساوات وہ بنیادی اصول ہیں جو قانون کی حکمرانی کو تقویت دیتے ہیں اور اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ تمام افراد کے ساتھ منصفانہ سلوک کیا جائے اور کامیابی کے یکساں مواقع ہوں۔جب انصاف اور مساوات کو برقرار رکھا جاتا ہے تو وہ سماجی استحکام، معاشی خوشحالی اور جامع ترقی میں حصہ ڈالتے ہیں۔یہاں یہ بات اہم ہے کہ وہ ایک خوشحال ملک کے لیے کیوں اہم ہیں:

1- قانون کی حکمرانی اور قانونی یقینی: انصاف اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ قوانین کا اطلاق منصفانہ اور غیر جانبداری سے کیا جائے جو افراد اور کاروباری اداروں کو نظام انصاف میں قانونی یقین اور اعتماد فراہم کرتے ہیں۔ یہ اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ قانون کے سامنے سب برابر ہیں اور کسی کی حیثیت، دولت یا طاقت سے قطع نظر حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے۔

2- سماجی ہم آہنگی اور استحکام: انصاف اور مساوات کو فروغ دے کر سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتے ہیں۔ افراد اور برادریوں کے درمیان اعتماد، احترام اور یکجہتی۔ جب لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قانونی نظام منصفانہ اور غیر جانبدار ہے تو وہ قانون کی پابندی کرنے، تنازعات کو پرامن طریقے سے حل کرنے اور معاشرے میں فعال طور پر حصہ لینے کے زیادہ امکان رکھتے ہیں۔

3- اقتصادی ترقی: انصاف اور مساوات معاشی ترقی کے لیے ضروری ہیں کیونکہ یہ سرمایہ کاری اور جدت طرازی کے لیے سازگار ماحول پیدا کرتے ہیں۔ جب کاروباری اداروں اور سرمایہ کاروں کو نظام انصاف پر اعتماد ہوتا ہے، تو وہ سرمایہ کاری کرنے، ملازمتیں پیدا کرنے اور اقتصادی ترقی میں حصہ ڈالنے کے لیے زیادہ تیار ہوتے ہیں۔

4- انسانی حقوق کا تحفظ: انصاف اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ نسل، جنس، مذہب، یا سماجی اقتصادی حیثیت سے قطع نظر انسانی حقوق کا تحفظ برقرار رکھا جائے۔ یہ افراد کو امتیازی سلوک، جبر اور طاقت کے غلط استعمال سے محفوظ رکھتا ہے اور وقار، آزادی اور سب کے لیے مساوات کو فروغ دیتا ہے۔

انصاف اور مساوات کی حقیقی دنیا کی مثالیں

اسکینڈینیوین ممالک: سویڈن، ڈنمارک اور ناروے جیسے ممالک انصاف اور مساوات کے لیے اپنی مضبوط وابستگی کے لیے مشہور ہیں۔ ان ممالک کے شہریوں کو مضبوط قانونی نظام، غیر جانبدار عدالتوں اور سماجی بہبود کے وسیع پروگراموں تک رسائی حاصل ہے۔ نتیجے کے طور پر وہ اداروں میں اعلیٰ سطح پر اعتماد، بدعنوانی کی کم سطح اور تعلیم، روزگار اور سماجی نقل و حرکت کے نسبتاً مساوی مواقع سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہ سازگار ماحول سرمایہ کاری کو راغب کرتا ہے، جدت طرازی کو فروغ دیتا ہے اور پائیدار اقتصادی ترقی میں حصہ ڈالتا ہے۔

کینیڈا: کینیڈا اپنی کثیر الثقافتی اور تنوع، انصاف اور برابری کے عزم کے لیے پہچانا جاتا ہے۔ کینیڈین چارٹر آف رائٹس اینڈ فریڈمز کینیڈا کے تمام شہریوں کو بنیادی حقوق اور آزادیوں کی ضمانت دیتا ہے خواہ ان کا پس منظر کچھ بھی ہو۔ ملک نے منصفانہ اور غیر جانبدارانہ عدالتی عمل کے ذریعے تنازعات کے حل کے لیے میکانزم قائم کیے ہیں۔ یہ ایک مستحکم اور جامع معاشرہ تشکیل دیتا ہے جہاں افراد کے ساتھ عزت اور احترام کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے جو سماجی ہم آہنگی اور معاشی خوشحالی میں اپنا حصہ ڈالتا ہے۔

انصاف اور مساوات سے کیسے سمجھوتہ کیا جاتا ہے:

ترقی پذیر ممالک میں بدعنوانی: بہت سے ترقی پذیر ممالک میں بدعنوانی اور احتساب کی کمی انصاف اور مساوات کو کمزور کرتی ہے۔ سرکاری اہلکار اکثر رشوت خوری، غبن اور اقربا پروری میں ملوث ہوتے ہیں جس سے اداروں اور قانون کی حکمرانی پر عوام کا اعتماد ختم ہوتا ہے۔ یہ صورتحال آبادی کے درمیان غربت اور تشدد کو فروغ دیتی ہے۔ حال ہی میں ورلڈ بینک نے پاکستان کے معاشی چیلنجوں کو اجاگر کرتے ہوئے مالی سال 2024 کے لیے 1.8 فیصد کی معمولی نمو کی پیش گوئی کی ہے۔ رپورٹ میں اصلاحات کی فوری ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ یہ نوٹ کیا گیا ہے کہ 40 فیصد آبادی غربت کی لکیر

سے نیچے آچکی ہے۔ اسی طرح، نائیجیریا اور افغانستان جیسے ممالک میں بدعنوانی نہ صرف عوامی اعتماد کو مجروح کرتی ہے بلکہ وسائل کو ضروری خدمات اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی سے ہٹا کر اقتصادی ترقی کو روکتی ہے۔ یہ غربت کو برقرار رکھتا ہے اور ان اقوام میں انصاف اور مساوات کے حصول کی کوششوں میں رکاوٹ ہے۔

امریکہ میں نظامی امتیاز: شہری حقوق میں پیش رفت کے باوجود، ریاستہائے متحدہ میں نظامی امتیاز برقرار ہے جو خاص طور پر پسماندہ کمیونٹیز جیسے کہ نسلی اقلیتوں اور تارکین وطن کو متاثر کر رہا ہے۔ تعلیم، صحت کی دیکھ بھال، روزگار اور فوجداری انصاف تک رسائی میں تفاوت عدم مساوات اور سماجی ناانصافی کو برقرار رکھتا ہے۔ پولیس کی بربریت، نسلی پروفائلنگ اور بڑے پیمانے پر قید کے واقعات عدم مساوات کو دور کرنے اور قانون کے تحت مساوی سلوک کو یقینی بنانے کے لیے نظامی اصلاحات کی ضرورت کو اجاگر کرتے ہیں۔

پاکستان میں امن وامان کی صورتحال کو بہتر بنانے کے اقدامات

قانون کے نفاذ کو مضبوط بنانا

پاکستان میں امن وامان کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لیے مضبوط حکمت عملی ضروری ہے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو مضبوط بنانے میں پولیس کی تربیت اور صلاحیت سازی کے پروگراموں کو بہتر بنانا شامل ہے۔ اس میں پنجاب میں ایسے اقدامات شامل ہیں جہاں پولیسنگ کے جدید طریقوں اور فرانزک سائنسز کو تربیتی سیشنز میں شامل کیا گیا ہے جن کا مقصد جرائم کی روک تھام اور انتظام کے لیے افسران کو لیس کرنا ہے۔ مزید برآں خیبر پختونخوا میں "پولیس عوام ساتھ ساتھ" جیسی کمیونٹی پولیسنگ کی کوششیں پولیس اور کمیونٹیز کے درمیان تعاون کو فروغ دیتی ہیں اور فعال مصروفیت اور تیز ردعمل کے طریقہ کار کے ذریعے عوامی تحفظ کو بڑھاتی ہیں۔

عدالتی اصلاحات

پاکستان میں انصاف کی بالادستی کے لیے عدلیہ میں اصلاحات ناگزیر ہیں۔ ان کوششوں میں سندھ ہائی کورٹ میں ای فائلنگ کے ذریعے عدالتی نظام کو جدید بنانا، کیس کے حل کو تیز کرنا اور بیک لاگ کو کم کرنا شامل ہے۔ خصوصی عدالتیں، جیسے انسداد دہشت گردی اور خاندانی عدالتیں، قانونی کارروائیوں کو تیز تر کرنے کے لیے قائم کی گئی ہیں تاکہ بروقت انصاف کی فراہمی کو یقینی بنایا جاسکے۔ مزید یہ کہ پنجاب لیگل ایڈ اینڈ اسسٹنس پروگرام جیسے اقدامات کا مقصد پسماندہ آبادی کو قانونی مدد فراہم کرنا، انصاف تک مساوی رسائی کو یقینی بنانا اور عدالتی سالمیت کو تقویت دینا ہے۔

سماجی و اقتصادی ترقی

پاکستان میں پائیدار سلامتی کی بہتری کے لیے سماجی و اقتصادی اختلاف کو دور کرنا بہت ضروری ہے۔ تعلیم اور صحت کی دیکھ بھال کے بنیادی ڈھانچے میں سرمایہ کاری مثلاً پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے اسکولوں کی تعمیر جیسے اقدامات ضروری خدمات تک رسائی کو فروغ دیتے ہیں۔ بلوچستان اور خیبر پختونخواہ میں CPEC کے تحت ملازمتیں پیدا کرنے کے اقدامات اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی کے منصوبے مائیکروفنانس پروگراموں اور پیشہ ورانہ تربیتی اسکیموں کو متحرک کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو معاشی آزادی اور سماجی استحکام کو فروغ دے سکتے ہیں۔

ڈیجیٹل سٹیزن شپ: آج کی دنیا میں اہمیت

ڈیجیٹل سٹیزن شپ کیا ہے؟

ڈیجیٹل سٹیزن شپ سے مراد ٹیکنالوجی کا ذمہ دارانہ استعمال ہے جس میں ایسے رویے شامل ہیں جو افراد کو آن لائن خطرات سے بچاتے ہیں اور انسانی حقوق کو برقرار رکھتے ہیں۔ اس میں ڈیجیٹل کمیونٹیز میں فعال شرکت، زندگی بھر سیکھنے، اور سیاسی، اقتصادی، سماجی، ثقافتی اور بین الثقافتی سیاق وسباق میں انسانی وقار کا دفاع شامل ہے۔

ڈیجیٹل سٹیزن شپ کیوں ضروری ہے؟

میڈیا اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں، غلط معلومات، دھوکہ دہی اور بے بنیاد معلومات کی بھرمار ہے۔ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ طلبہ کے درمیان اہم آن لائن ذرائع کی تصدیق میں نمایاں کمی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بدنیتی پر مبنی عناصر کی چالاکیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ڈیجیٹل شہری تعلیم کی اہمیت اس لیے بڑھ گئی ہے کہ یہ افراد کو معتبر ذرائع کی شناخت کرنے، اپنی رازداری کی حفاظت کرنے اور ذمہ داری کے ساتھ آن لائن ماحول میں چلنے کی صلاحیت فراہم کرتی ہے۔

ڈیجیٹل شہریت کی تعلیم

ڈیجیٹل سٹیزن شپ میں تعلیم افراد کو آن لائن انسانی حقوق کے تحفظ، آزادی، رازداری اور سلامتی کو یقینی بنانے کے لیے مہارتوں اور علم سے آراستہ کرتی ہے۔ اسکولوں اور کمیونٹیز میں لاگو کیے جانے والے پروگرام جیسے کہ کینیڈا میں کم عمری سے ہی ذمہ دار آن لائن رویے پر زور دیتے ہیں جو دھوکہ دہی کی سرگرمیوں اور غلط معلومات سے لاحق خطرات کو کم کرتے ہیں۔

میڈیا پیغامات پر اثرات

میڈیا پیغامات واضح بیانات جیسے عوامی خدمت کے اعلانات سے لے کر ثقافتی اقدار کی عکاسی تک پھیلے ہوئے ہیں۔ میڈیا کے مواد پر تنازعات، تعصب اور خفیہ مقاصد کے دعووں کی وجہ سے اکثر پیدا ہوتے ہیں۔ میڈیا پیغامات کو متاثر کرنے والے کئی عوامل ہیں:

کیا آپ جانتے ہیں؟

پاکستان کا آئین آرٹیکل 19 پاکستان کی سالمیت اور امن عامہ کے لیے مناسب پابندیوں کے ساتھ آزادی اظہار اور پریس کی ضمانت دیتا ہے۔

1- اقتصادی عوامل: معاشی مفادات میڈیا کے مواد پر اثر انداز ہوتے ہیں کیونکہ میڈیا ادارے اشتہارات کی آمدنی پر انحصار کرتے ہیں۔ نتیجتاً میڈیا ادارے ناظرین کو راغب کرنے اور منافع بڑھانے کے لیے سنسنی خیزی پر مبنی سرخیوں کا استعمال کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر کچھ اخبارات فروخت اور اشتہارات کی آمدنی کو بڑھانے کے لیے مشہور شخصیات کے سنسنی خیز اسکینڈلوں کو بنیاد بنا سکتے ہیں جس سے تجارتی فائدے کے لیے معلومات کو مسخ کیا جا سکتا ہے۔

2-سیاسی عوامل: میڈیا ادارے سیاسی ایجنڈوں، تعصبات اور سنسر شپ سے متاثر ہو سکتے ہیں جو عوام کے سامنے پیش کیے گئے بیانیے کو تشکیل دیتے ہیں۔ حکومتیں یا سیاسی جماعتیں رائے عامہ بنانے یا اختلافی آوازوں کو دبانے کے لیے میڈیا کے بیانیے کو کنٹرول کر سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر آمرانہ حکومتوں میں سرکاری ذرائع ابلاغ حکومتی ایجنڈوں کو فروغ دینے اور اپوزیشن کے نقطہ نظر کو دبانے کے لیے پروپیگنڈے کے اوزار کے طور پر کام کر سکتے ہیں۔

3-سماجی عوامل: سماجی اصول، اقدار اور ثقافتی عقائد مختلف سماجی گروہوں، شناختوں اور مسائل کی میڈیا کی نمائندگی کو متاثر کرتے ہیں۔ میڈیا پیغامات دقیانوسی تصورات کو برقرار رکھ سکتے ہیں، تعصبات کو تقویت دے سکتے ہیں یا سماجی اصولوں کو چیلنج کر سکتے ہیں اور عوامی تاثرات اور رویوں کو تشکیل دے سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر اشتہارات یا تفریحی میڈیا میں صنفی کرداروں کی تصویر کشی روایتی صنفی دقیانوسی تصورات کو تقویت دے سکتی ہے اور صنفی عدم مساوات میں حصہ ڈال سکتی ہے۔

4-تاریخی عوامل: تاریخی واقعات، اجتماعی یادیں اور ثقافتی ورثہ میڈیا کے بیانیے اور ماضی کے واقعات کی تشریحات کو متاثر کرتے ہیں۔ ثقافتی تناظر، تاریخی سیاق و سباق اور نظریاتی تعصبات کے لحاظ سے تاریخی واقعات کی میڈیا میں پیشکش مختلف ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر نصابی کتابوں یا فلموں میں نوآبادیاتی تاریخ کی عکاسی سابقہ نوآبادیاتی طاقتوں اور نوآبادیاتی اقوام کے درمیان نمایاں طور پر مختلف ہو سکتی ہے جو مختلف تشریحات اور بیانیے کی عکاسی کرتی ہے۔

5-جمالیاتی عوامل: جمالیاتی انتخاب جیسے بصری، لسانی اور بیانیہ تکنیک میڈیا پیغامات کی پیشکش کو تشکیل دیتے ہیں۔ جمالیاتی عوامل سامعین کی مصروفیت، جذباتی ردعمل اور اعتبار کے تصورات کو متاثر کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر سینما کی تکنیکوں کا استعمال، جیسے روشنی، موسیقی اور کیمرے کے زاویے مخصوص جذبات کو جنم دے سکتے ہیں یا فلم اور ٹیلی ویژن پروڈکشنز میں ڈرامائی اثرات پیدا کر سکتے ہیں۔

میڈیا کے اثرات اور ڈیجیٹل شہریت کی اقسام

1-سوشل میڈیا ایکو چیمبرز: سوشل میڈیا الگورتھم صارف کی ترجیحات اور مصروفیت کی بنیاد پر مواد پیش کرتے ہیں اور فلٹر بلز یا ایکو چیمبر بناتے ہیں جہاں افراد کو ایسی معلومات سے آگاہ کیا جاتا ہے جو ان کے موجودہ عقائد اور نقطہ نظر کو تقویت دیتی ہیں۔ ڈیجیٹل شہریوں کو اس رجحان سے آگاہ ہونے کی ضرورت ہے اور نظریاتی بلبلوں میں پھنسنے سے بچنے کے لیے مختلف نقطہ نظر کو فعال طور پر تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

2-غلط اور ادھوری معلومات کی مہمات: سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر ادھوری اور غلط معلومات کے پھیلاؤ انتخابات کو متاثر کرنے سے لے کر صحت عامہ کے بحرانوں کو ہوا دینے تک اہم نتائج کے حامل ہو سکتے ہیں۔ ڈیجیٹل شہریوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ذرائع کی ساکھ کا تنقیدی جائزہ لیں، معلومات کو آگے بڑھانے سے پہلے حقائق کی جانچ کریں اور بدنیتی پر مبنی عناصر کے ذریعے استعمال کیے جانے والے ہیرا پھیری کے ہتھکنڈوں سے چوکس رہیں۔

3-خبروں کی کوریج پر کارپوریٹ اثر: میڈیا اداروں کی کارپوریٹ ملکیت خبروں کی کوریج اور ادارتی فیصلوں پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ کاروباری ادارے صحافتی سالمیت پر منافع کے مارجن کو ترجیح دیتے ہیں۔ ڈیجیٹل شہریوں کو میڈیا گروپوں کے پس پردہ مفادات کو ذہن میں رکھنا چاہیے اور زیادہ متوازن نقطہ نظر حاصل کرنے کے لیے خبروں اور تجزیہ کے آزاد ذرائع تلاش کرنے چاہییں۔

4-پسماندہ آوازوں کی نمائندگی: میڈیا کی نمائندگی اکثر بعض سماجی گروہوں کو پسماندہ یاد قیانوسی تصور کرتی ہے، عدم مساوات کو برقرار رکھتی ہے اور متنوع تجربات کو کم کردیتی ہے۔ ڈیجیٹل شہری آزاد میڈیا اداروں کی حمایت، سوشل میڈیا پر پسماندہ آوازوں کو فروغ دے کر اور نمائندگی اور شناخت کی سیاست کے بارے میں بات چیت میں شامل ہو کر میڈیا کی نمائندگی میں زیادہ تنوع اور شمولیت کی وکالت کرسکتے ہیں۔

5-ڈیجیٹل کمیونیکیشن میں ثقافتی حساسیت: ایک دوسرے سے جڑی ہوئی دنیا میں ڈیجیٹل شہریوں کو آن لائن بات چیت کرتے وقت متنوع ثقافتی سیاق وسباق اور مواصلاتی اصولوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ اگرچہ آزادی اظہار انسانی حقوق کی ایک بنیادی قدر ہے لیکن بعض حالات میں دیگر اقدار کو ترجیح دی جاسکتی ہے۔ فحاشی اور کاپی رائٹ کے قوانین واضح کرتے ہیں کہ ثقافتی اقدار میڈیا اور مواصلات کو کس طرح متاثر کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر فحاشی کی تعریفیں وقت کے ساتھ ساتھ بدل گئی ہیں جو بدلتے ہوئے سماجی رویوں کی عکاسی کرتی ہیں۔ یہ مسلسل ارتقاء ڈیجیٹل کمیونیکیشن میں ثقافتی حساسیت کی ضرورت کو اجاگر کرتا ہے جہاں ان باریکیوں کو سمجھنا باعزت اور جامع آن لائن تعاملات کو فروغ دیتا ہے۔

[illegible]

میڈیا کی خواندگی کو فروغ دینا آج کے پیچیدہ میڈیا ماحول میں مؤثر طریقے سے فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے۔ کام، کمیونٹی اور عالمی مواصلات میں مکمل طور پر شرکت کرنے کے لیے اور میڈیا کا دانش مندی سے استعمال کرنے کے لیے افراد کو یہ سمجھنا ہوگا کہ میڈیا کس طرح کام کرتا ہے۔ اس میں یہ شامل ہے کہ وہ جو کچھ دیکھتے اور پڑھتے ہیں اس پر سوال اٹھائیں، تعصبات کو سمجھیں اور نئے میڈیا کے آلات کا اعتماد کے ساتھ استعمال کریں۔ ہمارے چوبیس گھنٹے میڈیا کے ماحول میں جہاں غیر پیشہ ور افراد کا میڈیا روایتی میڈیا کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے صرف صارف ہونا کافی نہیں ہے۔ میڈیا کی خواندگی افراد کو یہ سمجھنے، تنقید کرنے اور اپنے خیالات کے اظہار کے لیے میڈیا کا استعمال کرنے کے قابل بناتی ہے۔

میڈیا کے ذرائع کی کثرت کے ساتھ مختلف نقطہ نظر اور معلومات تک رسائی حاصل کرنا بہت اہم ہے۔ میڈیا کی خواندگی والا معاشرہ صرف مطلوب نہیں بلکہ 21ویں صدی کی اہم ضرورت ہے۔ یہ سماجی شمولیت، اقتصادی بااختیاری اور ثقافتی تنوع کو فروغ دیتا ہے۔ میڈیا کی خواندگی کو فروغ دے کر ہم ہر ایک کو چاہے ان کا پس منظر کچھ بھی ہو فعال طور پر شرکت کرنے اور تخلیقی اور علمی معیشتوں میں اپنا حصہ ڈالنے کے قابل بناتے ہیں۔ یہ ایک ایسا معاشرہ تخلیق کرتا ہے جہاں افراد کو حقوق حاصل ہیں اور جہاں مختلف آوازیں اور صلاحیتیں پھل پھول سکتی ہیں۔

میں نے کیا سیکھا

- قانون کی حکمرانی کی تعریف پوری تاریخ میں بدلتی رہی ہے جو سماجی انصاف اور نظم وضبط میں اس کے کردار کی عکاسی کرتی ہے۔
- قانون کی حکمرانی پس منظر سے قطع نظر قانون کے سامنے سب کے ساتھ یکساں سلوک کرنے پر زور دیتی ہے۔
- حکومت سمیت ہر کوئی پہلے سے موجود قوانین کے لیے جوابدہ ہے۔
- قانون واضح، قابل رسائی اور منصفانہ اور مستقل طور پر لاگو ہونا چاہیے۔
- غلط استعمال کو روکنے کے لیے طاقت کو حکومت کی مختلف شاخوں میں تقسیم کیا جانا چاہیے۔
- معاشی استحکام اور ترقی کے لیے قانون کی مضبوط حکمرانی ضروری ہے۔
- قانون کی حکمرانی کی طاقت ملک کے اندر مختلف ہو سکتی ہے جو ترقی کو متاثر کرتی ہے۔
- قانون کی حکمرانی اقوام متحدہ کے پائیدار ترقی کے اہداف کے حصول کے لیے ایک بنیاد ہے۔
- شہریت ایک فرد اور ریاست کے درمیان قانونی تعلق کی وضاحت کرتی ہے۔
- شہریوں کی ذمہ داریاں ہیں کہ وہ قوانین کی پابندی کریں، ٹیکس ادا کریں اور معاشرے میں اپنا حصہ ڈالیں۔

مشقی سوالات

بہترین جواب کا انتخاب کر کے درج ذیل سوالات کے جواب دیں۔

1۔ "ایک پُرامن، منصفانہ اور جامع معاشروں کی تخلیق کرنا جو قانون کی حکمرانی کے تحت زندگی گزاریں" اس کا حصہ ہے:

الف) ہزار سالہ ترقی کے اہداف
ب) ویژن 2025
ج) پائیدار ترقی کے اہداف
د) انسانی حقوق کا اعلامیہ

2۔ فعال شہریت میں شامل ہے:

الف) صرف انتخابات میں ووٹ دینا
ب) اپنی کمیونٹی میں حصہ لینا اور حکومت کو جوابدہ بنانا
ج) تمام قوانین کی پیروی کرنا، خواہ وہ منصفانہ ہوں یا نہیں
د) تمام ٹیکسز ادا کرنا۔

3۔ شہریت میں شامل ہے:

الف) ذمہ داریاں جیسے کہ ٹیکسز ادا کرنا
ب) حقوق جیسے کہ آزادیٔ اظہار
ج) حقوق اور ذمہ داریاں دونوں
د) نہ حقوق نہ ذمہ داریاں

4۔ پریس کونسل آرڈیننس 2002 کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

الف) اخبار کے ملازمین کے کام کے حالات کو بہتر بنانا
ب) اخباروں اور نیوز ایجنسیوں کے مواد کو باقاعدہ کرنا
ج) صحافیوں کو منصفانہ اجرت دینا
د) عوامی آگاہی اور معلومات کے آزاد بہاؤ کو فروغ دینا

5۔ آزاد پریس کس طرح خوشحال ملک میں مدد دیتا ہے؟

الف) صحافیوں کے درمیان اخلاقی رویے کو فروغ دے کر
ب) بدعنوانی کو بے نقاب کر کے اور اداروں کو جوابدہ بنا کر
ج) قومی سلامتی کے تحفظ کے لیے سنسر شپ کی حوصلہ افزائی کر کے
د) تمام خبریں مثبت اور پر امید بنا کر

6۔ قانون کی حکمرانی کا مطلب ہے:

الف) حکومت اپنے قوانین خود بنا سکتی ہے
ب) ہر شخص بشمول حکومت قانون کی پیروی کرتا ہے
ج) صرف شہری ہی قانون کے تابع ہیں
د) قوانین عوامی رائے کی بنیاد پر مسلسل تبدیل ہو رہے ہیں

7۔ سوشل میڈیا کے ایکو چیمبروں کے لیے ڈیجیٹل شہریت کے حوالے سے ایک چیلنج کیا ہے؟

الف) وہ صارفین کو نئے ہنر سیکھنے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں
ب) وہ صارفین کو مختلف نقطہ نظر سے آگاہ کرتے ہیں
ج) وہ صارفین کو متنوع معلومات سے کم آگاہ کرتے ہیں
د) وہ ذمہ دار آن لائن رویے کو فروغ دیتے ہیں

8۔ باب میں ذکر کیا گیا ہے کہ ثقافتی اقدار اس چیز پر اثر انداز ہو سکتی ہیں جسے فحش سمجھا جاتا ہے۔ یہ ڈیجیٹل مواصلات کے بارے میں کیا تجویز کرتا ہے؟

الف) تمام ثقافتوں میں فحاشی کی تعریف ایک ہی ہے۔

ب) ڈیجیٹل شہریوں کو آن لائن بات چیت کرتے وقت ثقافتی فرق سے آگاہ ہونا چاہیے۔

ج) کاپی رائٹ کے قوانین ثقافتی حساسیت سے متعلق نہیں ہیں۔

د) آن لائن آزادی اظہار کی کوئی حد نہیں ہے۔

9۔ ریاستہائے متحدہ میں غیر شہری والدین کے ہاں پیدا ہونے والا بچہ مندرجہ ذیل میں سے کس اصول کے تحت خود بخود شہریت حاصل کرے گا؟

الف) خون کا حق
ب) مٹی کا حق
ج) نیچرلائزیشن
د) شادی کے ذریعے شہریت

10۔ کوئی ایسا شخص جو پاکستان کا شہری بننا چاہتا ہے لیکن وہاں پیدا نہیں ہوا اور اس کے والدین پاکستانی نہیں ہیں وہ زیادہ تر شہریت کے لیے کس طریقہ سے درخواست دے گا؟

الف) پیدائشی شہری
ب) خون کا حق
ج) نیچرلائزیشن
د) شادی کے ذریعے شہریت

مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

1- ایک جمہوری ریاست کے بنیادی اصول کے طور پر قانون کی حکمرانی کی کیا اہمیت ہے؟

2- پاکستان میں امن وامان کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لیے کون سے طریقے تجویز کیے جاسکتے ہیں؟

3- نئی سروسز یا رضاکارانہ کاموں میں شہریوں کی شرکت کیوں اہم ہے؟

4- انصاف اور مساوات کی تعریف کرنے والے مضامین کیا ہیں؟

5- نقل مکانی، ہجرت، اور شادیاں شہریت کی حیثیت کو کیسے متاثر کرتی ہیں؟

6- ایک خوشحال ملک کے لیے آزاد پریس، انصاف اور مساوات کیوں اہم ہیں؟

7- کس طرح "محدود وسائل" کا تصور انصاف اور مساوات دونوں کے حصول میں رکاوٹ کے طور پر کام کرتا ہے۔ اس چیلنج سے کیسے نمٹا جاسکتا ہے جو دونوں نظریات کا احترام کرتا ہے؟

درج ذیل سوال کا تفصیل سے جواب دیں۔

1- قانون کی حکمرانی کی ابھرتی ہوئی تعریفیں خاص طور پر پاکستان جیسے ممالک کے اندر علاقائی تفاوت اور پائیدار ترقی کے ۲۰۳۰ ایجنڈے جیسے عالمی اقدامات کے تناظر میں سماجی انصاف، اقتصادی ترقی اور پائیدار ترقی کو کس طرح متاثر کرتی ہیں؟

2- شہریت مختلف طریقوں سے حاصل کی اور کھوئی جاسکتی ہے۔ شہریت حاصل کرنے اور کھونے کے یہ طریقے دوہری شہریت کے تصور کو کیسے متاثر کرتے ہیں؟ ان ممکنہ فوائد اور خرابیوں کا تجزیہ کریں جن کا دوہری شہریوں کو سامنا ہوسکتا ہے؟

3- کمیونٹی سروس کے منصوبوں کے لیے رضاکارانہ خدمات کیسے لوگوں کو اپنی کمیونٹی سے زیادہ جڑنے اور اس کی فلاح و بہبود کے لیے ذمہ داری پر راغب کرتی ہیں؟

4- میڈیا کے اثرات کے تناظر میں ڈیجیٹل شہریت سے وابستہ چیلنجوں کی وضاحت کریں۔ وضاحت کریں کہ ایک ذمہ دار ڈیجیٹل شہری ان چیلنجوں سے کیسے نمٹ سکتا ہے؟

5- انصاف، مساوات اور سماجی و اقتصادی بہبود کے مابین تعلق کا تجزیہ کریں۔ ان اصولوں کو خاص طور پر بدعنوانی اور نظامی امتیاز سے پیدا ہونے والے چیلنجوں کے تناظر میں حقیقی زندگی کے حالات میں کس طرح برقرار رکھا جاسکتا ہے؟

کلاس کو گروپوں میں تقسیم کریں اور درج ذیل کام تفویض کریں:

1. پاکستانی پرنٹ میڈیا کے قوانین کے اہم نکات کی تحقیق کریں اور خلاصہ پیش کریں:

- اخبار کے ملازمین (خدمات کی شرائط) ایکٹ 1973
- پریس کونسل آرڈیننس 2002

2. ان قوانین کے اثرات پر بات چیت کریں:

- صحافیوں کے کام کے حالات اور کارکردگی
- پاکستانی پرنٹ میڈیا میں رپورٹنگ کا مواد اور معیار
- پریس کی آزادی اور عوام تک معلومات کی رسائی

3. پریس کونسل آرڈیننس کے تحت پریس کی آزادی پر لگائی گئی پابندیوں کا قومی سلامتی اور عوامی نظم و ضبط کے مسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے تجزیہ کریں۔

4. طلبہ اپنی تحقیق پیش کریں گے۔

علم کا اطلاق

پاکستان میں پرنٹ میڈیا کے قوانین اور پریس کی آزادی کے منظر نامے کا جائزہ

کلاس کو بڑے گروپوں میں تقسیم کریں۔ درج ذیل کام تفویض کریں۔

درج ذیل پاکستانی پرنٹ میڈیا قوانین کی اہم دفعات پر تحقیق کریں اور خلاصہ پیش کریں

- اخباری ملازمین (خدمات کی شرائط) ایکٹ 1973
- پریس کونسل آرڈیننس 2002

لغت

- بالادستی: اختیار، طاقت یا عہدے میں دوسروں سے برتر ہونے کی حالت۔ ("قانونی بالادستی" کے تناظر میں استعمال کیا جاتا ہے)
- حق رائے دہی سے محرومی: انتخابات میں ووٹ دینے کے حق کا نقصان۔
- تخفیف: کسی چیز کی شدت، سنگینی یا تکلیف کو کم کرنے کا عمل۔ ("انسانی مصائب کو کم کرنے" کے تناظر میں استعمال کیا جاتا ہے)
- کثیر جہتی: بہت سے مختلف پہلوؤں یا جہتوں کا ہونا۔
- بااختیار بنانا: کسی کو ان کی زندگی یا صورتحال پر مزید کنٹرول دینے کا عمل۔ ("افراد کو پالیسیوں اور فیصلوں پر اثر انداز ہونے کے لیے بااختیار بنانے" کے تناظر میں استعمال کیا جاتا ہے)
- استحقاق: ایک خصوصی حق۔ ("شہریت کی مراعات" کے تناظر میں استعمال کیا جاتا ہے)

حصہ سوم: پاکستان اور بین الاقوامی امور

باب پنجم: خارجہ پالیسی

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- کسی بھی ملک کے لیے خارجہ پالیسی کی اہمیت کو سمجھ سکیں اور پاکستان کی خارجہ پالیسی کا تجزیہ اس کی ضروریات، راہنما اصولوں اور مقاصد کے مطابق کر سکیں۔
- پاکستان کی جغرافیائی لحاظ سے سیاسی اہمیت کا تجزیہ، اس کے ہمسایہ ممالک کے تناظر میں کر سکیں۔
- پاکستان کے ہمسایہ ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات، ان کے اثرات اور مستقبل کے تعلقات کے امکانات کا تنقیدی جائزہ لے سکیں۔

خارجہ پالیسی

ایک فرد کے طور پر ایک معاشرے میں رہتے ہوئے اگرچہ ہم بہت سے طریقوں سے خود کفیل ہو سکتے ہیں پھر بھی ہمیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے دوسروں پر انحصار کرنا پڑتا ہے جیسا کہ روزمرہ ضرورت کی اشیا یا طبی مدد لینا۔ اسی طرح کوئی بھی ملک اپنی تمام ضروریات خود پوری نہیں کر سکتا۔ ممالک وسائل، تجارت، سلامتی اور ثقافتی تبادلے کے لیے ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں۔ یہ باہمی انحصار دوسرے ممالک کے ساتھ روابط کے لیے ایک حکمت عملی کا تقاضا کرتا ہے جسے خارجہ پالیسی کہا جاتا ہے۔ جس طرح افراد اپنی فلاح و بہبود کو یقینی بنانے کے لیے دوسروں سے تعلقات استوار کرتے ہیں، اسی طرح ممالک اپنے مفادات کے تحفظ، سلامتی کو یقینی بنانے، اقتصادی ترقی کو فروغ دینے اور اپنی اقدار کو عالمی سطح پر اجاگر کرنے کے لیے خارجہ پالیسی وضع کرتے ہیں۔ خارجہ پالیسی میں سفارت کاری، تجارتی معاہدے، اتحاد اور بین الاقوامی تنظیموں میں شرکت شامل ہوتی ہے تاکہ ملکی اور عالمی سطح پر ایک مستحکم اور خوشحال ماحول تشکیل دیا جا سکے۔ آکسفورڈ ریفرنس کے مطابق خارجہ پالیسی کسی حکومت کا دوسرے ممالک کے ساتھ روابط قائم کرنے کی منصوبہ بندی کا نام ہے جس میں عام طور پر سفارت کاری، فوجی حکمت عملی، تجارتی پالیسیاں اور ثقافتی تبادلے شامل ہوتے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق خارجہ پالیسی ان عمومی مقاصد پر مشتمل ہوتی ہے جو ایک ریاست کے دوسری ریاستوں کے ساتھ تعلقات اور سرگرمیوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

پالیسی ایک راہنما اصول ہے جو کسی تنظیم کے اہداف کے حصول کے لئے بنائی جاتی ہے۔ یہ راہنما اصولوں، قواعد، یا عملی اقدامات کا ایک مجموعہ ہوتی ہے جسے کسی تنظیم، حکومت، یا ادارے کے ذریعے مخصوص مقاصد کے حصول اور مسائل کے حل کے لئے اپنایا اور نافذ کیا جاتا ہے۔ یہ نسبتاً ایک مستقل اور بامقصد لائحہ عمل کی نمائندگی کرتی ہے جو اقدار، ترجیحات اور اہداف کی عکاس ہوتی ہے۔ فیصلہ سازی کی راہنمائی کرتی ہے اور اقدامات ورد عمل میں تسلسل کو یقینی بناتی ہے۔

خارجہ پالیسی کی اہمیت

خارجہ پالیسی کسی قوم کے باقی دنیا کے ساتھ تعلقات اور روابط کو تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ ممالک کے لیے بین الاقوامی تعلقات کی پیچیدگیوں کو کنٹرول کرنے، عالمی مسائل کو حل کرنے اور مواقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے ایک مؤثر ذریعہ کے طور پر کام کرتی ہے۔ ایک مؤثر خارجہ پالیسی کے ذریعے اقوام اپنے مفادات کا تحفظ کر سکتی ہیں، ترقی و خوشحالی کو فروغ دے سکتی ہیں، اور عالمی امن و استحکام میں کردار ادا کر سکتی ہیں۔

درج ذیل نکات خارجہ پالیسی کی اہمیت واضح کرتے ہیں۔

- **قومی سلامتی اور دفاع:** خارجہ پالیسی ممالک کو مضبوط اتحاد بنانے، فوجی صلاحیتوں میں اضافہ کرنے اور سفارتی ذرائع سے سرحدوں کی حفاظت اور امن برقرار رکھنے کے لیے مدد کرتی ہے۔ یہ اسٹریٹجک شراکت داریوں اور دفاعی حکمت عملیوں کے ذریعے قومی سلامتی کو یقینی بناتی ہے۔
- **اقتصادی خوشحالی اور تجارتی تعلقات:** ممالک خارجہ پالیسی کو تجارتی معاہدوں پر گفت و شنید کرنے، سرمایہ کاری کے فروغ اور عالمی منڈیوں تک رسائی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس سے ان کی معیشت کو فروغ ملتا ہے، روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں اور عوام کے معیارِ زندگی میں بہتری آتی ہے۔

- **سفارت کاری اور بین الاقوامی تعلقات:** خارجہ پالیسی کے ذریعے اقوام سفارتی تعلقات استوار کرتی ہیں۔ تنازعات کو پرامن طریقے سے حل کرتی ہیں اور عالمی سطح پر اپنے مفادات کی نمائندگی کرتی ہیں۔ مؤثر سفارت کاری ممالک کے درمیان استحکام اور تعاون کو فروغ دیتی ہے۔
- **ثقافتی اثر و رسوخ:** خارجہ پالیسی ثقافتی تبادلوں، تعلیمی پروگراموں اور انسانی ہمدردی پر مبنی امدادی سرگرمیوں کو فروغ دیتی ہے۔ اس سے اقوام کو مثبت تعلقات استوار کرنے اور عالمی رائے عامہ پر اثر انداز ہونے میں مدد ملتی ہے۔
- **عالمی حکمرانی اور کثیر الجہتی تعاون:** خارجہ پالیسی ممالک کو بین الاقوامی تنظیموں میں شرکت کے لئے رہنمائی فراہم کرتی ہے تاکہ موسمیاتی تبدیلیوں اور انسانی حقوق جیسے عالمی مسائل کو حل کیا جا سکے۔ دیگر ممالک کے ساتھ تعاون، امن اور ترقی کے معیارات طے کرنے میں مدد دیتی ہے۔
- **انسانی بہبود اور ترقیاتی امداد:** خارجہ پالیسی انسانی بہبود کی کوششوں، پائیدار ترقیاتی منصوبوں اور دنیا بھر میں کمزور طبقات کے لیے امداد کی حمایت کرتی ہے۔ یہ امر انسانی ہمدردی کا مظہر ہے اور عالمی شراکت داریوں کو مضبوط کرتا ہے تاکہ ایک زیادہ مستحکم دنیا قائم کی جا سکے۔
- **قیام امن اور تنازعات کا حل:** خارجہ پالیسی کو امن کے پروگراموں میں شراکت، تنازعات میں ثالثی، اور تنازعات کے پرامن حل کو فروغ دینے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ سفارتی کوششیں اور بین الاقوامی مداخلتیں تنازعات کو روکنے اور غیر مستحکم علاقوں میں امن برقرار رکھنے میں مدد کرتی ہیں۔
- **عالمی اثر و رسوخ اور حیثیت:** مؤثر خارجہ پالیسی کسی ملک کے عالمی اثر و رسوخ اور حیثیت کو بڑھاتی ہے۔ اتحاد قائم کرکے، قومی اقدار کو فروغ دے کر اور سفارت کاری کے ذریعے اقوام کو بین الاقوامی تنظیموں میں احترام اور قیادت کے مواقع حاصل ہوتے ہیں۔ اس سے ان کی عالمی پالیسیوں کو تشکیل دینے اور بین الاقوامی امن اور استحکام میں حصہ لینے کی صلاحیت مضبوط ہوتی ہے۔

سرگرمی: فرضی بحران کی مشق

مختلف ممالک اور بین الاقوامی تنظیموں (جیسے او آئی سی، عرب لیگ، یورپی یونین وغیرہ) کے سفارت کاروں کے کردار ادا کریں اور فلسطین میں اسرائیلی مظالم کے حل کے لیے مذاکرات کریں۔

سفارت کاری : سفارت کاری وہ عمل ہے جس کے ذریعے ممالک کے درمیان تعلقات کو پرامن بات چیت اور مذاکرات کے ذریعے منظم کیا جاتا ہے۔ یہ قوموں کو اپنے مفادات کا تحفظ کرنے، تنازعات کو حل کرنے اور سیاست، تجارت، اور ثقافت جیسے شعبوں میں تعاون کو فروغ دینے میں مدد دیتی ہے، پرامن اور باعزت تعاملات کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ سفارت کاری خارجہ پالیسی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ یہ ممالک کو پرامن مذاکرات اور بات چیت کے ذریعے اپنے بین الاقوامی اہداف حاصل کرنے کی اجازت دیتی ہے جس سے تنازعات کو حل کرنے، اتحاد بنانے اور طاقت کے استعمال کے بغیر تعاون کو فروغ دینے میں مدد ملتی ہے۔

سفارت کاری سفارت کاروں کے ذریعہ انجام دی جاتی ہے جو اپنے ملک کی نمائندگی کرتے ہیں اور قومی مفادات کو آگے بڑھانے کے لیے مذاکرات میں مشغول ہوتے ہیں۔ ایک اچھا سفارت کار تنازعات کو حل کرنے، تعاون کو فروغ دینے اور مؤثر طریقے سے خارجہ پالیسی کے اہداف کو فروغ دینے میں مدد کرتا ہے۔

جوڑوں کی شکل (دو، دو کے گروپ) میں کام کریں اور انٹرنیٹ سرچ کے ذریعے درج ذیل سرگرمی مکمل کریں۔

- اپنے الفاظ میں سفارت کاری کی ایک سادہ تعریف بیان کریں۔
- مؤثر سفارت کاری کی کوئی سی تین خصوصیات تحریر کریں۔
- ایک سفارت کار کی تین ذمہ داریاں لکھیں۔
- ایک اچھے سفارت کار کی چار خصوصیات کی نشاندہی کریں۔

کردار نگاری: عملاً سفارت کاری

ہدایات: کلاس کو گروپوں میں تقسیم کریں۔ ہر گروپ ایک الگ ملک کی نمائندگی کرے۔ ہر گروپ کے لئے درج ذیل منظر ناموں میں سے کوئی ایک مختص کریں۔

- سرحدی تنازع
- اسمگلنگ
- سرحد پار دہشت گردی

ہر گروپ پر امن حل تلاش کرنے کے لیے سفارتی بات چیت میں مشغول ہو۔ مسئلہ کو مل کر حل کرنے کے لیے مذاکرات، مکالمے، اور سفارتکاری کی مہارتوں کا استعمال کرے۔ ہر ملک کے مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے پر امن تعلقات کو برقرار رکھنے پر توجہ دے۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی کو متعین کرنے والے عوامل

خارجہ پالیسی کی تشکیل میں کئی عوامل شامل ہوتے ہیں جو اس بات کا تعین کرتے ہیں کہ کوئی قوم بین الاقوامی برادری کے ساتھ کس طرح کے روابط رکھے۔ یہ عوامل جن میں داخلی، معاشی و سماجی حالات سے لے کر بیرونی، جغرافیائی و سیاسی دباؤ تک شامل ہیں، مل کر کسی ملک کی عالمی سطح پر حکمت عملی کو وضع کرتے ہیں۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کا تعین کرنے والے اہم عوامل درج ذیل ہیں۔

جغرافیہ

پاکستان کی خارجہ پالیسی پر اس کے جغرافیائی محل وقوع کا گہرا اثر ہے۔ جنوبی ایشیا، وسطی ایشیا اور مشرق وسطیٰ کے سنگم پر واقع ہونے کی وجہ سے اس کی اسٹریٹجک اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ تنازعات والے خطوں جیسے افغانستان اور بحیرہ عرب کے قریب واقع ہونا، اس کی سلامتی کی پالیسیوں اور اقتصادی حکمت عملیوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔

تاریخ و ثقافت

پاکستان کے تاریخی تجربات جیسے ہندوستان سے علیحدگی اور اس کے بعد کے تنازعات، اس کی خارجہ پالیسی کے مقاصد کو تشکیل دیتے ہیں۔ ثقافتی روابط اور تاریخی تنازعات، سفارتی تعلقات اور اسٹریٹجک اتحاد کو متاثر کرتے ہیں۔

قومی استعداد

پاکستان کی اقتصادی ترقی، فوجی صلاحیتیں اور ٹیکنالوجی میں ترقی اسے آزاد خارجہ پالیسی اپنانے کے قابل بناتی ہیں۔ اقتصادی ترقی اس کی مذاکرات کی قوت اور

بین الاقوامی معاملات میں اثرور سوخ کو متاثر کرتی ہے۔

عوامی رائے

پاکستان کے جمہوری ڈھانچے میں عوامی جذبات خارجہ پالیسی کے تعین میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ میڈیا، ٹیلی کمیونی کیشنز اور عوامی مباحثے علاقائی استحکام اور بین الاقوامی تعلقات پر حکومتی پالیسیوں کو متاثر کرتے ہیں۔

نظریہ

پاکستان کے نظریاتی اصول جو اسلامی شناخت اور قومی خود مختاری پر مبنی ہیں، اس کی خارجہ پالیسی کی سمت کی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ نظریاتی تصورات اتحادوں، بین الاقوامی تعلقات اور عالمی امور پر ردِ عمل کو متاثر کرتے ہیں۔

سماجی اور سیاسی ڈھانچے

پاکستان کا سیاسی نظام اور معاشرتی پہلو اس کی خارجہ پالیسی کو متاثر کرتے ہیں۔ حکومتی قیادت میں تبدیلیاں اور سماجی ہم آہنگی، سفارتی حکمت عملیوں اور علاقائی تعاملات کو متاثر کرتی ہیں۔

قومی مفاد

پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بنیادی محرک اس کے قومی مفادات کا تحفظ اور فروغ ہے۔ سلامتی کے خدشات، اقتصادی خوشحالی اور علاقائی استحکام فیصلہ سازی کے عمل میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔

بیرونی عوامل

بین الاقوامی قوانین، معاہدے اور عالمی تنظیمیں جیسے اقوام متحدہ (UN) پاکستان کی خارجہ پالیسی کے منظرنامے کو شکل دیتے ہیں۔ ہمسایہ ممالک، عالمی طاقتوں اور علاقائی اتحادیوں کے ساتھ تعلقات سفارتی حکمت عملیوں اور اسٹریٹجک ہم آہنگی کو متاثر کرتے ہیں۔

پالیسی سازی کے عوامل

پاکستان کے حکومتی ڈھانچے میں قیادت کی خصوصیات، ذاتی نظریات اور بیوروکریسی کے اثرات خارجہ پالیسی کی تشکیل اور عمل درآمد کا تعین کرتی ہیں۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی کا جائزہ

پاکستان کی خارجہ پالیسی کے جائزہ میں اس کی تاریخ، جغرافیہ اور سیاسی مفادات کا مطالعہ شامل ہے۔ متعدد عوامل کا تعلق پاکستان کے ماضی سے ہے جو اسے ورثے میں ملے مثلاً نوآبادیاتی ماضی اور ہندوستان سے علیحدگی۔ یہ عوامل پاکستان کے دوسرے ممالک کے ساتھ تعلقات کا تعین کرنے میں کردار ادا کرتے ہیں۔ ان عوامل کے تجزیے سے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ پاکستان امن کو برقرار رکھنے، معاشی ترقی کو فروغ دینے اور عالمی مسائل کو حل کرنے کی کس طرح کوشش کرتا ہے۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی کے جائزہ کی روشنی میں اس کے درج ذیل مراحل ہیں۔

غیر جانبداری کا دور (1953-1947)

1947 میں آزادی حاصل کرنے کے بعد پاکستان نے سرد جنگ میں غیر جانبدار رہنے کا فیصلہ کیا۔ امریکہ اور سوویت یونین دونوں پاکستان کی حمایت چاہتے تھے لیکن پاکستان نے کسی کا بھی اتحادی نہ بننے کا فیصلہ کیا۔ داخلی طور پر پاکستان نے اقتصادی اور سیاسی چیلنجز کا سامنا کیا۔ اسے بھارت اور افغانستان سے سلامتی کے خطرات بھی لاحق تھے۔ اس دور نے پاکستان کی خارجہ پالیسی کی بنیاد رکھی۔

مغرب کے ساتھ اتحاد (1962-1954)

1950 کی دہائی کے وسط میں پاکستان نے مغربی اتحادوں، جیسے SEATO اور CENTO میں شمولیت اختیار کی۔ اس اتحاد کا مقصد خطے میں کمیونزم کے خطرے کا مقابلہ کرنا تھا۔ پاکستان نے امریکہ سے فوجی اور اقتصادی امداد حاصل کی۔ اس دور نے دفاعی طور پر پاکستان کو مضبوط کیا لیکن مغربی طاقتوں پر انحصار میں بھی اضافہ ہوا۔

باہمی تعلقات کا دور (1971-1962)

اس عرصے کے دوران پاکستان نے ہمسایہ ممالک کے ساتھ تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کی۔ اس نے چین اور دیگر ایشیائی ممالک کے ساتھ مضبوط تعلقات استوار کیے۔ اس دور میں خطے کے مسائل کو دوطرفہ معاہدوں کے ذریعے حل کرنے پر توجہ دی گئی۔ 1965 میں بھارت کے ساتھ کشمیر پر جنگ کے نتیجے میں تعلقات مزید کشیدہ ہو گئے۔

غیر وابستہ تحریک کا دور (1979-1972)

1971 کی بھارت کے ساتھ جنگ اور بنگلہ دیش کے قیام کے بعد پاکستان نے غیر وابستگی کی پالیسی اپنائی۔ اس نے غیر وابستہ تحریک میں شمولیت اختیار کی جس کا مقصد سرد جنگ میں غیر جانبدار رہنا تھا۔ پاکستان نے مسلم ممالک کے ساتھ بھی اپنے تعلقات کو مزید مستحکم کیا۔ اس دور میں اقتصادی تعاون اور علاقائی استحکام

پر زور دیا گیا۔

اسلامی یکجہتی اور علاقائی توجہ (1979-1988)

1970 کی دہائی کے آخر میں پاکستان نے مسلم دنیا پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ افغان تنازع میں اہم کردار ادا کیا۔ سوویت جارحیت کے خلاف افغان مجاہدین کو حمایت فراہم کی۔ پاکستان نے مشرق وسطیٰ کے ممالک کے ساتھ بھی اپنے تعلقات کو مزید مستحکم کیا۔ اس دور میں اسلامی یکجہتی اور علاقائی تعاون پر زور دیا گیا۔

سرد جنگ کے بعد کی مطابقت (1989-2001)

سرد جنگ کے بعد پاکستان کو اپنی خارجہ پالیسی کو حالات کے مطابق ڈھالنا پڑا۔ سوویت یونین کے خاتمے سے عالمی سطح پر تبدیلی آئی۔ پاکستان کو نئے چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا، جیسے جوہری پھیلاؤ اور علاقائی عدم استحکام۔ اس نے امریکہ کے ساتھ اچھے تعلقات برقرار رکھنے کی کوشش کی جبکہ علاقائی مسائل کا بھی ازالہ کیا۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ اور تزویراتی مطابقت (2001 - موجودہ)

9/11 کے حملوں کے بعد پاکستان دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کا اہم اتحادی بن گیا۔ اسے دہشت گردی اور علاقائی تنازعات جیسے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا۔ اس دوران پاکستان نے چین کے ساتھ مضبوط شراکت داری بھی قائم کی۔ چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) اس شراکت داری کا اہم حصہ ہے۔ (CPEC) اقتصادی ترقی اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی میں مدد کر رہا ہے۔ اس دور میں پاکستان نے بڑی طاقتوں کے ساتھ تعلقات میں توازن برقرار رکھنے، داخلی سیکیورٹی مسائل سے نمٹنے اور چین کے ساتھ ترقی اور علاقائی استحکام کو فروغ دینے کی کوششیں کیں۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی کے مقاصد

قومی آزادی اور سلامتی کا تحفظ

پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بنیادی مقصد قومی آزادی اور سلامتی کو یقینی بنانا ہے۔ اس میں ملک کو بیرونی خطرات سے بچانا، علاقائی سالمیت کو برقرار رکھنا اور ریاست کی نظریاتی بنیادوں کا تحفظ شامل ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے پاکستان اپنی دفاعی صلاحیتوں کو مضبوط بنانے اور اسٹریٹیجک اتحاد بنانے پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔

اقتصادی ترقی

کسی قوم کی آزادی اور سلامتی کے لیے اقتصادی ترقی بہت اہم ہے۔ ایک مضبوط معیشت قومی مفادات کے دفاع اور خود مختاری کے تحفظ کے لیے ضروری وسائل فراہم کرتی ہے۔ تجارت، سرمایہ کاری اور بنیادی ڈھانچے پر توجہ مرکوز کر کے پاکستان اپنے اقتصادی استحکام کی کوشش کرتا ہے جو اس کی سلامتی اور آزادی کی ضمانت ہے۔

مسلم دنیا سے یکجہتی

مسلم دنیا سے یکجہتی پاکستان کی خارجہ پالیسی کا ایک اہم مقصد ہے جس کی عکاسی قائداعظم محمد علی جناح کے وژن اور 1973 کے آئین میں پائی جاتی

ہے۔ پاکستان مسلم یکجہتی کا ایک مضبوط حامی ہے اور سفارتکاری، اقتصادی تعاون اور ثقافتی تبادلوں کے ذریعے مسلم اکثریتی ممالک کے ساتھ تعلقات کو مستحکم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مشترکہ مقاصد کی وکالت اور عالمی سطح پر مسلم معاشروں کی حمایت کر کے پاکستان مسلم امہ کے اندر یکجہتی اور تعاون کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے۔

علاقائی اور عالمی امن واستحکام

پاکستان سفارتی ذرائع سے تنازعات کو حل کرنے اور امن کو برقرار رکھنے کی بین الاقوامی کوششوں کی حمایت کرتا ہے۔ عالمی تنظیموں بشمول اقوام متحدہ جیسی عالمی تنظیموں کے ساتھ تعاون، امن بحالی منصوبوں میں شرکت اور گفت وشنید میں شمولیت سے پاکستان مستحکم اور محفوظ بین الاقوامی ماحول کے لئے اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ پاکستان کا یہ عزم علاقائی تنازعات کو حل کرنے اور عالمی امن کے اقدامات کی حمایت کرتا ہے۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی کے رہنما اصول

پاکستان کی خارجہ پالیسی اس کی تاریخی وراثت، جغرافیائی محل وقوع اور آئینی حدود سے تشکیل پاتی ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح کے وژن کے مطابق یہ پالیسی پاکستان کے امن، انصاف اور قوموں کے درمیان دوستانہ تعلقات کے عزم کی عکاسی کرتی ہے۔ اس پالیسی کا مقصد قومی خود مختاری کا تحفظ، علاقائی استحکام کو فروغ دینا اور عالمی شراکت داریوں کو مضبوط بنانا ہے۔

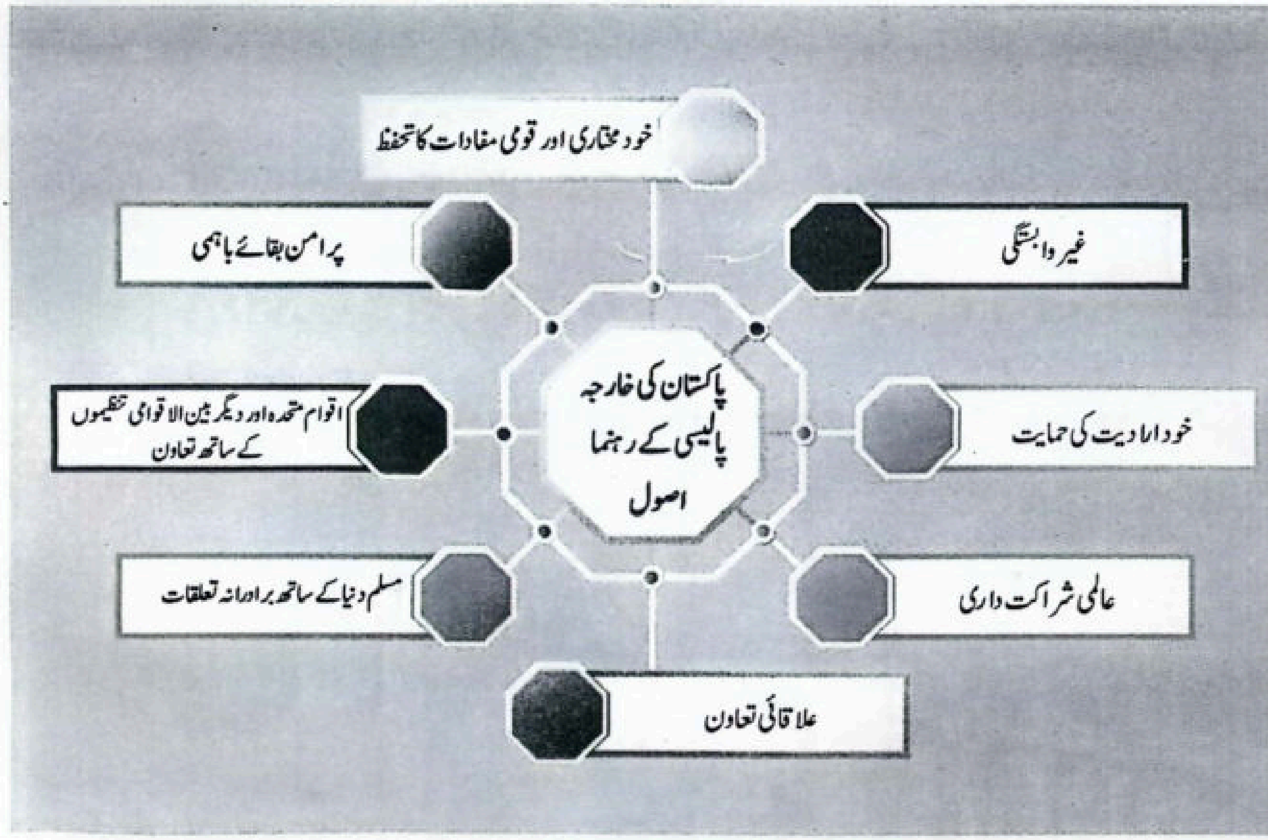

کیا آپ جانتے ہیں؟

"Geo" "یونانی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب "زمین" یا "مٹی" ہے اور "Politics" سے مراد حکمرانی اور طاقت سے متعلق سرگرمیاں ہیں۔ جیوپولیٹکس سیاسیات کی ایک شاخ ہے جو اس بات کا مطالعہ کرتی ہے کہ جغرافیہ ممالک کے درمیان بات چیت اور فیصلوں پر کس طرح اثرانداز ہوتا ہے۔ یہ اصطلاح انیسویں صدی کے آخر میں وجود میں آئی۔ یہ بیان کرتی ہے کہ مقام، وسائل اور علاقائی خصوصیات جیسے جغرافیائی عوامل عالمی امور کو کس طرح تشکیل دیتے ہیں۔

پاکستان کی جغرافیائی اہمیت

جیوپالیٹکس پاکستان کی عالمی پوزیشن اور ہمسایہ ممالک کے ساتھ تعلقات کے لیے انتہائی اہم ہے۔ وسطی ایشیا اور مشرق وسطی کے سنگم پر جنوبی ایشیا میں واقع پاکستان کا محل وقوع اس کی خارجہ پالیسی اور اقتصادی مفادات کو تشکیل دیتا ہے۔ جغرافیہ، تجارتی راستے، قدرتی وسائل اور سلامتی کے خدشات جیسے عوامل پاکستان کے ہمسایہ ممالک اور بین الاقوامی شراکت داروں کے ساتھ تعلقات پر اثرانداز ہوتے ہیں جس سے علاقائی استحکام متاثر ہوتا ہے۔ ان عوامل کو سمجھنا عالمی جغرافیائی منظرنامے میں پاکستان کے کردار کو سمجھنے کے لئے اہم ہے۔

اسٹریٹیجک مقام: پاکستان جغرافیائی لحاظ سے جنوبی ایشیا، وسطی ایشیا اور مشرق وسطی کے سنگم پر واقع ہے جو اس کی اہمیت کو بڑھاتا ہے۔ چین اور بھارت جیسی بڑی طاقتوں کے درمیان واقع پاکستان علاقائی رابطے اور تجارتی راستوں میں ایک اہم کڑی کے طور پر کام کرتا ہے جو سامان اور توانائی کے وسائل کی نقل و حمل کو آسان بناتا ہے۔

جنوبی ایشیا اور وسطی ایشیا کے درمیان پل: پاکستان کی جغرافیائی پوزیشن جنوبی ایشیا کو وسطی ایشیا کے ساتھ جوڑنے والے پل کے طور پر کام کرتی ہے۔ یہ

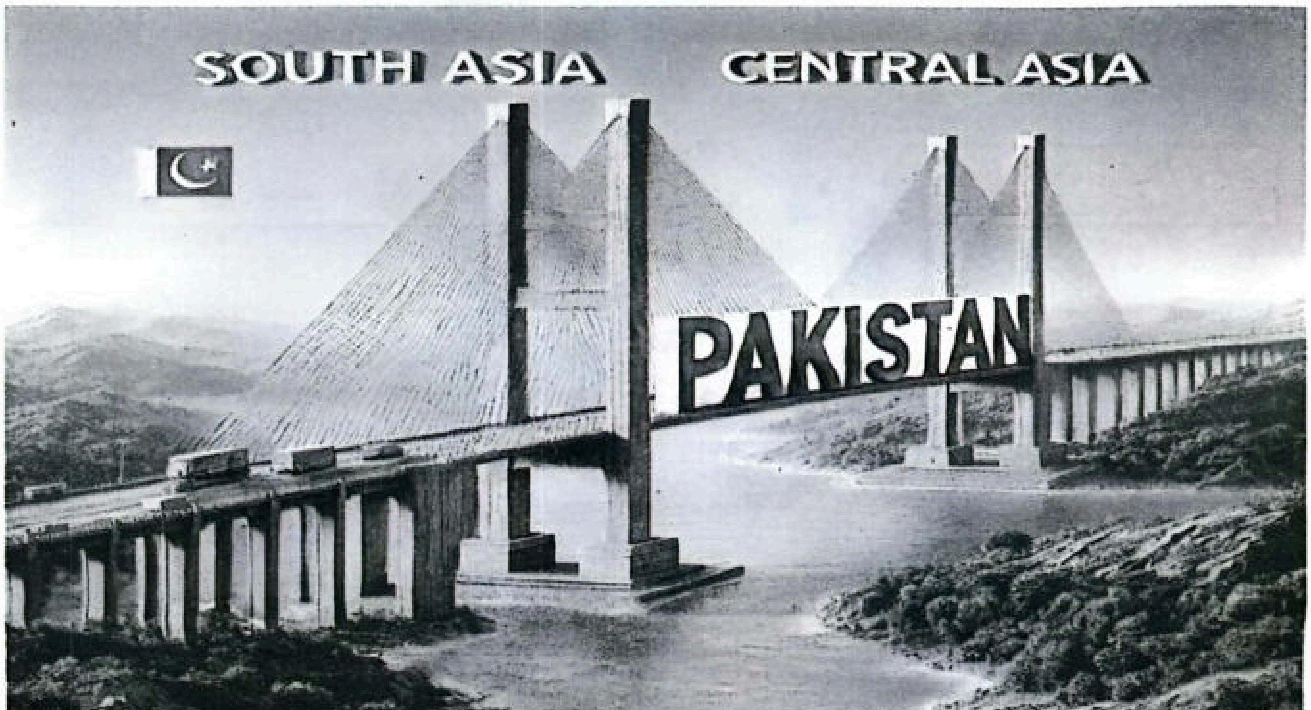

جغرافیائی ربط تجارت، توانائی کی نقل و حمل، اور رابطہ کاری میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ چین-پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) اس کی مثال ہے جو چین کے شہر کاشغر کو پاکستان کی گوادر بندرگاہ سے جوڑتی ہے اور چین کو بحیرہ عرب اور اس سے آگے تک رسائی فراہم کرتی ہے۔

طاقت کا توازن: پاکستان کا محل وقوع علاقائی طاقتوں کے درمیان توازن قائم رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ چین، افغانستان، بھارت اور ایران کے ساتھ سرحدوں کا اشتراک اس کی اسٹریٹجک اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ بڑی عالمی طاقتوں مثلاً امریکہ، روس اور چین نے جنوبی اور وسطی ایشیا میں اپنے مفادات کے فروغ کے لیے پاکستان کے ساتھ تعلقات استوار کئے ہیں۔

اقتصادی اہمیت: جغرافیائی حکمت عملی میں پاکستان خاص اقتصادی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ تجارت اور توانائی کے لیے ایک اہم گزرگاہ ہے۔ پاک چین اقتصادی راہداری (CPEC) جو چین کی بیلٹ اینڈ روڈ انیشی ایٹو (Belt and Road Initiative) کا ایک حصہ ہے، پاکستان کی جغرافیائی اہمیت کو بڑھاتا ہے اور چین کے ساتھ اقتصادی روابط اور یکجہتی کو فروغ دیتا ہے۔

سلامتی کی اہمیت: جنوبی ایشیا، وسطی ایشیا، اور مشرق وسطی کے سنگم پر واقع ہونے کی وجہ سے پاکستان کی سلامتی کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ افغانستان کے ساتھ اس کی سرحد نے اسے افغان تنازعہ میں مرکزی پوزیشن دی ہے جو علاقائی استحکام کو متاثر کرتی ہے۔ پاکستان کی دہشت گردی کے خلاف کاوشیں اور اس کی جوہری صلاحیتیں علاقائی اور عالمی سلامتی میں اہم حیثیت رکھتی ہیں۔

علاقائی محرکات: پاکستان کے علاقائی پہلو جغرافیائی حکمت عملی کے لحاظ سے اہم ہیں۔ بھارت، افغانستان اور ایران جیسے ہمسایہ ممالک کے ساتھ اس کے تعلقات تاریخی تناؤ اور اسٹریٹجک مفادات سے وابستہ ہیں۔ یہ محرکات ایک غیر مستحکم خطے میں استحکام، سلامتی اور اقتصادی تعاون کو متاثر کرتے ہیں۔

نئے افق تلاش کریں

تاریخی طور پر خلیجی ممالک کے پاکستان کے ساتھ بھارت کے مقابلے میں قریب تر تعلقات رہے ہیں۔ تاہم حالیہ برسوں میں اس صورتحال میں تبدیلی آئی ہے۔ اس تبدیلی کی وجوہات کا تجزیہ کریں اور خلیجی ممالک کے ساتھ پاکستان کی خارجہ پالیسی کے اثرات کا جائزہ لیں۔

پاکستان کی اسٹریٹجک اہمیت اور چیلنجز

پاکستان کی اسٹریٹجک اہمیت فائدہ مند ہونے کے ساتھ کئی ایک چیلنجز کا باعث بھی ہے۔ سلامتی کے خدشات، دہشت گردی اور جغرافیائی رقابت نے پاکستان کے لئے اقتصادی چیلنجز کو مزید بڑھادیا ہے جس کی وجہ سے قرضوں کے بوجھ میں اضافہ ہوا ہے اور امن وامان کے مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ امریکہ کے انخلاء کے بعد افغانستان کی صورتحال مزید پیچیدہ ہوگئی ہے جس سے دہشت گردی کے پاکستان میں سرایت کرنے کے خدشات بڑھ گئے ہیں۔ ان رکاوٹوں کے باوجود پاکستان اپنی پوزیشن کو مضبوط کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس نے چین کے ساتھ مضبوط شراکت داری قائم کی ہے۔ پاکستان قومی مفادات کے تحفظ کو یقینی بناتے ہوئے عالمی طاقتوں کے ساتھ اپنے تعلقات میں احتیاط سے توازن برقرار رکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔

برائے اساتذہ:
کلاس میں ایک منظم بحث کی قیادت کریں "کیا پاکستان کے لیے غیر منسلک خارجہ پالیسی اپنانا زیادہ فائدہ مند ہے یا بڑی عالمی طاقتوں کے ساتھ اتحاد کرنا؟"

کم مراعات یافتہ ممالک کی حمایت کے لیے پاکستان کی وابستگی

پاکستان کی تاریخ برصغیر کے مسلمانوں کی جدوجہد سے جڑی ہوئی ہے۔ تقسیم سے پہلے انہیں سماجی، اقتصادی اور سیاسی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا۔ مشکلات پر قابو پانے کی اس تاریخ نے پاکستان میں یکجہتی کے مضبوط احساس کو جنم دیا اور کم مراعات یافتہ لوگوں اور قوموں کی حمایت کی ذمہ داری کا احساس پیدا کیا۔

قدرتی آفات میں امداد

اپنے تاریخی تجربات کی روشنی میں پاکستان نے زلزلوں اور سیلاب جیسی قدرتی آفات سے متاثرہ ممالک کو طبی امداد، امدادی سامان اور مالی معاونت فراہم کی ہے۔ مثال کے طور پر 1999 کے تباہ کن زلزلے کے بعد پاکستان نے ترکی کو نمایاں امداد فراہم کی۔ پاکستان نے 2004 کے سونامی کے بعد انڈونیشیا اور 2010 کے زلزلے کے بعد ہیٹی کو امداد فراہم کی۔ اسی طرح 2015 کے زلزلے کے بعد نیپال کو امداد بھیجی۔ پاکستان نے 1990 کی دہائی میں بوسنیا کی جنگ کے دوران بوسنیائی مسلمانوں کی بھی حمایت کی۔ یہ کوششیں دنیا بھر میں ضرورت مندوں کی مدد کرنے کے لیے پاکستان کے عزم کو اجاگر کرتی ہیں۔

سفارتی حمایت

پاکستان بین الاقوامی فورمز پر کمزور قوموں اور کم مراعات یافتہ ممالک کے حقوق اور ترقی کی وکالت کرتا ہے۔ پاکستان فلسطینیوں، کشمیریوں، میانمار میں روہنگیا مسلمانوں اور اریٹیریائی مسلمانوں جیسے مظلوموں کے حقوق کا حامی ہے اور سفارت کاری وحمایت کے ذریعے غیر مادی امداد فراہم کرتا ہے۔

بحالی امن کے مشن

پاکستان اقوام متحدہ کے امن مشنز میں سب سے بڑے شراکت داروں میں شامل ہے۔ پاکستانی دستے دنیا بھر کے تنازعہ زدہ علاقوں بشمول افریقہ اور مشرق وسطیٰ میں خدمات سرانجام دے چکے ہیں وہ خطوں کو مستحکم کرنے، شہریوں کی حفاظت کرنے اور تنازعات کے بعد کی بحالی کی کوششوں میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ پاکستانی افواج کو بلقان، صومالیہ، کانگو، سوڈان، سیرالیون، کویت، ہیٹی، مشرقی تیمور، اور لائبیریا سمیت کئی ممالک اور علاقوں میں تعینات کیا گیا تاکہ وہاں استحکام، شہریوں کے تحفظ اور جنگ کے بعد کی بحالی کی کوششوں میں مدد کی جاسکے۔ یہ تعیناتیاں پاکستان کے عالمی امن اور سلامتی کے عزم کو ظاہر کرتی ہیں۔

سرگرمی:

- طلبہ کو ایسا نقشہ فراہم کریں جس میں پاکستان کا جغرافیائی اور اسٹریٹجک محل وقوع نمایاں ہو۔
- انہیں ہدایت کریں کہ وہ اہم زمینی راستوں (جیسے وسطی ایشیا سے روابط)، سمندری راستوں (جیسے بحیرہ عرب تک رسائی) اور فضائی راستوں (جیسے دنیا کے بڑے شہروں تک پرواز کے راستے) کی نشاندہی کریں اور انہیں نقشے پر لیبل کریں۔
- طلبہ سے کہیں کہ وہ وضاحت کریں کہ یہ راستے پاکستان کی جغرافیائی اہمیت کو کیسے بڑھاتے یا متاثر کرتے ہیں۔

خطے میں ممالک کے ساتھ پاکستان کے تعلقات

پاکستان۔بھارت تعلقات

پاکستان اور بھارت کے تعلقات کی ایک طویل اور پیچیدہ تاریخ ہے۔ دونوں ممالک کی 3,323 کلومیٹر طویل مشترکہ سرحد ہے جس میں غیر قانونی بھارتی مقبوضہ کشمیر بھی شامل ہے۔ آزادی سے پہلے 1947 تک دونوں ممالک برطانوی ہندوستان کا حصہ تھے۔ تقسیم کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر ہجرت اور فرقہ وارانہ فسادات ہوئے۔ ان واقعات نے ابتدا سے ہی ان دونوں کے تعلقات کو متاثر کیا۔ تقسیم اور اس کے بعد ہونے والے تنازعات، خاص طور پر مسئلہ کشمیر ان کے تعلقات کا مرکزی نقطہ رہے ہیں۔ تاہم کشیدگی اور تنازعات کے باوجود دونوں ممالک نے دوطرفہ تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے امن مذاکرات اور اعتماد سازی کے اقدامات بھی کیے ہیں۔

جنگیں اور تنازعات

1947 سے لے کر اب تک پاکستان اور بھارت کے درمیان تین بڑی جنگیں ہو چکی ہیں۔ ان تنازعات نے جانوں کے نقصان کے علاوہ تعلقات کو مزید کشیدہ کر دیا۔ 1971 میں بنگلہ دیش کی علیحدگی میں بھارت کے کردار نے تلخی کو مزید بڑھا دیا۔

جوہری رقابت

پاکستان اور بھارت دونوں جوہری ہتھیاروں سے لیس ہیں۔ اس سے ان کے تعلقات کی پیچیدگی میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ علاقائی استحکام کے لیے اس رقابت کو ختم کرنے کی کوششیں اہمیت کی حامل ہیں۔

بھارت کی پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کی کوششیں

بھارت دہشت گردی اور عسکری کارروائیوں کو فروغ دینے کے ذریعے پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کا ذمہ دار رہا ہے۔ ایسی کارروائیاں بداعتمادی اور تنازعے کو مزید بڑھاتی ہیں۔

سفارتی اور اقتصادی چیلنجز

بھارت نے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کے لیے رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کوششوں کا مقصد پاکستان کو سفارتی اور اقتصادی طور پر تنہا کرنا ہے۔ مثال کے طور پر بھارت نے بین الاقوامی فورمز جیسے فنانشل ایکشن ٹاسک فورس (FATF) میں پاکستان کو گرے لسٹ میں شامل کروانے کے لئے لابنگ کی ہے تاکہ پاکستان پر منی لانڈرنگ اور دہشت گردی کی مالی معاونت کے خلاف ناکافی اقدامات کے الزامات لگائے جا سکیں۔ اسی طرح بھارت نے پاکستان کی تجارتی معاہدوں اور جنوبی ایشیائی آزاد تجارت کے علاقے (SAFTA) جیسے علاقائی تجارتی گروپوں میں شمولیت کو بھی روکنے کی کوشش کی ہے۔

آبی تنازعات

پاکستان میں بہنے والے دریاؤں پر بھارتی کنٹرول نے آبی تنازعات کو جنم دیا ہے۔پاکستان اس کو آبی جارحیت کے طور پر دیکھتا ہے جس سے اس کی زراعت اور معیشت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

سر کریک تنازعہ

سر کریک 96 کلو میٹر طویل دلدلی علاقہ پر مشتمل ایک پٹی ہے جو رن آف "کچھ" میں پاکستان اور بھارت کی سرحد پر واقع ہے۔ 1914 کے معاہدے کے تحت اس کا تعین برٹش انڈیا اور "کچھ" ریاست کے درمیان ہوا تھا۔ تاہم بھارت اس طے شدہ معاملے کو اپنے مفاد کے مطابق تشریح کر کے متنازعہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔اس نے دونوں ممالک کے درمیان ایک تنازعہ کو جنم دیا ہے۔

سیاچین تنازعہ

سیاچین قراقرم کے پہاڑی سلسلے میں واقع ایک گلیشیئر ہے جو تقریباً 75 کلو میٹر طویل اور 2000 میٹر سے زیادہ بلند ہے۔بھارت نے اپریل 1984 میں ایک فوجی کارروائی کے ذریعے اس گلیشیر پر قبضہ کر کے 1972 کے شملہ معاہدے کی خلاف ورزی کی جس کے تحت لائن آف کنٹرول (LOC) پر موجود صورت حال کو برقرار رکھنے پر اتفاق ہوا تھا۔پاکستانی افواج نے فوری طور پر اس کارروائی کا جواب دیا جس کے نتیجے میں سیاچین دنیا کا سب سے بلند ترین میدان جنگ بن گیا۔

دونوں ممالک اس مشکل، سخت اور ناقابل برداشت موسمی حالات والے علاقے میں فوجی موجودگی کے باعث شدید انسانی، مالی اور ماحولیاتی نقصانات اٹھا رہے ہیں۔پاکستان سیاچین کو غیر فوجی علاقہ بنانے اور 1984 سے پہلے کی حیثیت بحال کرنے کی مسلسل کوشش کر رہا ہے تاکہ اس تنازعہ کو مذاکرات کے ذریعے حل کیا جا سکے اور علاقائی استحکام کو یقینی بنایا جا سکے۔

علاقائی برتری بمقابلہ برابری کے تعلقات

بھارت اکثر علاقائی برتری کے رویہ کا اظہار کرتا ہے۔جبکہ پاکستان برابری کی سطح کے تعلقات کا خواہاں ہے اور باہمی احترام اور تعاون کی حمایت کرتا ہے۔

اثرات

سلامتی سے متعلق خدشات: سلامتی خاص طور پر سرحد پار دہشت گردی کے مستقل خدشات نے تعلقات کو کشیدہ کیا ہے اور فوجی تنازع کا سبب بنے ہیں۔

اقتصادی اخراجات: سیاسی کشیدگی کی وجہ سے محدود تجارتی تعلقات نے اقتصادی ترقی اور ممکنہ دو طرفہ فوائد کو نقصان پہنچایا ہے۔

علاقائی محرکات: پاکستان اور بھارت کے درمیان رقابت نے علاقے کو متاثر کیا ہے جس سے ہمسایہ ممالک اور علاقائی سلامتی پر اثر پڑا ہے۔

تنازعہ کشمیر اور پاک بھارت تعلقات

کشمیر، پاک بھارت تعلقات میں بنیادی مسئلہ ہے۔ 1947 میں آزادی کے وقت ریاست جموں و کشمیر کو پاکستان یا بھارت میں شامل ہونے کا اختیار دیا گیا تھا۔ کشمیری عوام کی پاکستان سے الحاق کی خواہش کے برخلاف مہاراجہ نے کشمیر کا الحاق بھارت کے ساتھ کر دیا جو تنازعے کا باعث بنا۔

1948 سے کشمیری عوام غیر قانونی بھارتی قبضے کے خلاف آزادی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ کشمیریوں کی آزادی کے لیے آواز کو دبانے کے لیے بھارتی مظالم بڑے پیمانے پر رپورٹ ہو چکے ہیں جن میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے الزامات بھی شامل ہیں۔ کشمیر کا غیر حل شدہ مسئلہ دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی کو ہوا دیتا ہے اور امن کی کوششوں میں رکاوٹ ہے۔

مستقبل کے امکانات

مسلسل کشیدگی: جب تک سرحدی تنازعات حل نہیں ہوتے کشیدگی برقرار رہنے کا امکان ہے۔

امن مذاکرات: کامیاب امن مذاکرات تعلقات کو بہتر بنا سکتے ہیں لیکن اس کے لئے دونوں ممالک کو لچک دکھانی ہوگی۔

اقتصادی اثرات: بہتر تعلقات تجارت اور اقتصادی تعاون کو فروغ دے سکتے ہیں جو دونوں ممالک کے لیے فائدہ مند ہوں گے۔

علاقائی استحکام: کشمیر اور سرکریک تنازعات کے حل سے جنوبی ایشیا میں استحکام کو فروغ مل سکتا ہے جس سے مسلح تنازعے کا خطرہ کم ہو جائے گا۔

پاکستان۔ چین تعلقات

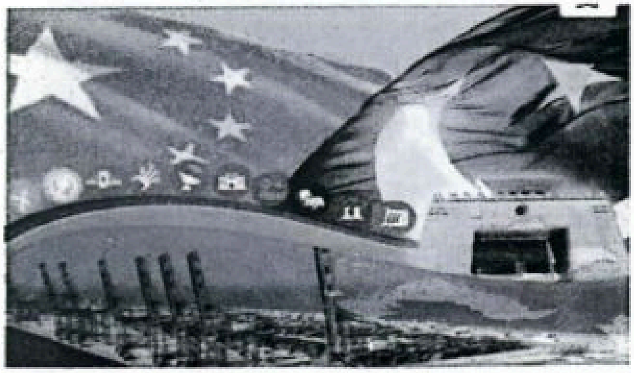

شمال میں پاکستان اور چین کی مشترکہ سرحد کی لمبائی 523 کلومیٹر ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان سفارتی، اقتصادی اور فوجی تعاون کی ایک طویل تاریخ ہے۔ ان تعلقات نے ایک مضبوط شراکت داری کو جنم دیا ہے، جس کے نتیجے میں اسٹریٹجک تعاون اور اقتصادی راہداری (CPEC) جیسے منصوبے وجود میں آئے۔

ابتدائی تعلقات

پاکستان اور چین کے مابین تعلقات کا آغاز 21 مئی 1951 کو ہوا جب دونوں ممالک کے درمیان باقاعدہ سفارتی تعلقات قائم ہوئے۔ ابتدائی سطح پر تجارت اور ثقافتی تبادلے شامل تھے۔ 1963 کا سرحدی معاہدہ ان کے تعلقات میں ایک اہم سنگ میل کی نشاندہی کرتا ہے۔ 1965 اور 1971 کی پاک بھارت جنگوں کے دوران فوجی تعاون میں اضافہ ہوا جس کے نتیجے میں ایک اسٹریٹجک شراکت داری قائم ہوئی۔ دونوں ممالک نے وسیع پیمانے پر ٹیکنالوجی کے تبادلے اور ترقیاتی تعاون میں حصہ لیا۔

فوجی تعاون

پاکستان اور چین کے درمیان مضبوط فوجی تعاون پایا جاتا ہے۔ چین پاکستان کو فوجی ساز وسامان فراہم کرنے والا ایک اہم ملک ہے۔ چین نے اسٹریٹجک ہتھیاروں کی ترقی میں بھی مدد فراہم کی ہے۔ دونوں ممالک باقاعدگی سے مشترکہ فوجی مشقوں میں حصہ لیتے ہیں۔ یہ تعاون ان کی دفاعی صلاحیتوں اور اسٹریٹجک اتحاد کو مضبوط بناتا ہے۔

اسٹریٹجک تعاون

اسٹریٹجک تعاون پاک چین تعلقات کا سنگ بنیاد ہے۔ دونوں ممالک مشترکہ سلامتی کے مفادات رکھتے ہیں۔ وہ علاقائی سلامتی کے مسائل پر قریبی تعاون کرتے ہیں۔ یہ شراکت داری ان کے مشترکہ اسٹریٹجک مقاصد اور علاقائی استحکام کو فروغ دیتی ہے۔

تجارتی اور اقتصادی تعلقات

پاکستان اور چین مضبوط اقتصادی تعلقات کے ذریعے منسلک ہیں۔ اقتصادی راہداری (CPEC) کے علاوہ یہ تعلقات مختلف شعبوں جیسے مصنوعات، زراعت، اور ٹیکنالوجی پر محیط ہیں۔ چین پاکستان کا سب سے بڑا تجارتی شراکت دار ہے۔

مسائل اور چیلنجز

پاک چین تعلقات کو جن چیلنجز کا سامنا ہے ان میں اقتصادی عدم توازن، تجارتی خسارہ، علاقائی استحکام سے متعلق سلامتی کے خدشات اور چینی سرمایہ کاری و اثر ورسوخ کے بارے میں عوامی تاثرات شامل ہیں۔ ان چیلنجوں کا حل کرنا طویل مدتی شراکت داری اور مشترکہ فوائد کے لیے اہم ہے۔

چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC)

پاک چین اقتصادی راہداری (CPEC) ایک عظیم منصوبہ ہے۔ اس کا مقصد پاکستان اور چین کے درمیان اقتصادی تعلقات کو مضبوط بنانا اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی ہے۔ اقتصادی راہداری (CPEC) میں پاکستان بھر میں شاہراہوں، ریلویز، پائپ لائنز اور توانائی کے منصوبوں کی تعمیر شامل ہے۔ اس میں گوادر بندرگاہ کی ترقی اور صنعتی ترقی کو فروغ دینے کے لئے خصوصی اقتصادی زونز (SEZs) کا قیام بھی شامل ہے۔

اقتصادی راہداری (CPEC) کے نمایاں نتائج

اقتصادی ترقی: توقع کی جاتی ہے کہ اقتصادی راہداری (CPEC) سے پاکستان کی معاشی ترقی میں نمایاں اضافہ ہوگا۔ اس ہدف کے حصول کے لئے ٹرانسپورٹ کے بنیادی ڈھانچے کو بہتر بنایا جارہا ہے اور تجارتی لاگت کو کم کیا جارہا ہے۔ مزید برآں اقتصادی راہداری (CPEC) سے غیر ملکی سرمایہ کاری کو فروغ ملے گا۔ روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے اور خاص طور پر کم ترقی یافتہ علاقوں میں اقتصادی ترقی کو تحریک ملے گی۔

علاقائی روابط: اقتصادی راہداری (CPEC) پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں گوادر بندرگاہ کو چین کے صوبہ سنکیانگ سے جوڑتی ہے جس سے علاقائی روابط اور تجارتی راستے مضبوط ہوں گے۔ یہ بحیرہ عرب اور چین کے مغربی صوبوں کے درمیان ایک براہِ راست رابطہ فراہم کرتا ہے جس سے اشیا کی ترسیل کے دورانیے اور لاگت میں کمی آئے گی۔

اسٹریٹجک اہمیت: اقتصادی راہداری (CPEC) پاکستان کی اسٹریٹجک اہمیت کو بڑھاتی ہے کیونکہ یہ چین کو ایک متبادل تجارتی راستہ فراہم کرتی ہے جس سے آبنائے ملاکا پر چین کا انحصار کم ہو جاتا ہے۔ اس سے پاکستان اور چین کے تعلقات میں اضافہ ہو گا۔ فوجی تعاون اور معلومات کا تبادلہ علاقائی استحکام اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کے لیے اہم ہے۔

سفارتی اثرو رسوخ: اقتصادی راہداری (CPEC) پاکستان اور چین کے سفارتی اثرو رسوخ کو جنوبی ایشیا، وسطی ایشیا اور اس سے آگے بڑھاتی ہے۔ یہ دونوں ممالک کو علاقائی تجارت میں اہم کردار ادا کرنے کے قابل بناتا ہے۔ یہ بنیادی ڈھانچے کی ترقی میں ان کے کردار کو مضبوط بناتا ہے جس سے ان کا اقتصادی اور سیاسی اثرو رسوخ بڑھتا ہے۔

گوادر بندرگاہ: اقتصادی راہداری (CPEC) منصوبے، پرامن ترقی کی علامت

پاک افغان تعلقات

پاکستان اور افغانستان کے درمیان تقریباً 2640 کلومیٹر طویل سرحد ہے۔ 1893 میں قائم ہونے والی یہ سرحد ڈیورنڈ لائن کے نام سے جانی جاتی ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان گہرے ثقافتی، نسلی اور لسانی تعلقات ہیں۔ ان تعلقات کا ایک سبب پختون قوم ہے جو دونوں ممالک میں آباد ہے۔ مسلم ممالک ہونے کی وجہ سے دونوں مشترکہ ثقافتی روایات رکھتے ہیں۔ سرحد پار تجارت دونوں کے لیے بہت اہم رہی ہے۔ تاریخی طور پر سیاسی تعلقات علاقائی اور عالمی سیاست سے متاثر رہے ہیں جن میں گریٹ گیم، سرد جنگ اور دہشت گردی کے خلاف جنگ شامل ہیں۔ دونوں ممالک کو سیاسی عدم استحکام اور عسکریت پسندی جیسے چیلنجز کا سامنا ہے، جو ان کے دوطرفہ تعلقات کو متاثر کرتے ہیں۔

سیاسی تعلقات

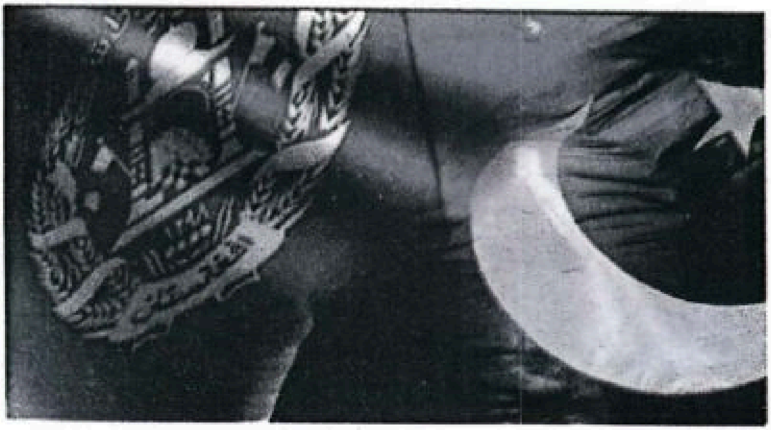

پاکستان اور افغانستان کے درمیان سیاسی تعلقات پیچیدہ اور اکثر کشیدہ رہے ہیں۔ 1947 میں پاکستان کی آزادی کے بعد افغانستان واحد ملک تھا جس نے پاکستان کی اقوام متحدہ میں شمولیت کی مخالفت کی تھی۔ ڈیورنڈ لائن کی سرحد کشیدگی کا سبب رہی ہے۔ 9/11 کے حملوں کے بعد تعلقات مزید خراب ہو گئے۔

سوویت حملہ (1979-1989)

1979 میں سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا۔ پاکستان نے سوویت جارحیت کے خلاف افغان مجاہدین کی حمایت کی۔ اس دوران لاکھوں افغان پناہ گزین پاکستان آئے۔ اس مدت میں مشترکہ دشمن کے خلاف پاکستان - افغانستان تعلقات مضبوط ہوئے۔ تاہم اس دوران خطے میں عسکریت پسند گروپوں کو بھی عروج ملا۔

طالبان حکومت (1996-2001)

1996 میں طالبان نے افغانستان میں اقتدار سنبھالا۔ پاکستان ان چند ممالک میں شامل تھا جنہوں نے طالبان حکومت کو تسلیم کیا۔ پاکستان کو امید تھی کہ طالبان افغانستان میں استحکام لائیں گے۔ تاہم طالبان کے سخت قوانین اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر عالمی سطح پر تنقید کی گئی۔ پاکستان اور افغانستان کے تعلقات نسبتاً مستحکم تھے لیکن علاقائی اور عالمی سیاست نے ان کو پیچیدہ بنایا۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ (2001 - تاحال)

2001 میں 9/11 کے حملوں کے بعد امریکہ نے طالبان کو اقتدار سے الگ کرنے اور القاعدہ سے لڑنے کے لیے افغانستان پر حملہ کیا۔ پاکستان دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کا اہم اتحادی بن گیا۔ پاکستان نے امریکی فوجی کارروائیوں کی حمایت کی جس کی وجہ سے اسے عسکریت پسند گروپوں کے ردِ عمل کا سامنا کرنا پڑا۔ پاکستان اور افغانستان کے تعلقات کشیدہ اور باہمی عدم اعتماد کا شکار رہے۔

طالبان کی واپسی (2021 - موجودہ)

2021 میں طالبان نے افغانستان میں دوبارہ اقتدار سنبھالا۔ پاکستان نئی طالبان حکومت کے ساتھ مستحکم تعلقات برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ دونوں ممالک تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن انہیں کئی چیلنجز کا سامنا ہے۔ سرحدی سلامتی، پناہ گزینوں کا انتظام اور دہشت گردی کے خلاف تعاون اہم مسائل ہیں۔ پاکستان افغانستان کو انسانی امداد فراہم کرنے کی بین الاقوامی کوششوں کی حمایت کرتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

پاکستان اور افغانستان کے درمیان بین الاقوامی سرحد کو ڈیورنڈ لائن کہا جاتا ہے۔ یہ سرحد 1893 میں برطانوی ہندوستان اور افغانستان کو الگ کرنے کے لیے قائم کی گئی تھی۔ اس کا نام سر ہنری ڈیورنڈ کے نام پر رکھا گیا جو ایک برطانوی سفارت کار تھے۔ انہوں نے یہ سرحدی معاہدہ افغان حکمران امیر عبدالرحمان خان کے ساتھ طے کیا تھا۔

اقتصادی تعلقات

پاکستان اور افغانستان کے درمیان تجارت دونوں ممالک کے لیے اہم ہے۔ پاکستان اپنی بندرگاہوں کے ذریعے بین الاقوامی منڈیوں تک رسائی فراہم کرتا ہے۔ افغانستان-پاکستان تجارتی راہداری معاہدے (APTTA) کا مقصد تجارت کو باضابطہ بنانا ہے۔ تاہم سرحدی بندشوں اور سیکیورٹی مسائل کی وجہ سے تجارت میں رکاوٹیں آتی رہتی ہیں۔ چیلنجز کے باوجود دونوں ممالک سرحد پار تجارت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

مستقبل کے امکانات

پاکستان-افغانستان تعلقات کا مستقبل علاقائی استحکام اور تعاون پر منحصر ہے۔ باہمی تعلقات کے لئے بہتر سفارتی کوششیں، اقتصادی تعاون میں اضافہ اور مضبوط سیکیورٹی اقدامات اہم ہیں۔ دونوں ممالک دہشت گردی، غربت اور ترقی کے مسائل جیسے مشترکہ چیلنجز کو حل کرنے میں پرامن تعلقات اور باہمی تعاون سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

پاکستان کے لیے پرامن افغانستان کی اہمیت

افغانستان کئی دہائیوں سے جنگ اور بدامنی کا شکار رہا ہے۔ جس کا آغاز 1979 میں سوویت حملے سے شروع ہوا۔ خانہ جنگیوں اور طالبان کے عروج نے اس بحران کو مزید پیچیدہ کر دیا۔ ان واقعات نے عدم استحکام اور تشدد کو فروغ دیا جس سے افغان معاشرہ شدید متاثر ہوا۔

آج بھی افغانستان کو سیاسی طور پر غیر یقینی صورتحال اور تنازعات کا سامنا ہے اگرچہ موجودہ افغان حکومت استحکام کے لیے کوشاں ہے۔ ملک کو حکمرانی اور

سرگرمی:

مقصد: ابلاغ، تجزیاتی، تنقیدی سوچ اور قیادت کی صلاحیتوں کو بڑھانا۔

ہدایات: کلاس کو مختلف اسٹیک ہولڈرز (مثلاً حکومت، فوج، این جی اوز، کاروباری برادری، سیاستدان، صحافی، مذہبی گروہ) کی نمائندگی کرنے والی ٹیموں میں تقسیم کریں۔

- ہر ٹیم اپنے اسٹیک ہولڈر کے نقطہ نظر کے مطابق پاکستان کی خارجہ پالیسی کے متعلق سفارشات مرتب کرے اور انہیں جماعت کے سامنے پیش کرے۔
- تمام پیشکشوں کے بعد ایک منتخب طالب علم "وزیر خارجہ" کا کردار ادا کرے اور "حکومت" کے ساتھ مشاورت کے بعد ان تجاویز پر رائے دے۔

سلامتی کے مسائل درپیش ہیں جو علاقائی امن اور اقتصادی ترقی پر اثرانداز ہورہے ہیں۔ پاکستان ایک مستحکم افغانستان کو سرحد پار دہشت گردی کو روکنے، اقتصادی روابط کو فروغ دینے اور خطے میں مجموعی استحکام کے لیے ضروری سمجھتا ہے۔ پاکستان افغان حکومت کی امن و سلامتی کے قیام کی کوششوں کی حمایت کرتا ہے اور ایک پرامن افغانستان کو دونوں ممالک اور پورے خطے کی خوشحالی کے لیے ناگزیر سمجھتا ہے۔

پاکستان۔ایران تعلقات

پاکستان اور ایران 959 کلومیٹر طویل مشترکہ سرحد کے علاوہ تاریخی و ثقافتی رشتوں میں جڑے ہوئے ہیں۔ 1947 میں پاکستان کی آزادی کے بعد سے جغرافیائی قربت اور مشترکہ مفادات کی وجہ سے دونوں ممالک کے تعلقات میں نشیب و فراز آتے رہے ہیں۔

اقتصادی تعاون

اقتصادی طور پر پاکستان اور ایران قدرتی گیس اور زرعی مصنوعات کی تجارت کرتے ہیں۔ ایران۔پاکستان گیس پائپ لائن جیسے منصوبوں کا مقصد توانائی کا تحفظ ہے۔ ایران پر بین الاقوامی پابندیوں کی وجہ سے دونوں ممالک کو اقتصادی تعلقات بڑھانے میں چیلنجز کا سامنا ہے۔

ثقافتی اور عوامی تعلقات

ثقافتی طور پر پاکستان اور ایران کے درمیان گہرے تاریخی اور لسانی تعلقات ہیں۔ اردو اور فارسی ادب نے صدیوں کے دوران ایک دوسرے کو متاثر کیا ہے۔ موسیقی، فن اور ادب کے تبادلے باہمی ہم آہنگی کو فروغ دیتے ہیں۔ مذہبی زیارات، تعلیمی تبادلوں اور سیاحت کے ذریعے عوامی رابطوں کو فروغ ملتا ہے۔

جغرافیائی سیاست

افغانستان اور سعودی عرب جیسے ہمسایہ ممالک کی وجہ سے پاکستان اور ایران کے باہمی تعلقات کو پیچیدگی کا سامنا رہا ہے۔ ان کی اسٹریٹجک پالیسیاں اور علاقائی مفادات بعض اوقات دوطرفہ تعلقات پر اثرانداز ہوتے ہیں۔

چاہ بہار اور گوادر بندرگاہ

چاہ بہار اور گوادر کی بندرگاہیں بالترتیب ایران اور پاکستان کے لیے اسٹریٹجک اثاثے ہیں اور دونوں مختلف جغرافیائی مفادات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ گوادر جو چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) کا ایک اہم حصہ ہے، تجارت اور بنیادی ڈھانچے کی بہتری کے لئے بنایا گیا ہے۔ دوسری طرف بھارت کی مدد سے تیار کردہ چاہ بہار بھارت کو افغانستان اور وسطی ایشیا تک رسائی فراہم کرنے اور خطے میں CPEC کے اثر و رسوخ کو متوازن کرنے کی کوشش ہے۔

بلوچستان کا پاکستان۔ ایران تعلقات پر اثر

بلوچستان کی اسٹریٹجک حیثیت پاکستان۔ ایران تعلقات پر اثرانداز ہوتی ہے۔ سرحدی علاقوں میں عسکریت پسند گروپ اور علیحدگی پسند سرگرمیاں دونوں ممالک کے لئے سلامتی کے خطرات پیدا کرتی ہیں۔ دونوں ممالک ان چیلنجز سے نمٹنے اور اپنی خودمختاری کے تحفظ کے لیے فوجی آپریشنز اور معلومات کے تبادلے میں تعاون کرتے ہیں۔

پاکستان کے سعودی عرب کے ساتھ تعلقات

تقسیم سے قبل برصغیر کے مسلمانوں اور سعودی عرب کے درمیان مضبوط تعلقات موجود تھے۔ پاکستان کے قیام کے بعد 1953 میں سعودی عرب کے شاہ سعود نے پاکستان کا دورہ کیا۔ 1966 میں شاہ فیصل کی آمد سے دونوں ممالک کے تعلقات مزید مضبوط ہوئے۔ اسلام آباد میں فیصل مسجد دونوں ملکوں کے درمیان مضبوط تعلقات کی علامت کے طور پر تعمیر کی گئی تھی۔

دفاعی تعاون

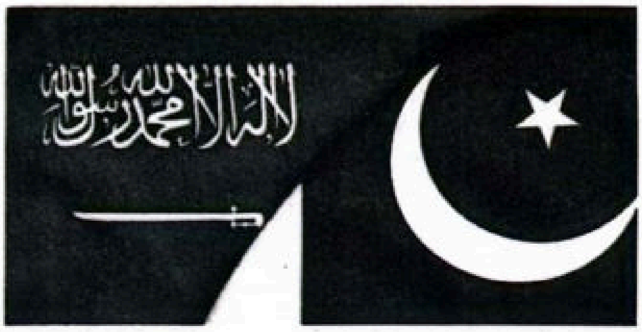

سعودی عرب نے 1965 اور 1971 کی پاک۔ بھارت جنگوں کے دوران فراخدلانہ مالی اور سفارتی مدد فراہم کی۔ 1979 میں جب انتہاپسندوں نے خانہ کعبہ پر حملہ کیا تو پاکستان کی مسلح افواج نے مقدس مقام کی سلامتی بحال کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ پاکستانی افواج نے سعودی فوجی اہلکاروں کی تربیت اور دفاعی معاملات میں مدد فراہم کی۔ اس باہمی تعاون نے دونوں ممالک کے درمیان دفاعی تعلقات کو نمایاں طور پر مضبوط کیا ہے۔

اقتصادی تعاون

سعودی عرب نے پاکستان کے مختلف شعبوں میں سرمایہ کاری کی ہے جن میں توانائی، زراعت اور بنیادی ڈھانچہ شامل ہیں۔ حالیہ برسوں میں سعودی عرب نے امداد، قرضوں، اور سرمایہ کاری کے ذریعے پاکستان کو اقتصادی بحران سے نکالنے کے لیے نمایاں کردار ادا کیا۔ جب پاکستان 1998 میں جوہری طاقت بنا تو سعودی عرب نے اس پیش رفت کو خوش آمدید کہا اور بین الاقوامی دباؤ کا مقابلہ کرنے میں پاکستان کی حمایت کی۔ سعودی عرب کی حمایت نے پاکستان کو جوہری تجربات کے بعد سفارتی اور اقتصادی چیلنجز سے نمٹنے میں مدد کی۔

سفارتی تعاون

1974 میں سعودی عرب نے لاہور میں او آئی سی (OIC) کے سربراہی اجلاس کے دوران پاکستان کی حمایت کی۔ اس نے کشمیر کے مسئلے پر بھی پاکستانی موقف کی تائید کی ہے اور FATF جیسے چیلنجز سے نمٹنے میں معاونت کی۔ پاکستان نے علاقائی مسائل پر سعودی عرب کے موقف کی حمایت کی ہے اور بین الاقوامی سطح پر سفارتی تعاون فراہم کیا ہے۔

قدرتی آفات کے دوران انسانی امداد

سعودی عرب نے قدرتی آفات کے دوران پاکستان کو نمایاں امداد فراہم کی ہے۔2005 کے زلزلے کے بعد سعودی عرب نے فوری طور پر مالی مدد، امدادی سامان اور طبی امداد بھیجی۔ شدید سیلابوں کے دوران سعودی عرب نے ریسکیو اور بحالی کے لیے فنڈز اور وسائل فراہم کیے۔

پاکستانی افرادی قوت

سعودی عرب میں بڑی تعداد میں پاکستانی کارکن موجود ہیں جو تعمیرات، صحت کی دیکھ بھال، اور گھریلو خدمات جیسے شعبوں میں کام کر رہے ہیں۔ پاکستانی افرادی قوت سعودی معیشت میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ان کارکنان کی طرف سے بھیجی گئی ترسیلاتِ زر پاکستانی معیشت کے استحکام کا باعث بنتی ہیں۔ سعودی عرب میں پاکستانی کارکنوں کی موجودگی دونوں ممالک کے درمیان دوطرفہ تعلقات کو مضبوط کرتی ہے۔

پاک۔امریکہ تعلقات

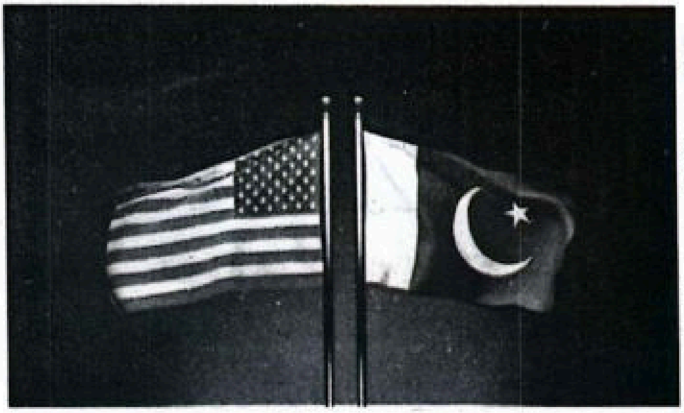

امریکہ دنیا کی ایک بڑی فوجی طاقت، ترقی یافتہ اور اقتصادی طور پر ایک مضبوط ملک ہے جو عالمی امور میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ 1947 میں آزادی کے فوراً بعد پاکستان نے امریکہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس تعلق میں دفاع، معیشت اور تعلیم میں تعاون شامل تھا۔ تاہم تعلقات کو چیلنجز کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ وقت کے ساتھ یہ تعلقات عالمی اور علاقائی واقعات سے متاثر ہوتے رہے ہیں۔ پاکستان اور امریکہ کے باہمی تعلقات دونوں ممالک اور دنیا کے لیے اہم ہیں۔

9/11 سے پہلے پاک امریکہ تعلقات

پاکستان اور امریکہ نے 1947 میں سفارتی تعلقات قائم کیے۔ 1950 کی دہائی میں پاکستان نے SEATO اور CENTO جیسے امریکی قیادت میں بننے والے اتحادوں میں شمولیت اختیار کی۔ ان اتحادوں کا مقصد خطے میں سوویت اثر ورسوخ کو محدود کرنا تھا۔ اس دوران امریکہ نے پاکستان کو فوجی اور اقتصادی امداد فراہم کی۔ جس سے پاکستان کی دفاعی صلاحیتوں میں اضافہ ہوا۔

1960 اور 1970 کی دہائیوں میں تعلقات میں اتار چڑھاؤ آیا۔ 1965 اور 1971 کی پاک بھارت جنگوں کے دوران امریکہ نے پاکستان کی فوجی امداد معطل کر دی۔ تاہم 1980 کی دہائی میں تعلقات دوبارہ مضبوط ہوئے جب پاکستان نے سوویت یونین کے خلاف افغان مجاہدین کی حمایت میں امریکہ کا ساتھ دیا۔ اس مدت کے دوران پاکستان کو بڑی مقدار میں فوجی اور اقتصادی امداد فراہم کی گئی۔

9/11 کے بعد پاک امریکہ تعلقات

9/11 حملوں کے بعد پاکستان امریکہ کی قیادت میں دہشت گردی کے خلاف جنگ میں غیر نیٹو (Non NATO) اتحادی بن گیا۔ امریکہ نے پاکستان کو دہشت گردی کے خلاف جنگ اور خطے کے استحکام کے لئے نمایاں فوجی اور اقتصادی امداد فراہم کی۔ القاعدہ اور طالبان کے خلاف جنگ میں پاکستان کا کردار بہت اہم تھا۔ تاہم ان تعلقات کو چیلنجز کا سامنا رہا۔ امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف پاکستانی کوششوں پر اکثر خدشات کا اظہار کیا۔ 2011 میں اسامہ بن لادن کی ہلاکت کے لئے کئے گئے امریکی آپریشن جیسے واقعات نے تعلقات کو کشیدہ کیا۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے پاکستان پر اہم اثرات مرتب ہوئے۔ ملک کو دہشت گردی اور تشدد میں اضافے کا سامنا کرنا پڑا جس میں بے شمار شہری اور فوجی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ان چیلنجز کے باوجود دونوں ممالک نے مختلف شعبوں میں تعاون جاری رکھا۔ یہ تعلقات علاقائی اور عالمی استحکام کے لیے بہت اہم ہیں۔

میں نے کیا سیکھا

- خارجہ پالیسی کسی ملک کے عالمی تعلقات اور بین الاقوامی امور میں اس کے کردار کا تعین کرتی ہے۔ یہ سفارتکاری اور اسٹریٹجک فیصلوں کے ذریعے قومی سلامتی، اقتصادی ترقی اور بین الاقوامی ساکھ پر اثرانداز ہوتی ہے۔
- پاکستان کی خارجہ پالیسی ابتدا میں غیر جانبدار رہی، پھر مغربی طاقتوں سے اتحاد اور بعد میں عدم وابستگی اور علاقائی توجہ میں تبدیل ہوگئی۔ اس کا مقصد قومی مفادات کا تحفظ، علاقائی استحکام کو فروغ دینا اور عالمی سطح پر شراکت داری قائم کرنا رہا ہے۔
- جنوبی ایشیا میں پاکستان کا جغرافیائی محل وقوع اسے تجارت اور توانائی کے راستوں کے لیے اہم بناتا ہے۔
- پاکستان کی خارجہ پالیسی بنیادی طور پر اس کی جغرافیائی حیثیت، سلامتی سے متعلق خدشات، معاشی مفادات اور اتحادوں میں شمولیت سے متاثر ہوتی ہے۔
- پاکستان کو اپنی سلامتی کے خدشات، دہشت گردی اور جغرافیائی حریفوں کی وجہ سے اقتصادی چیلنجز کا سامنا ہے، جو اس کے استحکام اور ترقی کو متاثر کرتے ہیں۔
- پاکستان اور بھارت کے تعلقات تاریخی تنازعات، جنگوں اور مسئلہ کشمیر کی وجہ سے پیچیدہ رہے ہیں۔
- بھارت کی جانب سے پاکستان کو غیر مستحکم کرنے اور عالمی سطح پر رکاوٹیں پیدا کرنے کی کارروائیاں کشیدگی میں اضافہ کرتی ہیں جبکہ پاکستان انڈیا کے علاقائی اثرورسوخ کے باوجود برابری کی بنیاد پر تعلقات کا خواہاں ہے۔
- پاکستان اور چین کے تعلقات طویل مدتی اسٹریٹجک تعاون پر مبنی ہیں جو اقتصادی، فوجی اور سفارتی شعبے میں مشترکہ مفادات اور باہمی اعتماد سے مضبوط ہوئے ہیں۔

- چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) کا مقصد دونوں ملکوں کے درمیان رابطوں، بنیادی ڈھانچے کی ترقی اور اقتصادی تعلقات کو بڑھانا ہے۔
- پاکستان اور افغانستان کے درمیان پیچیدہ تعلقات ہیں جن پر تاریخی معاہدوں اور علاقائی چیلنجز کا اثر ہے۔ اہم مسائل میں سوویت جارحیت، طالبان کا طرزِ حکومت اور تعاون واستحکام کے فروغ کے لئے کوششیں شامل ہیں۔
- پاکستان اور ایران کے درمیان تاریخی، ثقافتی اور اقتصادی معاہدوں کے باوجود تعلقات پیچیدہ ہیں۔ جغرافیائی عوامل انہیں کبھی تعاون اور کبھی مقابلے کی طرف لے جاتے ہیں۔
- آزادی کے بعد سے پاکستان نے امریکہ کے ساتھ اتحاد کیا۔ فوجی اور اقتصادی امداد حاصل کی۔ اگرچہ یہ تعلقات عالمی واقعات اور دہشت گردی کی وجہ سے اتار چڑھاؤ کا شکار رہے ہیں لیکن یہ علاقائی اور عالمی سلامتی کے لیے اہم ہیں۔

مشقی سوالات

درست جواب کا انتخاب کرتے ہوئے درج ذیل سوالات کے جواب دیں۔

1- پاکستان کی خارجہ پالیسی کا بنیادی مقصد ہے:

الف) پڑوسیوں کے ساتھ برادرانہ تعلقات ب) غیر وابستگی

ج) عالمی امن د) آزادی اور سلامتی کا تحفظ

2-1979 میں افغانستان پر سویت جارحیت کا پاکستان کے لیے سب سے بڑا نتیجہ کیا تھا؟

الف) افغانستان کے ساتھ اقتصادی تعلقات مضبوط ہوئے ب) افغان پناہ گزینوں کی پاکستان میں آمد

ج) امریکہ کے ساتھ فوجی تعاون میں کمی د) افغانستان کے ساتھ سرحدی سلامتی میں بہتری

3- جغرافیائی ماحول نے پاکستان۔ایران تعلقات کو کیسے متاثر کیا ہے؟

الف) فوجی تنازعات میں اضافہ کیا ہے۔ ب) اقتصادی تعاون کو مضبوط کیا ہے۔

ج) مکمل سفارتی تنہائی پیدا کی ہے۔ د) تعاون اور مقابلہ دونوں کو جنم دیا۔

4- کس معاہدہ کا مقصد پاکستان اور افغانستان کے درمیان تجارتی تعلقات کو باضابطہ بنانا ہے؟

الف) ڈیورنڈ لائن معاہدہ ب) افغانستان۔پاکستان ٹرانزٹ ٹریڈ معاہدہ (APTTA)

ج) پشتون ثقافتی تبادلہ پروگرام د) جنوبی ایشیائی آزاد تجارت معاہدہ

5- 9/11 کے بعد امریکی قیادت میں دہشت گردی کے خلاف لڑی جانے والی جنگ میں پاکستان کا کیا کردار تھا؟

الف) غیر جانبدار مبصر | ب) اہم اتحادی

ج) نیٹو اتحادی | د) نان نیٹو

6- سعودی عرب میں پاکستانی کارکنان پاکستانی معیشت کو کیسے متاثر کرتے ہیں؟

الف) سفارتی حمایت فراہم کر کے | ب) ترسیلاتِ زر کے ذریعے

ج) سامان درآمد کر کے | د) مقامی کاروبار میں سرمایہ کاری کر کے

7- پاکستان نے درج ذیل ممالک کو انسانی امداد فراہم کی ہے، سوائے_________

الف) ترکی | ب) ہیٹی

ج) انڈونیشیا | د) ملائیشیا

8- پاکستانی افواج نے درج ذیل میں سے کس امن مشن میں خدمات دیں؟

الف) تاجکستان میں اقوام متحدہ کے مبصر مشن (UNMOT)

ب) لیبیا میں اقوام متحدہ کے امدادی مشن (UNSMIL)

ج) ایل سلواڈور میں اقوام متحدہ کے مبصر مشن (ONUSAL)

د) صومالیہ میں اقوام متحدہ کے آپریشن (UNOSUM)

9- کس ملک نے پاکستان کی اقوام متحدہ میں شمولیت کی مخالفت کی تھی؟

الف) ایران | ب) بھارت

ج) امریکہ | د) افغانستان

10- بھارت نے پاکستان کو شامل ہونے سے روکنے کی کوشش کی:

الف) سارک | ب) سافٹا (SAFTA)

ج) ای سی او | د) درج بالا تمام

سوال: پاکستان کے انڈیا، افغانستان، ایران، چین کے ساتھ تعلقات کو در پیش بنیادی چیلنجز اور مستقبل کے امکانات کا تجزیہ کرتے ہوئے نیچے دیے گئے جدول کو مکمل کریں۔

ملک	بنیادی چیلنجز	مستقبل کے امکانات
افغانستان		
چین		
بھارت		
ایران		

سوالات کے مختصر جواب دیں:

1- خارجہ پالیسی کی تعریف بیان کریں۔

2- پاکستان کا اسٹریٹیجک مقام اس کے ہمسایہ ممالک اور عالمی معاملات پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے؟

3- علاقائی تنازعات کے حوالے سے پاکستان کی خارجہ پالیسی کی تشکیل میں عوامی رائے کا کیا کردار ہے؟

4- بین الاقوامی سطح پر بھارت نے پاکستان کے لیے کس طرح کے چیلنجز پیدا کرنے کی کوششیں کی ہیں؟

5- 2021 میں طالبان کی اقتدار میں واپسی نے پاکستان-افغانستان تعلقات کو کیسے متاثر کیا؟

6- دہشت گردی کے خلاف جنگ کے پاکستان کے لئے اہم اثرات کیا تھے؟

7- پاکستان اپنی خارجہ پالیسی کے ذریعے مسلم ممالک کے اتحاد و یکجہتی میں کس طرح کردار ادا کرتا ہے؟

سوالات کے تفصیلی جواب دیں:

1- پاکستان کی خارجہ پالیسی کے مقاصد کی وضاحت کریں۔ آپ کی رائے میں کیا پاکستان کی خارجہ پالیسی اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب رہی ہے؟ اپنے جواب کی حمایت میں وجوہات اور مثالیں فراہم کریں۔

2- پاکستان کی جغرافیائی اہمیت کی وضاحت کریں۔ کیا پاکستان نے اپنے اسٹریٹیجک مقام کے ممکنہ فوائد کو مکمل طور پر استعمال کیا ہے؟

3- چین-پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) نے پاکستان کے بنیادی ڈھانچے اور معیشت کو کس حد تک تبدیل کیا ہے؟ اس بڑے منصوبے سے منسلک مواقع اور چیلنجز پر تبادلہ خیال کریں۔

4- اہم واقعات، چیلنجز اور ان کے پاکستان کی اندرونی سلامتی پر اثرات مد نظر رکھتے ہوئے 9/11 کے بعد پاکستان۔امریکہ تعلقات کا تجزیہ کریں۔

پراجیکٹ

گزشتہ چند مہینوں میں پاکستان اور افغانستان دونوں نے پاک۔ افغان ٹرانزٹ ٹریڈ معاہدے کے بارے میں تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ اس معاہدے تک رسائی حاصل کریں اور اس کا تجزیہ کریں۔ پاکستان کے نقطہ نظر سے اس کی خوبیوں اور خامیوں کو اجاگر کریں۔ اس بات کا جائزہ لیں کہ یہ معاہدہ دونوں ممالک کے دو طرفہ تعلقات کو کیسے متاثر کرتا ہے؟ دونوں ممالک کے لئے اس کے وسیع تر مضمرات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسی سفارشات فراہم کریں جو عام افغانوں کی ضروریات کو پورا کریں۔

لغت

- غیر وابستگی: خارجہ پالیسی کی ایک حکمت عملی جس کے تحت کوئی ملک غیر جانبدار اور آزاد رہنے کے لئے کسی بڑی طاقت، بلاک یا فوجی اتحاد میں یا اس کے خلاف شمولیت اختیار نہیں کرتا۔
- سربراہی اجلاس: سربراہانِ ریاست یا حکومت کے درمیان ایک اعلیٰ سطحی ملاقات جس میں اہم مسائل پر بات چیت اور فیصلے کیے جاتے ہیں۔
- سفارتکاری: ممالک کے درمیان بات چیت، مکالمے اور رسمی رابطوں کے ذریعے بین الاقوامی تعلقات کو منظم کرنا۔
- اتحاد: دو یا دو سے زیادہ ممالک کے درمیان ایک باضابطہ معاہدہ تاکہ دفاع، تجارت یا باہمی امداد جیسے امور پر تعاون کیا جا سکے۔
- خودمختاری: کسی ریاست کا یہ اختیار کہ وہ خودمختار طور پر حکمرانی کرے اور کسی بیرونی مداخلت کے بغیر فیصلے کرے۔
- دوطرفہ تعلقات: دو ممالک کے درمیان سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی تعاملات جو تعاون اور تنازعات کے حل پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں۔
- قومی سلامتی: کسی ملک کے شہریوں، علاقے اور مفادات کے بیرونی خطرات، بشمول فوجی، اقتصادی اور سائبر خطرات سے حفاظت۔
- اقتصادی راہداری: اقتصادی ترقی کو فروغ دینے کا منصوبہ جس میں تجارتی راستوں کا قیام اور بنیادی ڈھانچوں میں سرمایہ کاری شامل ہوتی ہے، جیسے کہ چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC)۔

حصہ سوم: پاکستان اور بین الاقوامی امور

باب ششم: پاکستان اور بین الاقوامی تنظیمیں

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اقوام متحدہ کی اہمیت، اس کے بنیادی ادارے اور ان کے مقاصد، عالمی امن کے قیام میں اس کا کردار، اور پاکستان کی اقوام متحدہ کے امن مشنز میں شمولیت، خاص طور پر قدرتی آفات اور دیگر عالمی بحرانوں میں اس کے کردار کا تجزیہ کر سکیں؛
- پاکستان کے دیگر ممالک کے ساتھ خارجہ تعلقات، خاص طور پر سارک ممالک، او آئی سی ممالک، برطانیہ اور دولت مشترکہ کے ممالک کے ساتھ تعلقات کا جائزہ لے سکیں اور مسلم دنیا کے مسائل کو اجاگر کرنے کے لیے پاکستان کی کوششوں کو سمجھ سکیں؛
- مسئلہ کشمیر، افغانستان اور فلسطین کے بحران کے حل کے لیے اقوام متحدہ کو درپیش مشکلات کا تجزیہ کر سکیں۔

اقوام متحدہ کی تنظیم (UNO)

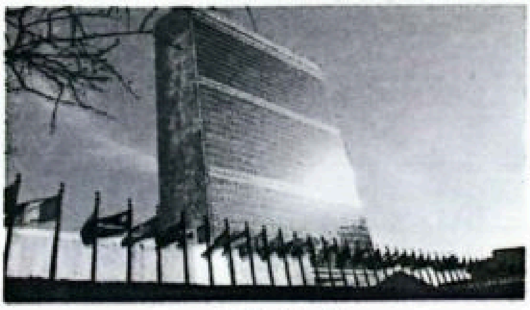
اقوام متحدہ کی عمارت

اقوام متحدہ کی تنظیم (UNO) خود مختار اور آزاد ریاستوں کا ایک عالمی ادارہ ہے جو 24 اکتوبر 1945 کو قائم ہوا۔ اس ادارے کا قیام دوسری جنگ عظیم کے بعد قیام امن کو برقرار رکھنے، قوموں کے درمیان تعاون کو فروغ دینے اور مزید جنگوں اور تباہی کو روکنے کے مقاصد کے تحت عمل میں آیا۔ ابتدا میں 51 ممالک نے اقوام متحدہ کے منشور پر دستخط کر کے اقوام متحدہ کی تشکیل کی۔ اقوام متحدہ کا ہیڈ کوارٹر نیویارک شہر میں ہے اور اس کے دیگر دفاتر نیروبی، جنیوا، ویانا اور ہیگ میں ہیں۔

اقوام متحدہ کی اہمیت

اقوام متحدہ (U N) دور حاضر کا ایک اہم ادارہ ہے جو تعاون، امن اور ترقی کے لیے عالمی عزم کا ترجمان ہے۔ اس کی اہمیت بین الاقوامی مکالمے کے فورم، اجتماعی عمل کے لیے ایک پلیٹ فارم اور بنیادی اقدار اور اصولوں کے محافظ کے طور پر مسلمہ ہے۔ اقوام متحدہ عالمی چیلنجز کا مقابلہ کرنے اور مختلف اقدامات کے ذریعے انسانیت کی فلاح کے لیے اہم کردار ادا کرتی ہے۔ حکومتیں بنیادی ڈھانچہ اور سہولتیں فراہم کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہیں تاہم محدود وسائل کی وجہ سے اس ذمہ داری کا زیادہ تر حصہ غیر سرکاری تنظیمیں یا این جی اوز اور اقوام متحدہ کی تنظیمیں ادا کرتی ہیں۔ ماضی میں کئی ترقی پذیر ممالک نے متعدد چیلنجز اور ترقی یافتہ ممالک کے ساتھ مقابلہ کرنے میں مشکلات کا سامنا کیا۔

بین الاقوامی تنظیمیں ترقی پذیر ممالک میں انفراسٹرکچر اور معیار زندگی کو بہتر بنانے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جسے اپنی تخلیق سے ہی بڑے چیلنجز کا سامنا رہا ہے۔ پاکستان نے اپنی معیشت کو بہتر بنانے اور انفراسٹرکچر کی تعمیر کے لیے بین الاقوامی تنظیموں سے خاطر خواہ قرضے اور امداد حاصل کی ہیں۔ پاکستان میں کام کرنے والی نمایاں تنظیموں میں پاکستان میں امریکی ادارہ برائے بین الاقوامی ترقی (USAID)، ورلڈ وائلڈ لائف فنڈ (WWF)، انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن (ILO)، ورلڈ بینک، فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن (FAO)، ایشیائی ترقیاتی بینک (ADB)، اقوام متحدہ کا بین الاقوامی چلڈرن ایمرجنسی فنڈ (UNICEF) اور اقوام متحدہ کا ترقیاتی پروگرام (UNDP) شامل ہیں۔

اقوام متحدہ کی تنظیم کے بنیادی مقاصد

اقوام متحدہ کے بنیادی اصول اور اہم مقاصد درج ذیل ہیں:

عالمی امن اور سلامتی کا قیام: اقوام متحدہ دنیا بھر کے لوگوں کی فلاح کے لیے بین الاقوامی اور دوستانہ تعاون کے ذریعے کام کرتا ہے۔

عالمی تعاون کو فروغ دینا: اس میں اقتصادی، سماجی اور ثقافتی ترقی کو فروغ دینا شامل ہے۔

بنیادی انسانی حقوق کا اعتراف: اقوام متحدہ عالمی سطح پر انسانی حقوق کے تحفظ اور پہچان پر زور دیتا ہے۔

حکومتوں کے درمیان اچھے تعلقات کا فروغ: یہ مساوی حقوق اور خود مختاری کے اصولوں کی بنیاد پر ہوتا ہے۔
قومی اقدامات کی ہم آہنگی: اقوام متحدہ عالمی سطح پر مشترکہ اہداف کے حصول کے لیے عالمی کوششوں کو ہم آہنگ کرنے کے لیے مرکز کا کام کرتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق اقوام متحدہ کا مقصد:
آنے والی نسلوں کو جنگ کی لعنت سے بچانے کے لیے،... بنیادی انسانی حقوق پر یقین کا اعادہ کرنے کے لیے،... ایسے حالات قائم کرنے کے لیے جن کے تحت معاہدوں اور بین الاقوامی قانون کے دیگر ذرائع سے پیدا ہونے والی ذمہ داریوں کے لیے انصاف اور احترام کو برقرار رکھا جاسکے اور وسیع تر آزادی میں سماجی ترقی اور زندگی کے بہتر معیارات کو فروغ دیا جائے۔

اقوام متحدہ کے اداروں کے اہم مقاصد اور کردار

اقوام متحدہ مختلف اہم اداروں پر مشتمل ہے۔ ہر ادارے کا ایک خاص کردار اور ذمہ داری ہے جس کا مقصد عالمی امن اور سلامتی کا تحفظ، پائیدار ترقی کو فروغ دینا، انسانی حقوق کا تحفظ اور قوموں کے درمیان تعاون کو بڑھانا ہے۔ ان اداروں کے افعال اور مقاصد کو سمجھنا اقوام متحدہ کے عالمی سطح پر کردار کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔

1. جنرل اسمبلی

جنرل اسمبلی اقوام متحدہ کا مرکزی مشاورتی اور پالیسی سازی کا ادارہ ہے جس میں تمام رکن ممالک کے نمائندے شامل ہیں۔ اس کے بنیادی مقاصد میں شامل ہیں:

مشاورت اور فیصلہ سازی: جنرل اسمبلی عالمی مسائل پر بحث، مذاکرات اور مکالمے کا ایک پلیٹ فارم فراہم کرتی ہے جیسے کہ امن وسلامتی، ترقی اور انسانی حقوق۔
قراردادوں اور اعلامیے کی منظوری: جنرل اسمبلی مشترکہ یا اکثریتی ووٹنگ کے ذریعے قراردادیں اور اعلامیے منظور کرتی ہے، جو اقوام متحدہ کی کارروائیوں اور پالیسیوں کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔
عالمی تعاون کو فروغ دینا: جنرل اسمبلی مسائل پر بات چیت اور تعاون کے ذریعے قوموں کے درمیان باہمی سمجھ بوجھ، یکجہتی اور مشترکہ چیلنجز کو حل کرنے میں تعاون کو فروغ دیتی ہے۔

2. سلامتی کونسل

سلامتی کونسل عالمی امن وسلامتی کو برقرار رکھنے کی ذمہ دار ہے، جس کا بنیادی مقصد تنازعات کو روکنا اور حل کرنا ہے۔ اس کے مقاصد میں شامل ہیں:
امن کی بحالی: سلامتی کونسل امن مشنز کی اجازت دیتی ہے اور تنازعات میں مداخلت کرتی ہے تاکہ استحکام بحال ہو، شہریوں کا تحفظ ہو اور بحالی امن کے عمل میں سہولت فراہم کی جائے۔

تنازعات کی روک تھام اور حل: سلامتی کونسل امن اور سلامتی کے لیے خطرات کا سامنا کر کے تنازعات کو بڑھنے سے روکتی ہے اور سفارتی ذرائع، پابندیوں یا

امن مشنوں کے ذریعے موجودہ تنازعات کو حل کرتی ہے۔

بین الاقوامی قانون کا نفاذ: سلامتی کونسل کے پاس پابندیاں عائد کرنے، امن برقرار رکھنے، قوموں کے درمیان تعاون کو فروغ دینے اور مزید جنگوں اور تباہی کو روکنے کا اختیار ہوتا ہے۔

3. معاشی اور سماجی کونسل (ECOSOC)

ECOSOC عالمی سطح پر اقتصادی اور سماجی ترقی کو فروغ دینے کے لیے بین الاقوامی کوششوں کا مرکزی پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ اس کے مقاصد میں شامل ہیں:

ترقیاتی منصوبہ بندی اور ہم آہنگی: ECOSOC غربت، عدم مساوات، اور موسمیاتی تبدیلی جیسے عالمی چیلنجز سے نمٹنے کے لیے حکومتوں، اقوام متحدہ کے اداروں اور دیگر شراکت داروں کے ساتھ مل کر ترقیاتی منصوبوں، حکمت عملیوں اور پروگراموں پر کام کرتا ہے۔

پالیسی تجزیہ اور جائزہ: ECOSOC معاشی اور سماجی رجحانات کا تجزیہ اور جائزہ لے کر رکن ممالک کو پائیدار ترقی کے مسائل پر رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

صلاحیت سازی اور تکنیکی معاونت: E C O S O C ترقی پذیر ممالک کو تکنیکی معاونت فراہم کرتا ہے تاکہ وہ پائیدار ترقی کے لیے ادارہ جاتی، انسانی اور انفراسٹرکچر کی صلاحیتوں کو مضبوط بنائیں۔

4. بین الاقوامی عدالت انصاف (ICJ)

بین الاقوامی عدالتِ انصاف اقوام متحدہ کا مرکزی عدالتی ادارہ ہے جس کا کام ریاستوں کے درمیان قانونی تنازعات کو حل کرنا اور قانونی سوالات پر مشاورتی آراء فراہم کرنا ہے۔ اس کے مقاصد میں شامل ہیں:

تنازعات کا فیصلہ: بین الاقوامی عدالتِ انصاف ریاستوں کے ذریعے بین الاقوامی قانون کے معاملات پر لائے گئے مقدمات سنتی ہے جن میں علاقائی تنازعات، معاہدوں کی تشریح اور ریاستی ذمہ داریاں شامل ہوتی ہیں۔

بین الاقوامی قانون کی تشریح: بین الاقوامی عدالتِ انصاف اپنے فیصلوں اور مشاورتی آراء کے ذریعے بین الاقوامی قانون کی تیاری اور وضاحت میں بھی حصہ لیتا ہے تاکہ ان کی مستقل عملداری قائم کی جاسکے۔

تنازعات کے پرامن حل کو فروغ دینا: بین الاقوامی عدالتِ انصاف ریاستوں کے درمیان تنازعات کو حل کرنے کے لیے ایک پرامن طریقہ فراہم کر کے عالمی امن اور سلامتی کے قیام میں اپنا کردار ادا کرتی ہے۔

5. سیکرٹریٹ

سیکرٹریٹ اقوام متحدہ کا انتظامی شعبہ ہے جو سیکرٹری جنرل کی قیادت میں تنظیم کے روزمرہ کے امور سرانجام دینے کا ذمہ دار ہے۔ اس کے مقاصد میں شامل ہیں:

سفارتی مذاکرات کی سہولت: سیکرٹریٹ رکن ریاستوں اور اقوام متحدہ کے اداروں کو سفارتی مذاکرات، کانفرنسوں اور اجلاسوں کے دوران لاجسٹک سپورٹ، معلومات اور ماہرین کی مدد فراہم کرتا ہے۔

اقوام متحدہ کے مینڈیٹ کا نفاذ: سیکرٹریٹ جنرل اسمبلی، سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ کے دیگر اداروں کی جانب سے کیے جانے والے فیصلوں اور قراردادوں کو نافذ کرتا ہے اور مختلف موضوعات پر پروگرامز اور منصوبوں کی نگرانی کرتا ہے۔

تعاون اور ہم آہنگی کو فروغ دینا: سیکرٹریٹ اقوام متحدہ کی ایجنسیوں، فنڈز، اور پروگرامز کے درمیان ہم آہنگی اور تعاون کو فروغ دیتا ہے تاکہ عالمی چیلنجز کے موثر جواب کو یقینی بنایا جا سکے۔ مثال کے طور پر اقوام متحدہ کی ماحولیاتی تبدیلی کے بارے میں کانفرنس (COP26) جس کی میزبانی سیکرٹریٹ نے کی حکومتوں، بین الاقوامی تنظیموں اور اسٹیک ہولڈرز کو ایک جگہ لاتی ہے تاکہ ماحولیاتی تبدیلی اور اس کے اثرات سے نمٹنے کے لیے معاہدے کیے جا سکیں۔

6. ٹرسٹی شپ کونسل

ٹرسٹی شپ کونسل کو ٹرسٹ علاقوں کی انتظامیہ کی نگرانی کرنے اور انہیں خود مختاری یا آزادی کی جانب منتقل کرنے کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ اس کا بنیادی کام مکمل ہونے کے بعد ٹرسٹی شپ کونسل نے 1994 سے اپنی کارروائیاں معطل کر رکھی ہیں۔ تاہم اگر ضرورت ہو تو یہ دوبارہ اجلاس منعقد کر سکتی ہے تاکہ ٹرسٹ کے تحت علاقوں سے متعلق باقی مسائل پر بات چیت کی جا سکے۔

پاکستان کا اقوام متحدہ (UN) اور اس کے بڑے اداروں کے ساتھ تعاون

پاکستان نے برطانوی حکمرانی سے آزادی کے تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد 30 ستمبر 1947 کو اقوام متحدہ میں شمولیت اختیار کی اور عالمی امور میں ایک فعال حیثیت کا ملک بن گیا جس نے اقوام متحدہ کے چارٹر کے اصولوں کو برقرار رکھنے کا عزم کیا۔ ان اصولوں میں امن، سلامتی اور ممالک کے درمیان تعاون کو فروغ دینا شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ پاکستان عالمی امن و سلامتی کے قیام، ترقی کو فروغ دینے، انسانی حقوق کی حمایت کرنے اور ممالک کے درمیان تعاون بڑھانے کے اقوام متحدہ کے مقاصد کو آگے بڑھانے میں بھی اہم کردار ادا کرتا رہا ہے۔ پاکستان کی اقوام متحدہ اور اس کے بڑے اداروں کے ساتھ شراکت عالمی مسائل کے حل کرنے میں تعاون کی مظہر ہے۔

1. جنرل اسمبلی میں شرکت

پاکستان نے 30 ستمبر 1947 کو اقوام متحدہ کا رکن بننے کے بعد سے جنرل اسمبلی میں فعال کردار ادا کیا ہے جہاں وہ عالمی مسائل پر بحث اور فیصلوں میں حصہ لیتا ہے۔ ایک فعال رکن کے طور پر پاکستان کو امن کی بحالی، جوہری عدم پھیلاؤ، دہشت گردی کے خلاف جنگ اور پائیدار ترقی جیسے امور پر اپنے نقطہ نظر اور ترجیحات پیش کرنے کا موقع ملتا ہے۔ پاکستان کے نمائندے ایسی پالیسیوں کے حق میں بات کرتے ہیں جو ملک کے قومی مفادات سے ہم آہنگ ہوں جبکہ عالمی سطح پر امن، استحکام اور ترقی کو فروغ دینے والی سرگرمیوں کی حمایت بھی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر پاکستان نے ہمیشہ جنرل اسمبلی میں مسئلہ کشمیر کو اٹھایا ہے اور اسے اقوام متحدہ کی قراردادوں اور کشمیری عوام کی خواہشات کے مطابق پرامن انداز میں حل کرنے کی اپیل کی ہے۔ ملک نے اقوام متحدہ کے امن مشن میں بھی فوجی اہلکار بھیجے ہیں جو امن عالم اور سلامتی کے لیے اس کی وابستگی کو ظاہر کرتے ہیں۔

2. سلامتی کونسل میں کردار

اگرچہ پاکستان سلامتی کونسل کا مستقل رکن نہیں ہے لیکن عالمی اور علاقائی سلامتی کے امور پر کونسل میں فعال کردار ادا کر تا رہا ہے۔ پاکستان نے سلامتی کونسل کے غیر مستقل رکن کے طور پر متعدد بار خدمات انجام دی ہیں۔ اس دوران پاکستان نے بحثوں میں حصہ لیا، فیصلے کرنے کے عمل میں تعاون کیا اور افغانستان، دہشت گردی اور جوہری عدم پھیلاؤ جیسے تنازعات کے پرامن حل کے لیے مؤقف اپنایا۔ پاکستان سیکیورٹی کونسل کے غیر مستقل رکن کے طور پر 1968-1969، 1976-1977، 1983-1984، 1993-1994 اور 2012-2013 کے دوران خدمات انجام دے چکا ہے۔ مزید بر آں پاکستان نے سابقہ افغان حکومت اور طالبان کے درمیان امن مذاکرات کی سہولت فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کیا جو خطے میں استحکام اور مفاہمت کے لیے پاکستان کی کوششوں کا مظہر ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان نے سلامتی کونسل میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کے اثرات پر اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے۔

3. اقتصادی اور سماجی کونسل (ECOSOC) میں شرکت

پاکستان داخلی اور بین الاقوامی اقتصادی، سماجی اور ترقیاتی چیلنجز سے نمٹنے کے لیے اقتصادی اور سماجی کونسل میں بھی اپنا کردار ادا کر تا رہا ہے۔ پاکستان اقتصادی اور سماجی کونسل کے اجلاسوں میں شرکت کرتا ہے، پالیسی پر بات چیت میں حصہ لیتا ہے اور پائیدار ترقی کے اہداف کو فروغ دینے کے لیے دیگر رکن ریاستوں، اقوام متحدہ کی ایجنسیوں اور سول سوسائٹی تنظیموں کے ساتھ تعاون کرتا ہے۔ پاکستان کی اقتصادی اور سماجی کونسل میں شرکت دوسروں کو اپنے تجربات میں شریک کرنے اور ترقیاتی منصوبوں کے لیے وسائل اکٹھا کرنے کی سہولت فراہم کرتی ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان پائیدار ترقی کے اہداف (SDGs) خاص طور پر غربت کے خاتمے، تعلیم، صحت کی دیکھ بھال اور صنفی مساوات جیسے شعبوں کے لیے اقتصادی اور سماجی کونسل کی کوششوں میں اپنا کردار ادا کرتا رہا ہے۔ ملک نے SDGs کے ساتھ ہم آہنگ قومی حکمت عملیوں اور منصوبوں کو نافذ کیا ہے جو اس کی پائیدار ترقی کے لیے وابستگی کا عکاس ہے۔

4. اقوام متحدہ کی ایجنسیوں اور پروگراموں کے ساتھ تعاون

پاکستان اقوام متحدہ کی مختلف ایجنسیوں اور پروگراموں کے ساتھ ترقی کے چیلنجز سے نمٹنے، انسانی امداد فراہم کرنے اور انسانی حقوق کو فروغ دینے کے لیے تعاون کرتا ہے۔ پاکستان صحت، تعلیم اور غذائی تحفظ کے اہم مسائل پر اقوام متحدہ کی ایجنسیوں کے ساتھ قریبی تعاون کرتا ہے، جیسے کہ عالمی ادارہ صحت (WHO)، اقوام متحدہ کا ترقیاتی پروگرام (UNDP) اور اقوام متحدہ کے پناہ گزینوں کے ہائی کمشنر (UNHCR)۔ پاکستان نے بچوں کے لیے تعلیم اور صحت کی دیکھ بھال کی رسائی کو بہتر بنانے کے لیے یونیسیف (UNICEF) کے ساتھ بار بار شراکت داری کی ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان نے قدرتی آفات اور تنازعات سے متاثرہ آبادیوں کو ایمرجنسی امداد فراہم کرنے کے لیے ورلڈ فوڈ پروگرام (WFP) کے ساتھ بھی کام کیا ہے۔

پاکستان کا اقوام متحدہ میں عالمی امن کی بحالی اور قدرتی آفات کی بحالی میں تعاون

پاکستان اقوام متحدہ (UN) کے امن مشن اور انسانیت کی مدد کی کوششوں خاص طور پر قدرتی آفات کے دوران ایک اہم شراکت دار رہا ہے۔ اپنی فوج، فلاحی اداروں اور سول سوسائٹی تنظیموں کے ذریعے پاکستان نے اقوام متحدہ کی سرپرستی میں امن عالم، سلامتی اور انسانیت کی امداد کو فروغ دینے میں ایک فعال کردار ادا کیا ہے۔

اقوام متحدہ کے امن مشن، آفات سے بحالی کی کوششیں اور صحت کی دیکھ بھال کے اقدامات پاکستان کی اہم کامیابیوں کی مثالیں ہیں۔

i. امن مشن اور آفات سے بحالی

پاکستان نے اقوام متحدہ کے امن آپریشنز کے ساتھ طویل المدتی وابستگی قائم رکھی ہے اور دنیا بھر میں متنازعہ علاقوں اور جنگ کے بعد کے ماحول میں فوجی اہلکار، پولیس افسران اور ماہرین کو تعینات کیا ہے۔ پاکستانی امن فوجیوں نے مختلف کردار ادا کیے جن میں نفاذ امن، تنازعات کا حل اور انسانیت کی امداد شامل ہیں جو متنازعہ ممالک میں استحکام اور تعمیر نو کی کوششوں میں مددگار ثابت ہوئے ہیں۔ پاکستان اقوام متحدہ کے مختلف امن مشن میں سب سے زیادہ فوجی اہلکار اور عملہ فراہم کرنے والے ممالک میں شامل ہے جس میں کانگو، سیرالیون، لائبیریا اور ہیٹی جیسے ممالک میں تعیناتیاں شامل ہیں۔ پاکستانی امن فوجیوں کو اپنی پیشہ ورانہ مہارت، لگن اور پُرخطر ماحول میں امن واستحکام کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرنے پر ہمیشہ سراہا گیا ہے۔

ii. اقوام متحدہ کی قیادت میں امداد اور انسانیت کی مدد

پاکستان نے اقوام متحدہ کی قیادت میں آفات کی بحالی اور انسانیت کی مدد کی کوششوں میں بھرپور شرکت کی ہے۔ اپریل 2015 میں نیپال میں خوفناک زلزلے کے بعد پاکستان نے فوراً اپنی فوج اور امدادی ایجنسیوں کو متحرک کیا تاکہ متاثرہ کمیونٹیز کو تلاش اور بچاؤ کی ٹیمیں، طبی سامان اور امدادی امداد فراہم کی جاسکے۔ پاکستانی امدادی کوششوں کو متاثرہ آبادی کی فوری ضروریات کو پورا کرنے میں اپنی مؤثر اور بروقت کارروائیوں کے لیے عالمی سطح پر سراہا گیا۔

iii. قدرتی آفات

پاکستان نے انسانیت کی مدد کے لیے ہمیشہ کوشش کی ہے۔ خصوصاً زلزلے، سیلاب اور سونامی جیسی قدرتی آفات سے مقابلے کے لیے پاکستان ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ جنوری 2010 میں ہیٹی میں تباہ کن زلزلے کے بعد پاکستان نے ڈاکٹروں، نرسوں اور پیرامیڈیکس پر مشتمل ایک طبی دستہ روانہ کیا تاکہ زلزلے کے متاثرین کو ایمرجنسی طبی دیکھ بھال، جراحی میں مدد اور دیگر امداد فراہم کی جاسکے۔ پاکستانی طبی ٹیموں نے فیلڈ اسپتال چلائے، آپریشن کیے اور ہزاروں مریضوں کا علاج کیا جو پاکستان کی انسانیت کی مدد کے لیے عزم کا اظہار ہے۔ پاکستان نے دنیا بھر کے ممالک میں سیلاب اور دیگر قدرتی آفات کے دوران انسانیت کی مدد اور بحالی کے کاموں میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ مئی 2017 میں سری لنکا میں تباہ کن سیلاب کے بعد پاکستان نے ایک امدادی مشن بھیجا جس میں امدادی سامان، غذائی پیکیجز اور ایمرجنسی طبی امداد شامل تھی تاکہ سیلاب سے متاثرہ لوگوں کی مدد کی جاسکے۔ پاکستانی امدادی کوششوں نے تکلیف کو کم کرنے اور سری لنکا میں بحران کے دوران مشکل کی شکار آبادیوں کو معاونت فراہم کرنے میں مدد کی۔

iv. طبی امداد اور صحت کی دیکھ بھال کے اقدامات

پاکستان نے عالمی صحت کے اقدامات میں بھی حصہ لیا ہے اور صحت کے مسائل اور وبائی امراض کا سامنا کرنے والے ممالک کو طبی امداد فراہم کی ہے۔ 2014 میں مغربی افریقہ میں ایبولا وائرس کے پھیلاؤ کے دوران پاکستان نے متاثرہ ممالک میں طبی ٹیمیں اور سامان بھیجا تاکہ وائرس کے پھیلاؤ کو روکا جاسکے اور متاثرہ افراد کا علاج کیا جاسکے۔ پاکستانی ہیلتھ کیئر کارکنوں نے ایبولا کے مریضوں کا علاج فراہم کرنے، مقامی صحت کے عملے کو تربیت دینے اور احتیاطی تدابیر کے بارے میں آگاہی بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔

v. حالیہ تعاون (۲۰۲۰-۲۰۲۴)

حالیہ برسوں میں پاکستان اقوام متحدہ کے امن مشن میں فعال کردار ادا کرتا رہا ہے جس نے جنوبی سوڈان اور وسطی افریقی ممالک جیسے متنازعہ علاقوں میں آپریشن کے لیے فوجی اہلکار اور وسائل فراہم کیے۔ پاکستان کے امن فوجیوں نے مقامی حکام اور کمیونٹیز کی مدد میں اہم کردار ادا کیا اور استحکام اور امن کے قیام کی کوششوں میں مدد کی۔ کووڈ- 19 کی وبا کے دوران پاکستان نے اپنے صحت کے پیشہ ور افراد اور وسائل کو ضرورت مند ممالک کی مدد کے لیے متحرک کیا اور وائرس کے پھیلاؤ کو روکنے اور اس کے اثرات کو کم کرنے کے لیے طبی سامان، ویکسین اور مہارت فراہم کی۔ پاکستانی طبی ٹیموں نے اقوام متحدہ کے زیر اہتمام ویکسین تقسیم کرنے اور وبا سے متاثرہ علاقوں میں صحت کی دیکھ بھال کی معاونت فراہم کرنے کی کوششوں میں حصہ لیا جو عالمی صحت کے بحران میں یکجہتی اور بین الاقوامی تعاون کو ظاہر کرتا ہے۔ آفات کی بحالی اور انسانیت کی مدد میں پاکستان کی وابستگی مستحکم رہی اور قدرتی آفات جیسے ترکی میں زلزلے اور بنگلہ دیش میں سیلاب کے متاثرہ ممالک میں امدادی ٹیموں کی تعیناتی کی گئی۔ پاکستانی انسانیت کی مدد کی کوششوں نے ضروری امداد، بشمول خوراک اور طبی امداد فراہم کی جس سے اس کے عالمی انسانیت کی مدد کی کوششوں میں ایک قابل اعتماد شراکت دار کے طور پر کردار کی تصدیق ہوئی۔

vi. چیلنجز اور ترقی کے امکانات

اگرچہ پاکستان اقوام متحدہ کے امن کی بحالی، انسانیت کی امداد فراہم کرنے اور دنیا بھر میں بحرانوں سے متاثرہ کمیونٹیز میں امدادی سرگرمیوں کے مینڈیٹ کو پورا کرنے کے لیے پُرعزم ہے تاہم اسے عالمی امن، سلامتی اور ترقی میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے مکمل طور پر اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں چیلنجز کا سامنا ہے۔ ان چیلنجز میں داخلی تنازعات، علاقائی تناؤ، معاشی تفریق اور حکومتی مسائل شامل ہیں۔ تاہم پاکستان کو اپنی سفارتی طاقت کا فائدہ اٹھا کر دوسرے رکن ممالک کے ساتھ شراکت داری کو مضبوط کرکے اور اپنی پالیسیوں کو بین الاقوامی اصولوں اور عزائم سے ہم آہنگ کرتے ہوئے اقوام متحدہ میں اپنے کردار کو فروغ دینے کے مواقع بھی حاصل ہیں۔

سارک ممالک کے درمیان مثبت تعلقات میں پاکستان کا قیام میں کردار

جنوبی ایشیائی علاقائی تعاون کی تنظیم سارک 8 دسمبر 1985 کو سات جنوبی ایشیائی ممالک کی حکومتوں: بنگلہ دیش، بھوٹان، بھارت، مالدیپ، نیپال، پاکستان اور سری لنکا کے تعاون سے قائم کی گئی تھی۔ پاکستان بانی رکن کی حیثیت سے سارک کی سرگرمیوں اور منصوبوں میں بھرپور حصہ لیتا رہا ہے جن کا مقصد رکن ممالک کے درمیان علاقائی تعاون، اقتصادی انضمام اور باہمی سمجھ بوجھ کو فروغ دینا ہے۔ جنوبی ایشیا کے قلب میں واقع پاکستان سارک میں اپنی سرگرمیوں کے ذریعے مثبت تعلقات کے قیام میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ تاریخی چیلنجز اور وقتی تناؤ کے باوجود پاکستان نے سارک کے رکن ممالک کے درمیان مسلسل تعاون، مکالمے اور باہمی سمجھ بوجھ کو فروغ دینے کی کوشش کی ہے۔

پاکستان کی کوششیں، اہم اقدامات اور شراکت داری

پاکستان نے میزبان کے طور پر سارک کے درج ذیل اجلاس منعقد کیے:

چوتھا سارک سربراہی اجلاس (1988): اسلام آباد میں منعقد ہونے والے اس سربراہی اجلاس نے جنوبی ایشیائی ممالک کے درمیان علاقائی تعاون کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

بارھواں سارک سربراہی اجلاس (2004): یہ اجلاس بھی اسلام آباد میں منعقد ہوا جس کا مقصد علاقائی روابط اور اقتصادی تعاون کو بڑھانا تھا۔ اس سربراہی اجلاس نے سارک ممالک کے رہنماؤں کے لیے مکالمے کو فروغ دینے، خیالات کے تبادلے اور مشترکہ مفادات جیسے تجارت، سلامتی اور ترقی کے امور پر تعاون کے مواقع فراہم کیے۔

i۔ سفارتی اقدامات

الف) کشمیر کا مسئلہ جنوبی ایشیا کا ایک اہم تنازعہ ہے جو علاقائی امن و سلامتی پر اثرانداز ہوتا ہے۔ سارک سربراہی اجلاس اس پیچیدہ مسئلے پر بات چیت کرنے کے لیے ایک پلیٹ فارم فراہم کرتے ہیں۔

ب) یہ سربراہی اجلاس پاکستان اور بھارت کے رہنماؤں کو ڈائیلاگ کے فروغ کے مواقع فراہم کرتے ہیں جس سے کشمیر میں تناؤ کو کم کرنے کے لیے بات چیت اور اعتماد سازی کے اقدامات کی سہولت ملتی ہے۔

ج) یہ بات چیت کشمیر میں تنازعے کے انسانیت پر اثرات پر بھی مرکوز ہو سکتی ہے اور متاثرہ لوگوں کو امداد فراہم کرنے اور تعاون کے فروغ پر زور دیا جاسکتا ہے۔

یہ اور ایسے ہی دیگر مواقع فراہم کر کے سارک سربراہی اجلاس علاقائی تعاون کو فروغ دینے، مشترکہ چیلنجز کا حل نکالنے اور کشمیر جیسے متنازعہ علاقوں میں تناؤ کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ii۔ اقتصادی تعاون اور تجارت

اقتصادی تعاون پاکستان کی کوششوں کا ایک اہم جزو ہے جس کا مقصد جنوبی ایشیائی ممالک کے باہمی تعلقات کو مضبوط بنانا ہے۔ پاکستان سارک رکن ممالک کے درمیان تجارت، سرمایہ کاری اور اقتصادی تعاون کو بڑھانے کے لیے مختلف منصوبوں میں بھرپور حصہ لیتا ہے۔ اقتصادی تعاون کو فروغ دے کر پاکستان ایسی باہمی شراکت داریاں قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے جو علاقے میں مشترکہ خوشحالی اور استحکام میں مددگار ثابت ہوں۔ پاکستان نے جنوبی ایشیائی آزاد تجارت کے معاہدے (SAFTA) پر دستخط کیے ہیں جو 2006 میں نافذ ہوا۔ SAFTA کا مقصد سارک ممالک کے درمیان آزاد تجارت کو فروغ دینا اور محصولات سمیت دیگر رکاوٹوں کو کم کرنا ہے تاکہ خطے میں بہتر اقتصادی انضمام اور تعاون کو فروغ مل سکے۔

iii۔ سرحد پار رابطہ اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی

پاکستان سرحد پار رابطوں اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے تاکہ علاقائی انضمام اور تعاون کو فروغ دیا جاسکے۔ پاکستان سارک رکن ممالک کے درمیان نقل و حمل، توانائی اور مواصلات کے روابط کو بہتر بنانے کے لیے مختلف منصوبوں میں حصہ لیتا ہے۔ بہتر رابطے تجارت، سیاحت اور عوامی رابطوں کو آسان بناتے ہیں جو جنوبی ایشیا میں مضبوط تعلقات کی بنیاد رکھتے ہیں۔ 2019 میں شروع ہونے والا کرتارپور راہداری منصوبہ پاکستان کے سرحد پار رابطوں اور بھارت کے ساتھ عوامی رابطوں کو فروغ دینے کی کوششوں کی ایک بہترین مثال ہے۔ یہ راہداری بھارت کے سکھ یاتریوں کو کرتارپور میں گردوارہ دربار صاحب تک ویزا فری رسائی فراہم کرتی ہے جس سے مذہبی سیاحت کو فروغ حاصل ہوتا ہے اور دونوں ممالک کے درمیان تعلقات میں بہتری کا امکان پیدا ہوتا ہے۔

iv۔ ثقافتی تبادلے اور عوامی رابطے

ثقافتی تبادلے اور عوامی رابطے سارک ممالک کے درمیان سمجھ بوجھ اور خیر سگالی پر مبنی تعلقات کے لیے اہم ہیں۔ پاکستان ثقافتی سفارتکاری کو فروغ دینے کے لیے تہواروں، نمائشوں اور تعلیمی تبادلوں کے ذریعے جنوبی ایشیا کے شاندار ورثے اور تنوع کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ اقدامات خطے کے عوام میں باہمی احترام اور یکجہتی کو فروغ دیتے ہیں۔ 2009 میں کولمبو میں قائم ہونے والا سارک ثقافتی مرکز رکن ممالک کے درمیان ثقافتی تعاون کو فروغ دیتا ہے۔ پاکستان اس مرکز کی تقریبات میں بھرپور حصہ لیتا ہے، جو جنوبی ایشیا میں ثقافتی تفہیم اور ہم آہنگی میں اضافے کا باعث ہیں۔

اس صدی کے ابتدائی برسوں کے دوران عوامی رابطوں کو بڑھانے اور سارک ممالک کے درمیان سفارتکاری کو فروغ دینے کے لیے کئی اقدامات کیے گئے۔ ان اقدامات کا مقصد باہمی سمجھ بوجھ، ثقافتی تبادلے اور علاقائی تعاون کو فروغ دینا تھا۔ ان میں شامل اہم اقدامات درج ذیل ہیں:

ویزا کی آسانی: حکومت نے پاکستان اور سارک ممالک کے درمیان سفر کو آسان بنانے کے لیے ویزا کی پابندیوں کو نرم کرنے کی کوشش کی۔ اس اقدام کا مقصد سیاحت، کاروباری تبادلوں اور ثقافتی دوروں کو فروغ دینا تھا تاکہ باہمی سمجھ بوجھ اور حسن سلوک میں اضافہ ہو سکے۔ مثال کے طور پر 2005 میں پاکستان-بھارت ویزا معاہدے نے دونوں ممالک کے شہریوں کے لیے سفر کے طریقہ کار کو سادہ بنایا۔

ثقافتی تبادلے: ثقافتی تبادلے کے متعدد پروگرام شروع کیے گئے تاکہ سارک ممالک کے درمیان فنون، موسیقی، ادب اور ورثے کا تبادلہ کیا جا سکے۔ ان پروگرامز میں ثقافتی تہوار، نمائشیں اور فنکاروں کے تبادلے شامل تھے۔

تعلیمی تعاون: تعلیمی تعاون کو فروغ دینے کے لیے اقدامات کیے گئے جن میں طالب علموں کے تبادلے کے پروگرام، تعلیمی شراکت داری اور اسکالرشپس شامل تھیں۔ اس سے سارک ممالک کے طلبہ کو پاکستان میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا اس کی ایک قابل ذکر مثال اعلیٰ تعلیمی کمیشن پاکستان کی جانب سے سارک ممالک کے طلبہ کو سکالرشپ کا اجراء ہے۔

کھیلوں کی سفارتکاری: کھیلوں کے پروگرامز اور ٹورنامنٹس کا اہتمام کیا گیا تاکہ سارک ممالک کے کھلاڑیوں کو اکٹھا کیا جا سکے۔ ان پروگرامز نے علاقے کے نوجوانوں میں ہم آہنگی اور حسن سلوک کو فروغ دیا۔ مثال کے طور پر پاکستان اور بھارت کے درمیان باقاعدہ کرکٹ سیریز نے سیاسی کشیدگی کے دوران سفارتی رابطے کا کام کیا۔

میڈیا اور مواصلات: حکومت نے میڈیا کے تعاون اور تبادلوں کو فروغ دیا تاکہ ایک دوسرے کی ثقافتوں اور نقطہ نظر کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔ صحافیوں کے تبادلے اور مشترکہ رپورٹنگ جیسے اقدامات کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

کاروبار اور تجارتی فورمز: کاروباری فورمز اور تجارتی وفود کا اہتمام اقتصادی تعاون کو بڑھانے اور کاروباری افراد کے درمیان تعلقات کو مستحکم کرنے کے لیے کیا گیا۔ ان فورمز نے کاروباری افراد اور رہنماؤں کو ایک دوسرے سے بات چیت کرنے، تعاون کرنے اور مشترکہ کاروباری مفادات پر کام کرنے کے مواقع فراہم کیے۔ سارک چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری (SAARC CCI) کے اجلاسوں میں پاکستانی شرکت اکثر نمایاں رہی۔

نوجوانوں کے پروگرام: نوجوانوں کے پروگرام جیسے نوجوانوں کی کانفرنسوں، قیادت کے کیمپوں اور تبادلے کے پروگراموں کو فروغ دیا گیا تاکہ سارک

ممالک کے نوجوان ایک دوسرے سے جڑیں، تبادلہ خیالات کریں اور مشترکہ چیلنجز پر مل کر کام کریں۔ جنوبی ایشیائی یوتھ کانفرنس (SAYC) میں پاکستانی نوجوان بھرپور شرکت کرتے رہے۔

سیاحت کا فروغ: علاقائی سیاحت کو فروغ دینے کے لیے سارک ممالک کے ثقافتی اور سیاحتی مقامات کو اجاگر کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ مشترکہ سیاحتی اقدامات اور علاقائی سفر پیکیجز متعارف کرائے گئے تاکہ اندرون خطہ سفر کو فروغ دیا جاسکے۔ پاکستان ٹورزم ڈویلپمنٹ کارپوریشن (PTDC) کی پروموشنل کیمپینز جیسے اقدامات ہمسایہ سارک ممالک سے سیاحوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں بہت حد تک کامیاب رہے۔

7۔ تنازعات کا حل اور امن کا قیام

پاکستان جنوبی ایشیا میں امن، استحکام اور سلامتی کو فروغ دینے کے لیے تنازعات کے حل اور قیام امن کی کوششوں میں پُرعزم ہے۔ ملک اس نوعیت کی سرگرمیوں کی بھرپور حمایت کرتا ہے جو تنازعات کے حل، سلامتی کے چیلنجز سے نمٹنے اور سارک رکن ممالک کے درمیان مکالمہ اور مفاہمت کو فروغ دینے کے لیے کی جاتی ہیں۔ امن کے لیے سازگار ماحول پیدا کرنے کے ذریعے پاکستان خطے میں تعاون اور اشتراک کے مواقع پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پاکستان نے افغان حکومت اور طالبان کے درمیان امن بات چیت کی سہولت فراہم کرنے میں تعمیری کردار ادا کیا ہے جو افغانستان میں تنازعے کے پرامن حل کے لیے کی جانے والی کوششوں کا حصہ ہے۔ افغانستان کے امن عمل میں پاکستان کی شمولیت اس کے جنوبی ایشیا میں علاقائی استحکام اور سلامتی کے لیے عزم کو اجاگر کرتی ہے۔

پاکستان کا او آئی سی کے ذریعے مسلم دنیا میں مسائل کے حل میں کردار

تنظیم تعاون اسلامی (OIC) 25 ستمبر 1969 کو قائم کی گئی تھی۔ یہ تنظیم یروشلم میں مسجد الاقصیٰ پر آتشزنی کے حملے کے بعد قائم ہوئی جس کے نتیجے میں مراکش کے شہر رباط میں ایک سربراہی اجلاس منعقد کیا گیا جہاں او آئی سی کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ او آئی سی کا قیام رکن ممالک کے درمیان یکجہتی اور تعاون کو فروغ دینے کے لیے کیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلم دنیا کے مفادات کا تحفظ کرنا بھی اس کے مقاصد میں شامل تھا۔ پاکستان 1969 میں رباط سربراہی اجلاس کے دوران تنظیم تعاون اسلامی (OIC) کا رکن بنا تھا۔ اس کے بعد سے پاکستان نے او آئی سی کی سرگرمیوں اور منصوبوں میں بھرپور حصہ لیا ہے جو مسلم دنیا کے سیاسی، اقتصادی، اور سماجی چیلنجز کو حل کرنے کی کوششیں ہیں۔ پاکستان او آئی سی کے اہم رکن کی حیثیت سے مسلم دنیا کو درپیش مختلف چیلنجز کو حل کرنے میں اہم کردار ادا کرتا رہا ہے۔ او آئی سی میں سفارتی کوششوں کے ذریعے پاکستان نے مسلم اکثریتی ممالک کو متاثر کرنے والے مسائل کے حل کے لیے یکجہتی کو فروغ دیا ہے اور مسلم دنیا کے مسائل کے حل کے لیے اہم اقدامات کیے ہیں۔

1۔ فلسطینی حقوق کی حمایت

مسلم دنیا کا ایک اہم مسئلہ فلسطینی-اسرائیلی تنازعہ ہے۔ پاکستان او آئی سی کے اندر فلسطینی حقوق کے لیے بھرپور طریقے سے حمایت کرتا رہا ہے۔ پاکستان فلسطینی-اسرائیلی تنازعہ کے منصفانہ حل کی حمایت کرتا ہے جو بین الاقوامی قانون اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کی بنیاد پر ہو۔ پاکستان کا 1974 کے اسلامی سربراہی اجلاس میں "لاہور اعلامیہ" کی منظوری میں اہم کردار اس کی اس مسئلے پر پختہ وابستگی کو ظاہر کرتا ہے۔ اس اعلامیے نے فلسطینی خود مختاری کی حمایت کی اور اسرائیلی قبضے اور جارحیت کی مذمت کی گئی۔

اکتوبر 2023 میں غزہ میں فلسطینیوں کے بے گناہ قتل عام اور تشدد کی نئی لہر کے بعد پاکستان نے گہری تشویش کا اظہار کیا اور یہ نشاندہی کی کہ جاری تشدد غیر قانونی ریاست اسرائیل کے غیر قانونی قبضے، جارحیت اور بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کا براہ راست نتیجہ ہے۔ پاکستان کا سرکاری موقف اس بات سے ہم آہنگ ہے کہ اسرائیل کو ایک ریاست کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ دہائیوں سے پاکستان نے ایک آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کی بات کی ہے جس کا دارالحکومت یروشلم ہو۔

2۔ مسئلہ کشمیر کی حمایت

پاکستان نے او آئی سی میں کشمیر کے مسئلے کو بھرپور انداز میں اٹھایا ہے اور کشمیری عوام کے حقوق کے لیے سفارتی حمایت طلب کی ہے۔ پاکستان تنازعہ کشمیر کے پرامن حل کی ضرورت پر زور دیتا ہے جو اقوام متحدہ کی قراردادوں اور کشمیری عوام کی خواہشات کے مطابق ہو۔ 2020 میں نیامے، نائیجر میں او آئی سی کے وزرائے خارجہ کونسل کے سینتالیسویں اجلاس میں پاکستان کے وزیر خارجہ نے کشمیر کے مسئلے کو عالمی فورمز بشمول او آئی سی پر اٹھانے کے عزم کا اعادہ کیا اور تنازعے کے منصفانہ اور پرامن حل کی کوششوں کو جاری رکھنے کی بات کی۔

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل (UNSC) کشمیر کے تنازعے پر غور کرتی ہے اور اس پر 1947 سے اب تک 16 قراردادیں منظور کر چکی ہے۔ اگست 2019 میں بھارت کے آرٹیکل 370 اور آرٹیکل 35 (اے) کو منسوخ کرنے کے بعد جس سے جموں و کشمیر کی خود مختار حیثیت ختم ہو گئی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی مداخلت اور بھارت اور پاکستان میں اقوام متحدہ کے فوجی نگران گروپ (UNMOGIP) کا کردار اس مسئلے کی جاری اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ نگران گروپ جموں و کشمیر میں جنگ بندی کی خلاف ورزیوں کی نگرانی کرتا ہے اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ سلامتی کونسل کو صورتحال سے باخبر رکھا جائے۔ یہ سرگرمیاں اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ کشمیر کے تنازعے پر سلامتی کونسل کی مسلسل توجہ جاری ہے اور اس کے غیر متعلق ہونے کے تاثر کو مسترد کرتی ہیں۔

بھارت کی طرف سے کشمیر کی خود مختار حیثیت کو یکطرفہ طور پر منسوخ کرنے کے سنگین اثرات مرتب ہوئے ہیں جو خصوصاً جموں و کشمیر میں بسنے والے کشمیریوں پر پڑے ہیں۔ اس سے علاقے میں حکومتی، سیکیورٹی اور سیاسی اقدامات میں تبدیلیاں آئی ہیں۔ کشمیریوں نے فوجی موجودگی میں اضافے، نقل و حرکت پر پابندیوں، مواصلاتی بلیک آؤٹ اور اپنے سیاسی اور ثقافتی حقوق کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا ہے۔ اس منسوخی نے بھارت کی فاشسٹ حکومت کی جانب سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور کشمیر کے بین الاقوامی قانون کے تحت حیثیت کے بارے میں بین الاقوامی تشویش میں بھی اضافہ کیا ہے۔

3۔ دہشت گردی کے خلاف تعاون

پاکستان او آئی سی کے رکن ممالک کے درمیان تعاون کو فروغ دینے میں بھرپور کردار ادا کر تا رہا ہے تاکہ دہشت گردی اور انتہا پسندی کا مقابلہ کیا جا سکے۔ دہشت گردی کے ذریعہ پیدا ہونے والے مشترکہ خطرے کے مدنظر پاکستان نے دہشت گردی کی جڑوں کے خاتمے کے لیے مشترکہ کوششوں کی ہمیشہ حمایت کی ہے اور انٹیلی جنس کے تبادلے کو بڑھانے اور دہشت گردی کے خلاف اقدامات کو مضبوط بنانے کا مطالبہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں پاکستان نے کچھ اہم فوجی آپریشنز کیے ہیں جن میں آپریشن اینڈورنگ فریڈم (2001-2002) آپریشن المیزان (2002-2006) آپریشن زلزل (2008) آپریشن شیر دل، راہِ حق اور راہِ راست (2007-2009) اور آپریشن راہِ نجات (2009-2010) شامل ہیں۔ تاہم ان فوجی آپریشنز کا پاکستان کی سیکیورٹی پر ایک گہرا اثر ہوا اور اس دوران متعدد دہشت گردی کے واقعات پیش آئے۔ پاکستان نے او آئی سی کے اجلاسوں اور کانفرنسوں میں مؤثر طور پر حصہ لیا ہے جو دہشت

گردی کے خلاف تعاون پر مرکوز تھے جن میں 2017 میں اسلام آباد میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے لیے ترقیاتی او آئی سی سربراہی اجلاس شامل ہے۔پاکستان نے اس بات پر زور دیا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں سائنس اور ٹیکنالوجی کو استعمال کرنے کی اہمیت کو تسلیم کیا جائے۔

4۔انسانیت کے لیے امدادی کوششیں

پاکستان نے او آئی سی کے پلیٹ فارم کے ذریعے مسلم دنیا میں انسانیت کی مدد اور امدادی کوششوں میں حصہ لیا ہے۔پاکستان نے قدرتی آفات، تنازعات اور انسانی بحرانوں کا سامنا کرنے والے او آئی سی کے رکن ممالک کو امداد فراہم کی ہے جس میں خوراک، طبی امداد اور امدادی سامان کی فراہمی شامل ہے۔ 2021 میں پاکستان نے بنگلہ دیش میں روہنگیا پناہ گزینوں کو او آئی سی کے انسانیت کی مدد پروگرام کے ذریعے امدادی سامان بھیجا۔

5۔بین المذاہب مکالمہ اور رواداری کو فروغ دینا

پاکستان او آئی سی کے ذریعے مسلم دنیا میں بین المذاہب مکالمے، مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کے فروغ کا حامی ہے۔پاکستان نے اسلام آباد میں 2019 میں بین المذاہب مکالمے پر ایک عالمی سیرۃ کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں علماء، مذہبی رہنما اور پالیسی سازوں نے امن، ہم آہنگی اور باہمی احترام کے فروغ کے طریقوں پر تبادلہ خیال کیا۔

پاکستان کے برطانیہ اور دولت مشترکہ کے ممالک کے ساتھ تعلقات

پاکستان برطانیہ اور دیگر دولت مشترکہ کے ممالک کے ساتھ تاریخی، ثقافتی اور سفارتی تعلقات رکھتا ہے جو ان کے مشترکہ نو آبادیاتی ماضی اور دولتِ مشترکہ کی رکنیت کی بنیاد پر قائم ہیں۔وقت کے ساتھ ساتھ ان تعلقات میں تبدیلی آئی ہے۔ان میں تجارت، دفاع، تعلیم اور ثقافتی تبادلوں جیسے مختلف شعبوں میں تعاون شامل ہے۔یہاں پاکستان کے برطانیہ اور دولت مشترکہ کے ممالک کے ساتھ تعلقات کا جائزہ لیا گیا ہے اور اہم ترقیاتی شراکت داریوں اور اقدامات کو اجاگر کیا گیا ہے۔

الف) تاریخی سیاق وسباق

پاکستان کا برطانیہ کے ساتھ تعلق 1947 میں آزادی کے بعد شروع ہوا۔ایک سابقہ برطانوی کالونی کے طور پر پاکستان نے برطانوی حکمرانی سے اپنے انتظامی، قانونی اور تعلیمی نظاموں کے کئی پہلو ورثے میں حاصل کیے۔دونوں ممالک کے تعلقات تاریخی روابط، تارکین وطن کی کمیونٹیز، اور تجارت، دفاع اور تعلیم جیسے شعبوں میں مشترکہ مفادات سے متاثر ہوئے ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت میں آل انڈیا مسلم لیگ نے پاکستان کی برطانوی حکمرانی سے آزادی کی جدوجہد میں اہم کردار ادا کیا۔1947 میں برطانوی ہندوستان کی تقسیم کے نتیجے میں پاکستان ایک علیحدہ مسلم اکثریتی ریاست کے طور پر قائم ہوا۔

ب۔برطانیہ کے ساتھ دوطرفہ تعلقات

پاکستان کے برطانیہ کے ساتھ دوطرفہ تعلقات آزادی کے بعد سے قائم ہوئے ہیں۔دونوں ممالک ایک دوسرے کے دارالحکومتوں میں سفارتی مشن رکھتے ہیں اور مختلف شعبوں میں باقاعدہ اعلیٰ سطحی تبادلے، بات چیت اور تعاون میں مصروف ہیں، جن میں تجارت، سرمایہ کاری، دفاع، تعلیم اور ثقافت شامل ہیں۔

2019 میں وزیر اعظم پاکستان نے برطانیہ کا دورہ کیا اور برطانوی رہنماؤں سے ملاقات کی تاکہ دوطرفہ تعلقات، تجارتی مواقع اور مشترکہ مفادات جیسے دہشت گردی کے خلاف جنگ اور ماحولیاتی تبدیلی پر تعاون پر بات چیت کی جاسکے۔

ج) اقتصادی تعاون اور تجارت

پاکستان اور برطانیہ کے درمیان گہرے اقتصادی تعلقات ہیں۔ تجارت اور سرمایہ کاری ان تعلقات میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ برطانیہ پاکستان کے بڑے تجارتی شراکت داروں میں سے ایک ہے اور غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ دونوں ممالک نے تجارت کے معاہدوں، کاروباری فورمز اور سرمایہ کاری کے فروغ کے اقدامات کے ذریعے دوطرفہ تجارت اور سرمایہ کاری بڑھانے کے لیے کئی اقدامات کیے ہیں۔ 2018 میں شروع ہونے والا پاکستان-برطانیہ تجارتی اور سرمایہ کاری روڈمیپ دونوں ممالک کے درمیان اقتصادی تعلقات کو مضبوط کرنے اور تجارت اور سرمایہ کاری کو فروغ دینے کا عزم رکھتا ہے۔ یہ روڈمیپ تعاون کے لیے اہم شعبوں کی نشاندہی کرتا ہے، جن میں زراعت، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور بنیادی ڈھانچہ شامل ہیں۔

د) دفاع اور سلامتی کے تعاون

پاکستان اور برطانیہ کے درمیان دفاع اور سلامتی کے شعبے میں تعاون کی ایک طویل تاریخ ہے جس میں تربیت، فوجی تبادلے اور دفاعی سازوسامان کی فروخت شامل ہے۔ دونوں ممالک مشترکہ فوجی مفادات جیسے دہشت گردی کے خلاف جنگ، سمندری سلامتی اور امن کے قیام کی کارروائیوں میں باہمی تعاون کرتے ہیں۔ دونوں ممالک دہشت گردی کے خلاف مشترکہ اقدامات، انٹیلی جنس کا تبادلہ اور مشترکہ سلامتی خطرات سے نمٹنے کے لیے صلاحیت سازی کی کوششوں میں بھی تعاون کرتے ہیں۔

ہ) دولت مشترکہ میں شرکت

پاکستان دولت مشترکہ کے رکن ممالک میں شامل ہے جو 54 ممالک کا ایک رضاکارانہ گروپ ہے جن میں زیادہ تر سابقہ برطانوی نوآبادیات شامل ہیں۔ دولت مشترکہ رکن ممالک کے درمیان تعاون اور مکالمے کو فروغ دیتا ہے جن میں جمہوریت، انسانی حقوق، حکمرانی، تجارت اور ترقی جیسے شعبے شامل ہیں۔ پاکستان نے 2018 میں لندن میں دولت مشترکہ سربراہی اجلاس (CHOGM) میں بھرپور شرکت کی، جس کا مقصد دولت مشترکہ کے رکن ممالک کے درمیان مکالمے، تعاون اور ترقی کو فروغ دینا تھا۔ پاکستان کی دولت مشترکہ کے ساتھ شراکت داری اس کے مشترکہ اقدار اور اصولوں جیسے جمہوریت، قانون کی حکمرانی اور انسانی حقوق کے لیے عزم کو ظاہر کرتی ہے۔

و) تعلیمی اور ثقافتی تبادلے

پاکستان اور برطانیہ تعلیمی اور ثقافتی تبادلوں کو فروغ دیتے ہیں تاکہ باہمی سمجھ بوجھ، تعلیمی تعاون اور ثقافتی سفارتکاری کو بڑھایا جاسکے۔ تعلیمی وظائف، تبادلہ پروگراموں اور ثقافتی اقدامات کے ذریعے دونوں ممالک طلبہ، اساتذہ، فنکاروں اور پیشہ ور افراد کے درمیان تعلیمی اور ثقافتی تبادلے کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ شیوننگ اسکالرشپ پروگرام جو برطانوی حکومت کی جانب سے فنڈ کیا جاتا ہے پاکستانی طلبہ اور پیشہ ور افراد کو برطانیہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے

مواقع فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح، ثقافتی پروگرام، نمائشیں اور میلے جیسے کہ گلگت بلتستان میں پولو میچز ثقافتی تبادلوں کو فروغ دیتے ہیں اور پاکستان اور برطانیہ کے شاندار ورثے اور تنوع کو اجاگر کرتے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

2021 کی مردم شماری کے مطابق انگلینڈ اور ویلز میں پاکستانیوں کی تعداد 1,587,819 ہے جو کہ آبادی کا 2.7% ہے۔

پاکستان کے دولت مشترکہ کے ممالک کے ساتھ تعلقات

پاکستان نے 1947 میں آزادی کے بعد دولت مشترکہ کی رکنیت برقرار رکھی، اپنی حکومت قائم کی اور شاہ برطانیہ کو ریاست کے علامتی سربراہ کے طور پر تسلیم کیا۔ 1956 میں پاکستان نے جمہوریت کی جانب قدم بڑھایا اور اس کے نتیجے میں برطانوی بادشاہ کا حکومتی معاملات میں کوئی اثر و رسوخ باقی نہیں رہا۔ اس تبدیلی کے باوجود، پاکستان نے دولت مشترکہ کی رکنیت برقرار رکھی جو اسے اہم سیاسی اور اقتصادی مدد فراہم کرتا رہا۔ 1950 میں کولمبو میں ہونے والے دولت مشترکہ کے سربراہی اجلاس میں "کولمبو پلان" کا قیام پاکستان کی مدد کے لیے کیا گیا تھا۔ اس میں سوئی گیس کے منصوبے کے لیے ایک ملین پاؤنڈز مختص کیے گئے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ دولت مشترکہ کے ترقی یافتہ ممالک جیسے کینیڈا نے ریلوے کے ترقیاتی منصوبوں کے لیے 40 ملین ڈالر کی اضافی امداد فراہم کی۔

تاہم پاکستان کے دولت مشترکہ کے ساتھ تعلقات میں کشیدگیاں بھی رہی ہیں۔ دولت مشترکہ کا پاکستان کی حمایت خاص طور پر حساس جغرافیائی مسائل جیسے کشمیر کے تنازعہ پر کبھی کبھی غیر مستقل رہا ہے اور اکثر پاکستانی توقعات سے کم رہا ہے۔ اسی طرح کچھ مواقع پر پاکستان نے برطانیہ کی عالمی مسائل پر پوزیشن کی مکمل حمایت نہیں کی۔ یہ سب پاکستان کے دولت مشترکہ کے اندر سفارتی تعلقات کی پیچیدگیوں کو ظاہر کرتا ہے۔

مسئلہ کشمیر کے حل میں اقوام متحدہ کی ناکامی

کشمیر کا مسئلہ بھارت اور پاکستان کے درمیان ایک طویل عرصے سے جاری تنازعہ ہے، دونوں ممالک اس علاقے پر مکمل دعویٰ کرتے ہیں۔ اقوام متحدہ (UN) کی کوششوں کے باوجود اس تنازعہ کا مستقل حل ابھی تک نہیں نکل سکا ہے۔ یہاں ہم اقوام متحدہ کی کشمیر مسئلہ کو حل کرنے میں ناکامی کے اسباب اور اس کے حل میں پیشرفت میں رکاوٹ بننے والے اہم عوامل پر روشنی ڈالیں گے۔

الف۔ قوت نافذہ نظام کی کمی

اقوام متحدہ کی مسئلہ کشمیر کو حل کرنے میں ناکامی کی سب سے بڑی وجہ اس کے فیصلوں کو نافذ کرنے کے لیے موثر میکانزم کی کمی ہے۔ جب کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے کشمیر میں رائے شماری کے لیے قراردادیں منظور کیں تاکہ اس کے مستقبل کی حیثیت کا فیصلہ کیا جا سکے ان قراردادوں میں نافذ کرنے کے لیے کوئی مضبوط اقدامات نہیں تھے جس کی وجہ سے بھارت اور پاکستان کو ان پر عمل کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکا۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے 21 اپریل 1948 کو قرارداد 47 منظور کی جس میں جموں و کشمیر میں رائے شماری کا مطالبہ کیا گیا تاکہ علاقے کے لوگ فیصلہ کریں کہ وہ بھارت یا پاکستان میں کس کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں۔ تاہم بھارت نے کشمیر میں پر امن حالات قائم کرنے میں ناکامی کا مظاہرہ کیا جو اقوام متحدہ کی قرارداد کے نفاذ میں رکاوٹ ہے۔

ب)بھارت کی دو طرفہ طریقہ کار کی ترجیح

بھارت مسئلہ کشمیر کے حل میں بین الاقوامی مداخلت کا مخالف ہے اور پاکستان کے ساتھ تنازعات کے حل کے لیے دو طرفہ طریقہ کار کا حامی ہے۔ بھارت کا کہنا ہے کہ 1972 کا شملہ معاہدہ کشمیر سمیت دیگر مسائل کے حل کے لیے دونوں ممالک کے درمیان براہ راست مذاکرات کے ذریعے ایک فریم ورک فراہم کرتا ہے جس میں تیسری پارٹی کی مداخلت کی ضرورت نہیں ہے۔ 1971 کی پاک بھارت جنگ کے بعد بھارت اور پاکستان نے شملہ معاہدہ پر دستخط کیے، جس میں اختلافات کو دو طرفہ بات چیت کے ذریعے حل کرنے پر اتفاق کیا گیا تھا تاہم بھارت نے بلتورو رینج پر قبضہ کر کے جو کہ قراقرم رینج کا حصہ ہے سیاچن گلیشیر پر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے شملہ معاہدے کی شرائط کو نظر انداز کیا جس سے اس کی غیر سنجیدگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ بھارت کشمیر کے تنازعے کے حل کے لیے تاخیری ہتھکنڈے استعمال کر کے دو طرفہ اعتماد کو کمزور کر رہا ہے۔

ج)علاقائی جغرافیائی اسٹریٹجک مفادات

کشمیر کا مسئلہ وسیع تر جغرافیائی اسٹریٹجک مفادات سے جڑا ہوا ہے جس میں بھارت اور پاکستان کے جغرافیائی مفادات اور رقابتیں شامل ہیں۔ دونوں ممالک کشمیر کو اپنے جغرافیائی مفادات کی بنا پر اہم سمجھتے ہیں جیسے کہ قومی سلامتی، پانی کے وسائل اور علاقائی سالمیت جس کی وجہ سے اقوام متحدہ کی زیرِ نگرانی مذاکرات کے ذریعے متفقہ حل تلاش کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ بھارت کا کشمیر پر کنٹرول اسے اس علاقے کے دریاؤں سے پانی کے وسائل تک رسائی فراہم کرتا ہے جیسے کہ دریائے سندھ اور جہلم۔ دوسری جانب پاکستان کشمیر کو اپنی سلامتی اور اسٹریٹجک مفادات کے لیے ضروری سمجھتا ہے کیونکہ یہ بھارت کی سرحد کے قریب واقع ہے اور علاقے میں بدامنی پاکستان کے علاقے میں پھیل سکتی ہے۔

د)کشیدگی میں اضافہ اور تنازعہ

بھارت اور پاکستان کے درمیان کشیدگی میں اضافہ اور وقتاً فوقتاً تشدد کے واقعات نے کشمیر کے مسئلے کو اقوام متحدہ کی زیرِ نگرانی حل کرنے کی کوششوں کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے۔ سرحد پار جھڑپیں، شدت پسند حملے اور فوجی تصادم دونوں ممالک کے درمیان عدم اعتماد اور دشمنی کو ہوا دیتے ہیں جس سے نتیجہ خیز مذاکرات اور بات چیت میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ 1999 میں پاکستان اور بھارت کے درمیان کارگل جنگ نے بھارت اور پاکستان کے درمیان کشیدگی میں نمایاں اضافہ کیا۔ اس جنگ نے دونوں ممالک کے درمیان اعتماد سازی کی کوششوں کو نقصان پہنچایا جس سے اقوام متحدہ کی زیرِ نگرانی امن کے قیام کے امکانات کم ہو گئے۔

ہ)عالمی تعلقات میں تبدیلی

عالمی تعلقات میں بدلتی ہوئی صورت حال اور عالمی ترجیحات نے بھی اقوام متحدہ کی کشمیر کے مسئلے کو مؤثر طریقے سے حل کرنے کی صلاحیت پر اثر ڈالا ہے۔ دنیا بھر میں مختلف بحرانوں اور تنازعات کے باعث کشمیر کا مسئلہ پس منظر میں چلا گیا ہے جس سے اقوام متحدہ اور بین الاقوامی کمیونٹی کی اس جانب توجہ کم ہوئی ہے۔ 11 ستمبر 2001 کے حملوں کے بعد دہشت گردی کے خلاف جنگ پر زور اور مشرق وسطیٰ اور دیگر علاقوں میں نئے سلامتی خطرات کے ابھرنے کے ساتھ کشمیر جیسے دیرینہ تنازعات پر عالمی توجہ کم ہوئی ہے۔

مختصر یہ کہ اقوام متحدہ کی کشمیر مسئلہ کو حل کرنے میں ناکامی کی کئی وجوہات ہیں جن میں نافذ کرنے کے نظام کی کمی، بھارت کا دو طرفہ طریقہ کار کو ترجیح

دینا، علاقائی جغرافیائی اسٹریٹجک مفادات، کشیدگی میں اضافہ اور عالمی تعلقات میں تبدیلی شامل ہیں۔ اقوام متحدہ کیمتعدد قراردادوں اور ثالثی کی کوششوں کے باوجود کشمیر کا تنازعہ حل طلب ہے اور بھارت اور پاکستان دونوں اس مسئلے پر مضبوط موقف اپنائے ہوئے ہیں۔

فلسطین کے مسئلے کو حل کرنے میں اقوام متحدہ کی ناکامی

فلسطین کا مسئلہ اسرائیلیوں اور فلسطینیوں کے درمیان ایک قدیم تنازعہ ہے جس میں تشدد، گھروں سے بے دخلی اور دیگر کئی گہرے مسائل شامل ہیں۔ اقوام متحدہ کی متعدد قراردادوں اور ثالثی کی کوششوں کے باوجود، فلسطین-اسرائیل تنازعہ کا کوئی مستقل حل اب تک نہیں نکل سکا ہے۔ اقوام متحدہ کی ناکامی کے اسباب میں وہ اہم عوامل شامل ہیں جنہوں نے ایک پُرامن حل کی طرف پیشرفت کو روکا ہے۔

الف) نافذ کرنے کے نظام کی کمی

فلسطین کے مسئلے کو حل کرنے میں اقوام متحدہ کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ اس کے فیصلوں کو نافذ کرنے کے لیے مؤثر طریقہ کار کی کمی ہے۔ جب کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل نے اسرائیلی کارروائیوں کی مذمت کرتے ہوئے ایک پُرامن حل کے لیے متعدد قراردادیں منظور کی ہیں۔ ان قراردادوں میں عمل درآمد کی طاقت کا فقدان ہے جو ان کے عملی اثرات کو محدود کر دیتا ہے۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد 181 جو 29 نومبر 1947 کو منظور کی گئی جس میں فلسطین کی تقسیم کا مطالبہ کیا گیا تھا تاکہ یہ ایک یہودی اور عرب ریاست میں تقسیم ہو اور یروشلم کو ایک بین الاقوامی شہر بنایا جائے۔ تاہم اس قرارداد کو مختلف فریقوں کی مخالفت کے باعث نافذ نہیں کیا جا سکا جس کے نتیجے میں 1948 میں عرب-اسرائیل جنگ کا آغاز ہوا۔

ب) بڑی طاقتوں کی سیاست کا کردار

بڑی طاقتوں کی سیاست، خاص طور پر امریکہ کا اثرورسوخ، فلسطین-اسرائیل تنازعہ کے حل اور اقوام متحدہ کی کارروائیوں پر اثرانداز ہونے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ سلامتی کونسل کے ویٹو طاقت رکھنے والے رکن امریکہ نے اکثر اسرائیل کو تنقید اور سزاؤں سے بچایا ہے جس سے اسرائیل کو اس کی کارروائیوں کا جوابدہ بنانے کی کوششوں میں رکاوٹ آئی ہے۔ امریکہ کی جانب سے اسرائیل کی پالیسیوں اور کارروائیوں کے خلاف ویٹو کی گئی قراردادوں میں فلسطینی شہریوں

اساتذہ کے لیے نوٹ: طلباء کو دو ریاستی حل کے بارے میں آگاہ کریں

دو ریاستی حل، اسرائیلی-فلسطینی تنازعہ کو حل کرنے کے لیے ایک مجوزہ فریم ورک تھا جس میں دو اقوام کے لیے دو ریاستوں کا قیام تجویز کیا گیا: اسرائیل یہودیوں کے لیے اور فلسطین فلسطینیوں کے لیے۔ 1993 میں اسرائیلی حکومت اور فلسطینی آزادی تنظیم (PLO) نے اوسلو معاہدوں کے حصے کے طور پر دو ریاستی حل کو نافذ کرنے کے منصوبے پر اتفاق کیا، جس کے نتیجے میں فلسطینی اتھارٹی (PA) کا قیام عمل میں آیا۔

کلاس میں بحث کرائیں جس کے لیے درج ذیل سوالات دیے جائیں:

1. اسرائیلی-فلسطینی تنازعہ کو حل کرنے کے لیے تجویز کردہ دو ریاستی حل کا جائزہ لیں۔ 1993 کے اوسلو معاہدوں اور فلسطینی اتھارٹی کے قیام کو مد نظر رکھتے ہوئے، اس بات پر بحث کریں کہ کیا یہ طریقہ صحیح تھا اور کیا اقوام متحدہ کو اسے فوراً نافذ کرنا چاہیے۔

2. کیا آپ کو لگتا ہے کہ فلسطین-اسرائیل تنازعہ کے لیے کوئی بہتر متبادل حل موجود ہے؟ اپنے موقف اور دلائل کی وضاحت کریں۔

کے تحفظ کے لیے قرارداد اور اسرائیلی آبادکاریوں کی مذمت کی قراردادیں شامل ہیں۔ اس ویٹو طاقت نے اقوام متحدہ کی صلاحیت کو مفلوج کر دیا ہے کہ وہ اس تنازعے کی جڑوں سے نمٹنے کے لیے مؤثر اقدامات کر سکے۔ امریکہ کی جانب سے اسرائیل کو اسلحہ کی مسلسل فراہمی نے فلسطینیوں کے خلاف تشدد کو بڑھادیا ہے، جس سے تنازعہ ایک غیر متناسب جنگ میں تبدیل ہو گیا ہے۔ مزید برآں اسرائیل کو ہر چیز سے استثنیٰ حاصل ہے جس سے اسرائیلی حکومت کو فلسطین میں اپنے جرائم بڑھانے کی اجازت مل گئی ہے۔ غزہ اور مغربی کنارے میں انسانیت کے خلاف جرائم اور جاری نسل کشی اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسرائیل بین الاقوامی قانون کی کھلی خلاف ورزی کر رہا ہے۔

ج) علاقائی جغرافیائی اسٹریٹجک مفادات

فلسطین کا مسئلہ وسیع تر جغرافیائی اسٹریٹجک مفادات سے جڑا ہوا ہے جس میں اسرائیل، عرب ممالک اور ایران کے مفادات اور رقابتیں شامل ہیں۔ علاقائی تنازعات، نظریاتی اختلافات اور سلامتی کے خدشات، اقوام متحدہ کی ثالثی سے تنازعہ کے حل کی کوششوں کو پیچیدہ بنا چکے ہیں۔ عرب-اسرائیل جنگوں جیسے کہ 1967 کی چھ روزہ جنگ اور 1973 کی یوم کپور جنگ نے علاقائی صورتحال کی تشکیل کی اور فلسطین-اسرائیل تنازعہ پر گہرا اثر ڈالا۔ ان جنگوں نے باہمی عدم اعتماد کو بڑھایا، وقتاً فوقتاً کشیدگیاں بڑھائیں اور پرامن بقائے باہمی اور مفاہمت کے امکانات کو کم کیا۔

د) اسرائیلی آبادکاریوں کا پھیلاؤ

اسرائیل کی آبادکاریوں کا پھیلاؤ جو مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں بین الاقوامی قانون اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جاری ہے، فلسطین کے مسئلے کے حل میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ مشرقی یروشلم اور مغربی کنارے میں اسرائیلی آبادکاریوں کی تعمیر گزشتہ دہائیوں میں تیز ہو چکی ہے حالانکہ بین الاقوامی برادری نے ان آبادکاریوں کی مذمت کی ہے اور آبادکاری کی سرگرمیوں پر پابندی لگانے کی اپیل کی ہے۔ آبادکاریوں کا پھیلاؤ فلسطینی علاقوں کو ٹکڑوں میں تقسیم کر رہا ہے، فلسطینی ریاست کے امکانات کو کم کر رہا ہے اور فریقین کے درمیان اختلافات کو بڑھا رہا ہے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد 2334 جو دسمبر 2016 میں منظور کی گئی، مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں غیر قانونی اسرائیلی آبادکاریوں کو روکنے کے متعلق ہے۔ تاہم آبادکاریوں کے پھیلاؤ نے کشیدگیاں بڑھائیں، فلسطینی عوام کو بے گھر کیا اور اقوام متحدہ کے تصور کردہ دو ریاستوں کے حل کے امکانات کو نقصان پہنچایا۔

ہ) فلسطینی قیادت کی تقسیم

فلسطینی سیاسی قیادت کی تقسیم اور فلسطینی جماعتوں کے درمیان اتحاد کی کمی نے فلسطینی مذاکراتی موقف کو کمزور کیا اور تنازعہ کے حل کے لیے ایک متحدہ نقطہ نظر کو اختیار کرنے کی کوششوں میں رکاوٹ ڈالی۔ داخلی اختلافات، طاقت کی جدوجہد اور حکومتی چیلنجز نے فلسطینی قیادت کی اقوام متحدہ کے ساتھ تعامل اور فلسطینی مسئلے کو آگے بڑھانے کی صلاحیت کو کمزور کیا۔ اس وقت الفتح اور حماس سیاسی رقابت کے باعث مغربی کنارے اور غزہ میں قانونی حیثیت اور اختیار کے دعوے دار ہیں جس سے اسرائیل کے ساتھ مذاکرات اور بین الاقوامی برادری کے ساتھ روابط میں مشکلات پیدا ہوئیں۔ فلسطینیوں کے درمیان کمزور قیادت اور داخلی یکجہتی کی کمی نے تنازعہ کے حل کے لیے مذاکراتی تصفیے کے امکانات کو کمزور کیا ہے۔

مجموعی طور پر اقوام متحدہ کی فلسطین کے مسئلے کو حل کرنے میں ناکامی کی کئی وجوہات ہیں جن میں نافذ کرنے کے نظام کی کمی، بڑی طاقتوں کی سیاست کا

کردار، علاقائی جغرافیائی اسٹریٹجک مفادات، اسرائیلی آبادکاریوں کا پھیلاؤ اور فلسطینی قیادت کی تقسیم شامل ہیں۔ متعدد قراردادوں اور ثالثی کی کوششوں کے باوجود، فلسطین-اسرائیل تنازعہ ابھی تک حل طلب ہے، اور گہری شکایات اور چیلنجز پرامن حل کی طرف پیشرفت کو روک رہے ہیں۔ مستقبل میں عالمی برادری کی طرف سے اقوام متحدہ سمیت تنازعہ کی تمام جڑوں کو حل کرنے، بین الاقوامی قانون کو برقرار رکھنے اور مکالمے اور مفاہمت کو فروغ دینے کی مشترکہ کوششیں ضروری ہوں گی تاکہ فلسطین کے مسئلے کا ایک منصفانہ اور پائیدار حل حاصل کیا جاسکے۔

افغانستان کے مسئلے کو حل کرنے میں اقوام متحدہ کو درپیش چیلنجز

افغانستان کا مسئلہ ملک میں امن، استحکام اور ترقی کو فروغ دینے کی کوششوں میں اقوام متحدہ (U N) کے لیے ایک اہم چیلنج رہا ہے۔ متعدد اقدامات اور مداخلتوں کے باوجود اقوام متحدہ کو مختلف مشکلات کا سامنا رہا ہے جو افغانستان کے مسئلے کے حل میں رکاوٹ بن رہی ہیں۔ ذیل میں ان رکاوٹوں اور پیچیدگیوں کا تجزیہ کیا گیا ہے جو مؤثر حل کے سامنے آئی ہیں۔

1. طویل المدتی تنازعہ اور عدم استحکام

افغانستان کے مسئلے کو حل کرنے میں اقوام متحدہ کو بڑی مشکلات کا سامنا رہا ہے خاص طور پر اس کے طویل المدتی تنازعہ اور عدم استحکام کے سبب جو کئی دہائیوں پر محیط ہے۔ دسمبر 1979 میں سوویت یونین کے حملے سے شروع ہونے والا یہ تنازعہ بتدریج بے چینی کی لہر میں تبدیل ہو گیا جس میں 1990 کی دہائی میں خانہ جنگی اور 2001 میں امریکہ کی قیادت میں فوجی جارحیت شامل تھی۔ ان تنازعات نے وسیع پیمانے پر تشدد، بڑے پیمانے پر بے دخلی اور انسانیت کے بحرانوں کو جنم دیا جس کا افغانستان کی معاشرت پر گہرا اثر پڑا۔ سوویت یونین کا حملہ ایک طویل مدتی تنازعہ کی ابتدا تھا جو تقریباً دہائیوں تک جاری رہا جس کے نتیجے میں انسانوں کا شدید نقصان، زندگیوں کا ضیاع اور بنیادی ڈھانچے اور اداروں کو وسیع نقصان پہنچا۔

2. افغان معاشرت اور سیاست کی تقسیم

افغان معاشرت اور سیاست کی تقسیم اقوام متحدہ کے لیے افغانستان کے مسئلے کو حل کرنے میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ نسلی، قبائلی اور گروہی اختلافات کے ساتھ ساتھ سیاسی مفادات اور طاقت کی کشمکش نے افغانستان میں قومی یکجہتی، مفاہمت اور اتفاق رائے کے حصول کی کوششوں کو پیچیدہ بنا دیا ہے۔ 1992 میں سوویت حمایت یافتہ کمیونسٹ حکومت کے خاتمے کے بعد افغانستان خانہ جنگی اور گروہی تنازعات کا شکار ہو گیا تھا۔ مختلف مسلح گروہ اور جماعتیں نسلی اور علاقائی بنیادوں پر ابھریں جس نے تشدد اور عدم استحکام کو بڑھا دیا اور سیاسی تصفیے کی کوششوں کو پیچیدہ کر دیا۔

3. غیر ملکی عناصر کا اثر و رسوخ

افغانستان کے مسئلے کو حل کرنے میں غیر ملکی عناصر کا اثر و رسوخ رکاوٹ ڈالتا رہا ہے۔ افغانستان ایک میدانِ جنگ میں تبدیل ہو گیا ہے جہاں علاقائی رقابتیں اور جغرافیائی مفادات سامنے آتے ہیں۔ ہمسایہ ممالک اور بین الاقوامی عناصر مختلف افغان جماعتوں کی حمایت کرتے ہیں۔ پاکستان کی طالبان مزاحمت کی حمایت جو بھارت کے اثر و رسوخ کے خلاف اور اسٹریٹجک مفادات کو محفوظ رکھنے کے لیے کی گئی باہمی کشیدگی کا ایک باعث رہی ہے۔ افغانستان کے امور میں بیرونی عناصر کی مداخلت نے عدم اعتماد، دشمنی اور پراکسی تنازعات کو بڑھا دیا ہے جو امن اور استحکام کے حصول کی کوششوں میں رکاوٹ ڈالتی ہیں۔

4. طالبان اور مزاحمتی گروپوں کا عروج

افغانستان میں طالبان اور دیگر مزاحمتی گروپوں کا عروج اقوام متحدہ کے لیے افغانستان کے مسئلے کو حل کرنے میں ایک سنگین چیلنج رہا ہے۔ طالبان کی موجودگی اور افغان حکومت کی فوج، شہریوں اور بین الاقوامی فوجیوں کے خلاف حملوں نے امن واستحکام کو کمزور کیا ہے۔ 2001 میں امریکہ کی قیادت میں افغانستان پر حملے کے بعد طالبان کا عروج ایک طویل تنازعہ کا باعث بنا جس میں غیر متناسب جنگ، خودکش بم دھماکے اور دہشت گردانہ حملے شامل ہیں۔ طالبان نے امن مذاکرات میں شرکت کی کوششوں کو مسلسل رد کیا اور افغان حکومت کو گرا دینے کے اپنے مشن پر قائم رہے۔

5. حکومتی مسائل اور کرپشن

افغان حکومتوں میں حکومتی مسائل اور کرپشن نے افغانستان کے مسئلے کو حل کرنے میں بڑی رکاوٹ ڈالی ہے۔ کمزور ادارے، احتساب کی کمی اور وسیع پیمانے پر کرپشن نے مؤثر حکومتی ڈھانچے قائم کرنے، ضروری خدمات فراہم کرنے اور عوام کا اعتماد جیتنے میں مشکلات پیدا کی ہیں۔ افغان حکومت کی جانب سے بنیادی خدمات فراہم کرنے میں ناکامی، شکایات کے حل میں کمی اور کرپشن کے خلاف کارروائی نہ کرنا عوامی اعتماد کو کمزور کر چکا ہے جس سے عوام میں بے چینی پیدا ہوئی ہے۔ حکومتی اداروں میں کرپشن نے حکومت کی قانونی حیثیت اور استحکام کو کمزور کیا ہے جس سے حکومتی چیلنجز بڑھ گئے ہیں اور امن اور ترقی کی جانب پیشرفت کو رک گئی۔

اقوام متحدہ کو افغانستان کے مسئلے کو حل کرنے میں کئی مشکلات کا سامنا رہا ہے جن میں طویل تنازعہ اور عدم استحکام، افغان معاشرت اور سیاست کی تقسیم، خارجی عناصر کا اثر ورسوخ، طالبان اور مزاحمتی گروپوں کا عروج اور حکومتی مسائل اور کرپشن شامل ہیں۔ ان چیلنجز پر قابو پانے کے لیے بین الاقوامی مدد، سیاسی ارادہ اور افغان اسٹیک ہولڈرز کی طرف سے پختہ عزم کی ضرورت ہوگی تاکہ تنازعہ کو جڑ سے ختم کیا جاسکے، قومی مفاہمت کو فروغ دیا جاسکے اور افغانستان کے لیے ایک پُرامن اور خوشحال مستقبل کی تعمیر کی جاسکے۔

اگست 2021 میں طالبان کے اقتدار میں آنے کے بعد چین ان چند ممالک میں سے ایک رہا ہے جس نے افغانستان کو اس کی جغرافیائی اہمیت اور قدرتی وسائل کی وجہ سے اسٹریٹجک طور پر اہم سمجھتے ہوئے طالبان حکومت کے ساتھ تعلقات استوار کیے۔

ای سی او میں پاکستان کا کردار

1985 میں اقتصادی تعاون تنظیم (ECO) کو ایران، پاکستان اور ترکیہ نے رکن ممالک کے درمیان اقتصادی، تکنیکی اور ثقافتی تعاون کو فروغ دینے کے لیے قائم کیا تھا۔ ای سی او، علاقائی تعاون برائے ترقی (RCD) کی جانشین تنظیم ہے جو 1964 سے 1979 تک موجود رہی۔ ای سی او میں دس رکن ممالک شامل ہیں جن میں آذربائیجان، افغانستان، ایران، قازقستان، کرغزستان، پاکستان، تاجکستان، ترکیہ، ترکمانستان اور ازبکستان۔ پاکستان نے بانی رکن کی حیثیت سے یوریشیائی خطے میں رکن ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون، تجارت اور ترقی کو فروغ دینے میں بھرپور حصہ لیا ہے۔

1. بانی رکن اور قیادت

پاکستان نے ای سی او کے قیام اور اس کی ادارہ جاتی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ ای سی او کے فیصلوں کی تشکیل، سربراہی اجلاسوں اور ورکنگ گروپوں میں بھرپور حصہ لیتے ہوئے پاکستان نے تنظیم کے ایجنڈے کی تشکیل میں اپنا حصہ ڈالا۔ خاص طور پر پاکستان نے مارچ 2017 میں اسلام آباد میں 13 ویں ای سی او

سربراہی اجلاس کی میزبانی کی جہاں رہنماؤں نے اقتصادی تعاون، رابطے اور تجارت کی سہولت بڑھانے کے طریقوں پر گفتگو کی اور خطے میں یکجہتی کے لیے عزم کا اعادہ کیا۔

2. تجارت اور رابطے کا فروغ

علاقائی تعاون کے ذریعے اقتصادی ترقی کے امکانات کو پہچانتے ہوئے پاکستان نے ای سی او خطے میں تجارت، سرمایہ کاری اور رابطوں کو فروغ دیا ہے۔ پاکستان-چین اقتصادی راہداری (CPEC) جیسے اقدامات جو چین کے بیلٹ اینڈ روڈ انیشی ایٹو (BRI) کا ایک اہم منصوبہ ہے پاکستان اور چین کے درمیان رابطے اور اقتصادی تعاون کو بڑھانے کا مقصد رکھتے ہیں اور ای سی او کے رکن ممالک کے ساتھ روابط قائم کرنے میں مددگار ہیں۔ سی پیک منصوبوں میں شاہراہیں، ریلوے اور توانائی کے منصوبے شامل ہیں جن سے خطے کی تجارت اور سرمایہ کاری کو بڑھانے کی توقع ہے۔

3. توانائی کے لیے تعاون اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی

پاکستان نے ای سی او کے اندر توانائی کے تعاون اور بنیادی ڈھانچے کی ترقی کے منصوبوں میں حصہ لیا ہے۔ پاکستان توانائی کے رابطے کو بڑھانے، قابل تجدید توانائی کے ذرائع کو فروغ دینے اور نقل و حمل و مواصلات کے لیے بنیادی ڈھانچے کو بہتر بنانے والے منصوبوں کی حمایت کرتا ہے۔ ترکمانستان-افغانستان-پاکستان-بھارت (TAPI) گیس پائپ لائن منصوبہ جس کی ای سی او کے رکن ممالک حمایت کرتے ہیں ترکمانستان سے جنوبی ایشیا کے توانائی سے محروم ممالک اور پاکستان تک قدرتی گیس کی ترسیل کا ذریعہ ہے۔ TAPI پائپ لائن مکمل ہونے پر توانائی کی سلامتی بڑھے گی، اقتصادی ترقی کو فروغ ملے گا اور علاقائی تعاون میں اضافہ ہوگا۔

4. ثقافتی اور تعلیمی تبادلے

پاکستان نے ای سی او خطے میں باہمی سمجھ بوجھ، عوامی رابطوں اور ثقافتی سفارتکاری کو فروغ دینے کے لیے ثقافتی اور تعلیمی تبادلے کو بڑھایا ہے۔ پاکستان نے ایران کے دارالحکومت تہران میں قائم ای سی او ثقافتی ادارہ کی تنظیم کے تحت تقریبات میں بھرپور حصہ لیا ہے۔ ان تقریبات کے ذریعے پاکستان اپنے شاندار ورثے اور تنوع کو اجاگر کرتا ہے جو ای سی او کے رکن ممالک کے درمیان ثقافتی تعاون میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ای سی او کے مستقبل کے امکانات بطور فعال علاقائی تنظیم

ای سی او وژن 2025

ای سی او وژن 2025 کو 28 فروری 2017 کو اسلام آباد، پاکستان میں ای سی او کونسل آف منسٹرز (COM) کے 22 ویں اجلاس کے دوران اپنایا گیا تھا۔ یہ ایک جامع دستاویز ہے جس میں نفاذ کا فریم ورک بھی شامل ہے۔

وژن کا بیانیہ

"ای سی او ایک ایسے خطے کے لیے راہ ہموار کرے گا جو مربوط اور پائیدار معیشتوں کے ساتھ ساتھ آزاد تجارتی علاقے پر مشتمل ہوگا جس کا حصول مزید تعاون

کی مدد سے اعلیٰ تعلیم یافتہ معاشروں اور بہتر گورننس کے ذریعے کیا جائے گا۔"

بنیادی اصول اور تعاون کے شعبے

"ای سی او وژن 2025" درج ذیل بنیادی اصولوں پر مبنی ہے:

1. پائیداری
2. یکجہتی
3. بہتر حکمرانی

یہ وژن چھ اہم ترجیحی تعاون کے شعبوں پر مرکوز ہے: تجارت، نقل و حمل اور رابطے، توانائی، سیاحت، اقتصادی ترقی اور پیداوار اور سماجی بہبود اور ماحولیات۔ تعاون کے ہر شعبے میں حکمت عملی کے مقاصد شامل ہیں جو وسیع اہداف کو بیان کرتے ہیں۔ ایک پالیسی جس میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ حکمت عملی کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے ایک سازگار ماحول کیسے حاصل کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ متوقع نتائج جن میں اٹھائے جانے والے اقدامات اور وہ متغیرات شامل ہیں جو وژن کی عملداری کی پیمائش کے لیے استعمال ہوں گے۔" ای سی او وژن 2025 "اقتصادی تعاون تنظیم کے لیے ایک اہم سنگ میل ہے جس کا مقصد تعاون کے ذریعے معیشتوں کو مربوط اور پائیدار بنانا ہے۔ اس کے واضح وژن بیان، پائیداری، یکجہتی اور سازگار ماحول کے بنیادی اصولوں اور ترجیحی تعاون کے چھے شعبوں کے ساتھ یہ وژن علاقائی ترقی کے لیے ایک جامع فریم ورک مرتب کرتا ہے۔ ہر شعبے میں مقاصد، پالیسی اور متوقع نتائج طریقہ فراہم کرتے ہیں تاکہ وژن کے اہداف کو حاصل کیا جا سکے اور مربوط اور پائیدار معیشتوں کے خطے کے لیے پیمائش کے قابل پیشرفت کو یقینی بنایا جا سکے۔

بات چیت کا وقت (مکمل کلاس کی بحث)

اقوام متحدہ (UN) دوسری عالمی جنگ کے بعد قائم کیا گیا تھا تاکہ عالمی سفارتکاری کے لیے ایک پلیٹ فارم فراہم کیا جاسکے اور ممالک کے درمیان مکالمہ اور تعاون کے ذریعے تنازعات کو روکا جاسکے۔ تاہم اس کی مؤثریت پر تنظیمی مسائل اور عالمی نظریات کے فرق کی وجہ سے تنقید کی گئی ہے۔ ایک تنقید یہ ہے کہ اقوام متحدہ تمام ممالک اور ان کے رہنماؤں کو اخلاقی طور پر مساوی سمجھتا ہے جس کے نتیجے میں انہیں ووٹنگ اور سفارتکاری کے لیے مساوی اہلیت دی جاتی ہے لیکن یہ جواز پیش نہیں کیا جاسکتا۔ مثال کے طور پر وہ ممالک جن کے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا ریکارڈ انتہائی خراب ہے انہیں اقوام متحدہ میں اہم پوزیشنیں دی گئی ہیں جس سے اقوام متحدہ کی عالمی اخلاقی معیارات کو برقرار رکھنے کی صلاحیت پر سوالات اٹھتے ہیں۔ مزید یہ کہ بعض افراد کا کہنا ہے کہ اقوام متحدہ ایک ایسا میدان جنگ بن چکا ہے جہاں جغرافیائی مفادات اکثر اس کے اصل مشن یعنی عالمی امن کے فروغ پر غالب آجاتے ہیں۔ ناقدین خصوصاً امریکہ میں اس بات پر سوال اٹھاتے ہیں کہ اقوام متحدہ میں امریکہ کی مالی مدد دوسرے ممالک کے مقابلے میں زیادہ کیوں ہے خاص طور پر جب اقوام متحدہ کے فیصلے یا بیانات امریکی پالیسیوں کے حوالے سے تنقیدی نظر آئیں۔ خلاصہ یہ کہ جب اقوام متحدہ کا مقصد بین الاقوامی تعاون کو فروغ دینا اور تنازعات کو روکنا ہے تو اس کی مؤثریت اور انصافیت کو چیلنج کیا گیا ہے جو اس کے عالمی حکمرانی میں کردار پر جاری بحث کی عکاسی کرتا ہے۔

بحث کے نکات:

- کچھ ممالک کے نام بتائیں جن کے خلاف بڑے پیمانے پر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا ریکارڈ ہے لیکن وہ پھر بھی استثنیٰ یا معافی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔
- کیا اقوام متحدہ اپنے اصل مشن یعنی عالمی امن اور تعاون کو فروغ دینے کی بجائے سیاسی ایجنڈوں پر زیادہ توجہ مرکوز کر رہا ہے؟
- کچھ رکن ممالک جیسے امریکہ کی غیر متناسب مالی شراکت اقوام متحدہ میں انصاف اور مؤثریت کے بارے میں تاثرات کو کیسے متاثر کرتی ہے؟

میں نے کیا سیکھا

- ای سی او وژن 2025: 28 فروری 2017 کو اسلام آباد میں ای سی او وزرائے خارجہ کونسل کے 22ویں اجلاس کے دوران اپنایا گیا جو پائیدار اور مربوط معیشتوں پر مرکوز ہے۔
- پاکستان-چین اقتصادی راہداری (CPEC): چین کے بیلٹ اینڈ روڈ انیشی ایٹو (BRI) کے تحت ایک اہم منصوبہ جو پاکستان اور چین کے درمیان رابطے کو بڑھاتا ہے اور ای سی او کے تحت علاقائی تجارت کو فروغ دیتا ہے۔
- توانائی کا تعاون: پاکستان توانائی کی سلامتی اور اقتصادی ترقی کو بڑھانے کے لیے ترکمانستان-افغانستان-پاکستان-بھارت (TAPI) گیس پائپ لائن جیسے منصوبوں کی حمایت کرتا ہے۔
- ثقافتی اور تعلیمی تبادلے: پاکستان ای سی او ثقافتی ادارہ کی مدد سے ثقافتی تنوع اور تعلیمی تعاون کو فروغ دیتا ہے۔

- اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادیں: اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد 2334 جو دسمبر 2016 میں منظور کی گئی مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں غیر قانونی اسرائیلی آبادکاریوں کو خطاب کرتی ہے۔
- او آئی سی میں کردار: پاکستان تنظیم تعاون اسلامی (OIC) میں بھرپور حصہ لیتا ہے اور مسلم دنیا کے سیاسی اور سماجی مسائل کو حل کرتا ہے۔
- سارک میں کردار: پاکستان سارک میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور جنوبی ایشیائی ممالک کے درمیان علاقائی تعاون کو فروغ دیتا ہے۔
- عالمی امن کی بحالی: پاکستان اقوام متحدہ کے امن مشن میں وسیع پیمانے پر حصہ لیتا ہے اور عالمی استحکام اور آفات کے مقابلے کی کوششوں میں مدد دیتا ہے۔
- کشمیر کا مسئلہ: سلامتی کونسل کی کشمیر کے تنازعے پر مسلسل توجہ اس کی اہمیت کی تصدیق کرتی ہے اور اس کے غیر متعلق ہونے کے تاثر کو ختم کرتی ہے۔
- دوطرفہ تعلقات کا طریقہ کار براہ راست سفارتکاری اور دونوں ممالک کے درمیان معاہدوں کا عمل ہوتا ہے۔

مشقی سوالات

درج ذیل سوالات کے جوابات الف، ب، ج یا د میں سے منتخب کرکے دیں۔

1۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے قرارداد 47 کب منظور کی تھی، جس میں جموں و کشمیر میں رائے شماری کا مطالبہ کیا گیا؟

الف) 15 مارچ 1948 ب) 21 اپریل 1948

ج) 5 جون 1948 د) 12 جولائی 1948

2۔ اقتصادی تعاون تنظیم (ECO) کب قائم ہوئی؟

الف) 15 دسمبر 1985 ب) 28 اکتوبر 1992

ج) جنوری 2000 د) 13 مارچ 2017

3۔ اقوام متحدہ کے اہم اداروں کا ایک اہم مقصد کیا ہے؟

الف) بین الاقوامی تجارت کو فروغ دینا ب) بین الاقوامی امن اور سلامتی کو برقرار رکھنا

ج) عالمی مالیاتی منڈیوں کو منظم کرنا د) قومی انتخابات کی نگرانی کرنا

4۔ پاکستان نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل (UNSC) میں کون سا کردار ادا کیا ہے؟

الف) مستقل رکن ب) غیر مستقل رکن

ج) نگران ریاست　　　　د) بانی رکن

5۔پاکستان نے سارک (SAARC) میں کس طرح اپنا کردار ادا کیا ہے؟

الف)فوجی اتحاد کی قیادت کر کے　　　　ب)علاقائی اقتصادی تعاون کو فروغ دے کر

ج)صرف ثقافتی تبادلوں پر توجہ دے کر　　　　د)تجارتی ٹیرف کو منظم کر کے

6۔پاکستان اور چین کے درمیان کون سا منصوبہ رابطے اور اقتصادی تعاون کو بڑھانے کا مقصد رکھتا ہے اور ای سی او کے رکن ممالک کے ساتھ روابط قائم کرتا ہے؟

الف) TAPI گیس پائپ لائن　　　　ب)سارک ترقیاتی فنڈ

ج) پاکستان-چین اقتصادی راہداری (CPEC)　　　　د) ای سی او تجارتی معاہدہ

7۔اقوام متحدہ کشمیر کے تنازعے کو حل کیوں نہیں کر سکی؟

الف)عالمی دلچسپی کی کمی　　　　ب)واضح قراردادوں کا فقدان

ج) جغرافیائی سیاسی پیچیدگیاں اور فریقین کی مخالفت　　　　د) ناکافی مالی وسائل

8۔ای سی او کے رکن ممالک کون سے گیس پائپ لائن منصوبے کے حامی ہیں جس سے ترکمانستان سے جنوبی ایشیا، بشمول پاکستان تک قدرتی گیس کی ترسیل کی جا سکے گی؟

الف) ایران-پاکستان-بھارت (IPI) پائپ لائن　　　　ب) وسطی ایشیا-چین پائپ لائن

ج)ٹرانز افغان پائپ لائن (TAP)　　　　د) ترکمانستان-افغانستان-پاکستان-بھارت (TAPI) پائپ لائن

9۔تنظیم تعاون اسلامی (OIC) میں پاکستان کا کیا اہم کردار ہے؟

الف) قابل تجدید توانائی کے منصوبوں کو فروغ دینا　　　　ب) مسلم دنیا کے سیاسی اور سماجی مسائل کو حل کرنا

ج)اقتصادی سربراہی اجلاسوں کی قیادت کرنا　　　　د) مذہبی زائرین کی نگرانی کرنا

10۔درج ذیل میں سے کون سا بیان ٹرسٹی شپ کونسل کے بارے میں صحیح ہے؟

الف) ٹرسٹی شپ کونسل کو ٹرسٹ علاقے کی انتظامیہ کی نگرانی اور ان کے خود مختار حکومت یا آزادی کی منتقلی کو یقینی بنانے کے لیے قائم کیا گیا تھا۔

ب)ٹرسٹی شپ کونسل نے 1994 سے اپنی کارروائیاں معطل کر دی ہیں کیونکہ اس کا مرکزی کام مکمل ہو چکا ہے۔

ج)ٹرسٹی شپ کونسل کسی بھی صورت میں دوبارہ نہیں بیٹھ سکتی۔

د) ٹرسٹی شپ کونسل کبھی بھی اقوام متحدہ کا حصہ نہیں تھی۔

خالی جگہیں پر کریں:

کشمیر، فلسطین اور افغانستان اقوام متحدہ کے لیے مسلسل چیلنجز رہے ہیں کیونکہ ان کے جغرافیائی سیاسی عوامل پیچیدہ ہیں اور فریقین کی مخالفت بھی ہے۔ پاکستان نے ان مسائل کو حل کرنے کی کوششوں میں بھرپور حصہ لیا ہے۔ اقوام متحدہ کا--------------- رکن ہونے کے ناطے پاکستان نے سلامتی کونسل میں غیر---------- نشست سنبھالی اور دنیا بھر میں-------------- مشن میں کردار ادا کیا۔ مزید برآں پاکستان----------------------- کا ایک اہم رکن ہے جو مسلم دنیا میں مسائل کے حل کے لیے کام کر رہا ہے۔----------------- منصوبہ پاکستان کے علاقائی رابطے اور اقتصادی تعاون کو بڑھانے کے عزم کو اجاگر کرتا ہے۔ ان کوششوں کے باوجود---------------- خطوں میں دیرپا امن حاصل کرنا ایک بڑا چیلنج ہے۔

درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

1۔ اقوام متحدہ مسئلہ کشمیر حل کرنے میں کیوں ناکام رہی ہے؟

2۔ بھارت کے کشمیر کی خود مختار حیثیت کو یکطرفہ طور پر منسوخ کرنے کے کشمیریوں پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں؟

3۔ اقوام متحدہ کے ادارے کے مقاصد کیا ہیں؟

4۔ دو ریاستوں کے حل کا کیا مطلب ہے؟ اور یہ کیوں نہیں ہوا؟

5۔ پاکستان نے کشمیر میں امن برقرار رکھنے کے لیے کیا کچھ کیا ہے؟

6۔ اقوام متحدہ کی ٹرسٹی کونسل کا کام کیا ہے؟

7۔ پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف کیا اقدامات کیے ہیں؟

درج ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیں:

1۔ اقوام متحدہ کے عالمی امن کو برقرار رکھنے میں کردار اور اس کے مؤثر ہونے کا تجزیہ کریں۔

2۔ اسلامی تعاون تنظیم (OIC) کے علاقے کے مسائل کو حل کرنے اور مسلم ممالک کے درمیان اتحاد کو فروغ دینے میں مؤثر ہونے کا تجزیہ کریں۔

3۔ سارک اور ای سی او کے درمیان علاقے میں تعاون اور اقتصادی انضمام کو فروغ دینے میں مؤثریت کا موازنہ کریں۔

4۔ ان تمام بین الاقوامی تنظیموں کی فہرست بنائیں جن کا پاکستان رکن ہے اور ان تنظیموں میں پاکستان کے تعاون کا تجزیہ کریں۔

5۔ درج ذیل پر نوٹ لکھیں:

i۔ مسئلہ فلسطین

ii۔ افغانستان کا تنازعہ

علم کا اطلاق

پروجیکٹ کا عنوان: شام میں بین الاقوامی تنظیموں کا کردار

یہ تحقیق کریں کہ اقوام متحدہ، نیٹو، اور ریڈ کریسنٹ جیسی بین الاقوامی تنظیمیں شام میں استحکام اور انسانی امداد پر کیسے اثرانداز ہوتی ہیں۔ تحقیق کریں کہ یہ تنظیمیں علاقائی امن کی کوششوں کو کس طرح متاثر کرتی ہیں، بحرانوں کے دوران امداد فراہم کرتی ہیں، اور پالیسیوں کو کیسے تشکیل دیتی ہیں۔ ان تنظیموں کو در پیش چیلنجز اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں ان کی کامیابیوں پر بحث کریں۔ اپنے نتائج کو بصری معاونت کے ساتھ پیش کریں، جیسے کہ چارٹس، تاکہ ان تنظیموں کے کردار اور اثرات کو واضح طور پر ظاہر کیا جا سکے۔

لغت
بین الاقوامی تنظیمیں: وہ گروہ جن میں متعدد ممالک عالمی سطح پر مل کر کام کرتے ہیں۔
انسانی امداد: وہ امداد اور حمایت جو انسانی بحرانوں یا قدرتی آفات کے دوران فراہم کی جاتی ہے۔
تنازعہ کا حل: وہ طریقے اور عمل جو اختلافات یا تنازعات کو پر امن طریقے سے حل کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔
چیلنجز: وہ مشکلات یا رکاوٹیں جو مقاصد یا نتائج حاصل کرنے میں پیش آتی ہیں۔
جیو اسٹریٹیجک: کسی جغرافیائی علاقے کی سیاسی، فوجی اور اقتصادی لحاظ سے اس کی اسٹریٹیجک اہمیت۔ اس میں یہ تجزیہ کیا جاتا ہے کہ ایک علاقے کے محل وقوع اور وسائل کس طرح قومی اور بین الاقوامی طاقت کے توازن، فیصلہ سازی اور اسٹریٹیجک منصوبہ بندی کو متاثر کرتے ہیں۔